ان من البیان لسحرا

تھا عہدِ قدیم صرفِ غمزہ و ناز — اور عہدِ جدید کی ہے قومی آواز

رباعی

میں وسط میں واقع ہوں لہذا پریں — دونوں سے ملا جلا ہے میرا انداز



نتیجہ طبع صورت آرائے شاہدانِ بلاغت چہرہ پرداہلحرانِ فصاحت اوجِ آسمانِ سخندانی موجِ دریائے نکتہ دانی یعنی مخدرۂ عظمیٰ و مستورۂ کبریٰ ام مشتاق بڑی بیگم صاحبہ.

اہلیہ عالیہ متعالیہ جناب طریقت مآب شریعت انتساب حضرت مولوی میر قربان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس آگرہ سابق ممبر محکمہ محتشمہ عالیہ کونسل راج جے پور

حسب فرمائش جناب مولوی حکیم حاجی سید نظیر حسن خاں صاحب سخا دہلوی



یا فتّاح

نذرِ عقیدت

اگر ذرّات زمین آفتاب تمکین سے چمک یا کوئی نسبت اقتباس کریں تو اُن کا افتخار ہے، اور آفتاب کو عار نہیں، اگر خورشید تابدار کسی غریب کی کشت زار پر نور باری فرمائے تو کشت زار کو طراوت حاصل ہوتی ہے مگر خورشید کا کچھ حرج نہیں، بلکہ بیکس نوازی و ناتواں پروری خدا پرست ملک نواز فلک جاہوں کی عادت قدیمہ ہے خصوصیت سے حضور کو خداوند کریم نے اس شمۂ رضیہ سے سرفراز و ممتاز فرمایا ہے۔ لہذا حضور پُر نور، فلک جاہ، پروین نواز، جم حرمت، فریدوں شوکت حضرت بندگان اعلیٰ و اقدس نظام الملک آصف جاہ سابع ہز اگزالٹیڈ ہائینس میر عثمان علی خاں بہادر شہریار دکن بالقابہٗ خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کے عام اخلاق خصوصاً پروین نواز حوصلہ افزائی کے بھروسہ پر یہ دیوان نہایت آب و تاب عقیدت کے ساتھ جو میرے شکر گذار دل میں موجزن ہے، اُس ذاتِ ہمایونی کے حضور میں نذر گذرانتی ہوں۔ ع۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف۔

خاکسار نمک خوار اُمِ مشتاق۔ پروین

۷۸۶

اس زمانہ میں جبکہ علم و ادب ایشیائی کا ہرا بھرا چمن اُجڑ چکا ہے اور برادرانِ وطن حقوقِ دیرینہ اور مادرانہ فراموش کرکے تاراج گلشن اردو پر کمربستہ ہیں ایک ذات گرامی شہریارِ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی ایسی ہے جس نے ان علوم اور اس زبان کو اپنی سرپرستی سے زندۂ جاوید کردینے کا بیڑا اُٹھالیا ہے اسی تاجدار کے ظلِ حمایت میں زبان اردو کی یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے اور نہ تنہا علوم مشرقیہ کا احیاء ہوتا ہے بلکہ فنون مغربیہ بھی کشور اردو کے تختِ اثر آتے جاتے ہیں اور کچھ یہی نہیں کہ اقصائے سلطنت دکن تک یہ حمایت و سرپرستی محدود ہو بلکہ ہندوستان کے ہر خطہ میں تاجدار ممدوح بالقابہ کی بارشِ فیض سے زبان اُردو کا کشت زار سیراب ہو رہا ہے اُس کی ایک تازہ مثال میرے دیوان کی یہ اشاعت ہے۔ جب میں نے اپنے بچوں کے ساتھ اپنے بزرگوں کو بھی ہم آہنگ پاکر اپنے نتائجِ افکار پریشان کو جمع کرکے طبع کرالیا تو اس خیال سے کہ کم از کم زمانہ کے بیاض کے چند اوراق اُلٹنے تک یہ مجموعہ صرصرِ حوادث سے محفوظ رہ سکے اس کی ایک کاپی بغرض ملاحظہ اعلیٰ حضرت بالقابہ دام اقبالہم بھیجدی تھی۔ میں اپنی ناچیز سعی ہیچکارہ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ وہ کسی ستائش اور صلہ کی مستحق قرار پاسکے بلکہ مقصود یہ تھا کہ سرکاری لائبریری میں پہونچ جانے سے ایک عرصہ تک

محفوظ رہنے کی اُمید ہے اور چونکہ یہ جسارت بلا کسی سابقہ استحقاق کے بے وسیلہ و واسطۂ احدی کی گئی تھی اس لئے اُن جذبات اور واردات کو لباس نظم پہنا کر اپنا وسیلہ گردانا تھا جو اس ذات ہمایوں کے ساتھ ہر فرد مسلم و مسلمہ کو تعلق عقیدت و ارادت میں جکڑے ہوئے ہیں کیونکہ بقول برخوردار بسمل سلمہٗ ؎

غیر از تو امیرے نے پیش کہ کند زاری

کا سلام ہندستان افتادہ غریب آسا

قصیدہ اور عرضی کے جواب میں میری توقعات سے بہت زیادہ مجھ پر مراحم و عواطف خسروانہ مبذول فرمائے گئے یعنی بذریعہ فرمان عالی شان مصدورہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مبلغ پانسو روپیہ بمد خلعت و تواضع عطا فرمائے گئے جس کی اطلاع بذریعہ مراسلہ محکمہ سرکار عالی علاقہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ واقع ۲۱ خورداد ۱۳۲۶ف مطابق ۳ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ ازطرف مولوی محمد اکبر نذر علی حیدری صاحب بی اے معتمد سرکار عالی مجھکو دی گئی۔ ایسے سلطان عالی شان اور شہریار با وقار علم پرور ادب نواز حامیِ ملت بیضا موسس بنیان اسلام کی سرکار ابد قرار سے اس قسم کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کا اثر جو میرے دل کی دنیا میں ہوا وہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا اور نہ میں اظہار تشکر و امتنان کے لئے وہ الفاظ پاتی ہوں جو جذبات اندرونی و قلبی کی صحیح ترجمانی کر سکیں لیکن پھر بھی اتنا ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ زر نقد عطیہ سرکاری کی افزونی و کمی تو کچھ ایسی مہیج جذبات نہیں ہوسکتی تھی اس لئے کہ حصول زر مقصود بالذات نہ تھا اور یوں تو حوصلۂ سلطانی اور جائزہ شاہی کا ملنا بھی وہ اعزاز ہے جس پر میری آیندہ نسلیں فخر کرینگی مگر بالخصوص وہ چیز جو عالم عقیدت میں ہنگامہ خیز ہوگئی

التفات شاہانہ اور توجہ خسروانہ تھی ؎

زقدر و منزلت شہ نگشت چیزے کم | زالتفات بہ مہماں سرائے دہقانی
کلاہ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید | کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانی

انہیں جذبات وحسیات کے زیر اثر میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس عطیہ شاہی سے اس دیوان کو بعد نظر ثانی اور تصحیح اغلاط اور اضافۂ افکار جدید دوبارہ شائع کردوں اور سرنامہ اس طبع ثانی کا مراسلہ مسطورۃ الصدر مشعر فرمان سلطانی کو بناؤں اور اُس قصیدہ کو جو عزت لمس انامل ہمایونی اور شرف ملاحظہ شاہی سے معزز و مفتخر ہو چکا ہے پبلک میں پیش کردوں۔

اب میں اس سپاسنامہ کو اُس بند دعائیہ پر ختم کرتی ہوں جو برخوردار رسید انوارالرحمٰن بسمل ابن الابن پروین نے اُنہیں جذبات تشکر و امتنان کے زیر اثر جو اس عواطف خسروانہ سے میرے تمام گھر پر چھا گئے تھے تصنیف کیا تھا۔

بیاضِ صبح تا سادہ رہے اوراقِ امکاں میں | سوادِ شب کی تا تحریر ہو گردونِ گرداں میں
سکوت و خامشی جب تک ہو انجم کی شبستاں میں | رہی چاکِ سحر جب تک کہ مشرق کے گریباں میں

خلافت کا ہو پرتو شاہ آصف جاہ دوراں میں
نظام الملک امیر المومنین عثمان علی خاں میں



مراسلۂ محکمہ سرکار عالی علاقہ عدالت کوتوالی وامور عامہ واقع ۱۲ر خورداد سنہ ۱۳۲۶ ف

نشان مجاریہ ۱۰۵۵ مطابق ۳ر رجب المرجب سنہ ۱۳۳۵ھ

حسب الحکم سرکار عالی

از طرف محمد اکبر نذر علی حیدری اسکوائر بی۔ اے معتمد سرکار عالی۔

بخدمت اُم مشتاق بڑی بیگم صاحبہ المتخلص پروین۔ اہلیہ مولوی میر قربان علی صاحب مرحوم جے پور [باغ میر صاحب]

بجواب درخواست مورخہ ۱۷ر مارچ سنہ ۱۹۱۷ء نگارش ہے کہ آپ کی حسب استدعا آپ کا پیش کردہ مصنفہ دیوان بارگاہ خسروی میں گزرانا گیا۔

بذریعہ فرمان مبارک مرتبہ ۲۴ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ حکم خداوندی شرف صدور لایا ہے کہ مصنفہ کو بمد خلعت وتواضع پانچسو روپیہ کلدار عطا کئے جائیں اور اطلاع دی جائے کہ اُن کا دیوان خوشی کے ساتھ قبول کیا گیا۔

مثنی بخدمت پولٹیکل سکرٹیری صاحب بترسیل نقل فرمانِ مبارک مرتبہ ۲۴ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ نگارش ہے کہ براہِ کرم باتباع فرمان خداوندی رقم معطیہ کی روانگی کا انتظام فرماکر نتیجہ سے ایما فرمایا جائے۔ فقط

دستخط

معتمد عدالت وکوتوالی وامور عامہ سرکار عالی

قصیدہ بمدح حضور نظامِ شہریارِ دکن بالقابہ خلد اللہ ملکہٗ بہ تشکرِ قبولیت دیوان و عطائے پانصد روپیہ برائے خلعت و تواضع معہ فرمان

بہار آئی گھٹا چھائی ہے گلزارِ معانی پر
الف ہیں سرو دلکش دائرہ ہیں نرگس و نستر

معطر ہے دماغ بزم گلہائے مضامیں سے
منور ہی ایاغ بادہ اور سے نکلتے منور تر

طبیعت جوش پر ہی جوش میں ہیں عشرتیں پنہاں
مسرت زور پر ہی زور میں ہیں فرحتیں مضمر

قلم کے منہ سے بے قصد و ارادہ پھول جھڑتے ہیں
ورق سطحِ چمن نہر لبن ہے جدولِ مسطر

دلِ ممنونِ منت میں نسیمِ شکر چلتی ہے
کبھی اس سمت اٹھلا کر کبھی اُس سمت اترا کر

کبھی کرتی ہی تحسین انتظارِ نغمۂ مدحت
کبھی کہتی ہی آمیں جلد ہو دل سے دعا گستر

ثنا دل سے ابھی لب تک نہیں آنی رکتی ہیں
صدائیں آفرین تحسیں کے جیسی کانہیں گوہر

دعا لب سے نکلنے کو ہے آمادہ کہ گردوں سے
صدائیں آمیں آمیں کی ملک کرتی ہیں خوش ہو کر

مجھے تشبیب کے تحریر کا شوق اور میرے دلکو
ادائے شکرِ منعم کا تقاضا بیحد و بے مر

وہ منعم کون مقصودِ زمانہ مخزنِ دولت
وہ منعم کون ممدوحِ یگانہ قلزمِ گوہر

نہ بلکہ مخزنِ دولت مطیع اُس کی کنیزوں کا
نہ بلکہ قلزمِ گوہر نثار اُس کی غلاموں پر

ہمیشہ برکتیں نازل ہوں ہفت افلاک سے یارب
نظام الملک آصف جاہ عثمان علی خاں پر

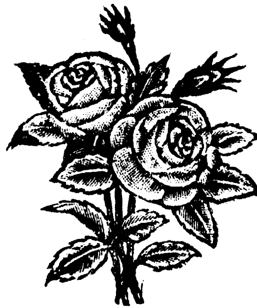
فلک پر جاکے لہرائے علم اُسکا وہ گردوں سا
عطارد جس سے شرمائے قلم اُسکا وہ جادوگر

اگر ہی بزم میں کاؤس ہے تو رزم میں رستم
اگر ہی صدر میں جمشید ہے تو قصر میں قیصر

اگر لے رزم میں ساغر بنادے بزم کا نقشہ
اگر لے بزم میں خنجر دکھادے رزم کا منظر

تیرے در سے رہے گلشن فضائے خاطر عالم	تیرے دل سے رہے روشن چراغ نیر انور
خدا کا تو ہی سایہ او خلایق تیرے سایہ میں	خدا کا تو ہی فرماں بر خلایق تیری فرماں بر
کریم اُسکو نہیں کہتے جو مانگے پر بھرے دامن	کریم اُسکو کہیں گے دے جو بے مانگے زر و گوہر
چنانچہ بے طلب یہ خلعت و اعزاز یہ پایہ	چنانچہ بے طلب یہ عزت و اکرام و جاہ و فر
فقط شاہ دکن کی حکم رانی کی ہی یہ برکت	فقط شاہ زمن کی قدر دانی کے ہیں یہ جوہر
کہ پروین نے لکھی یہ نظم تابندہ حرت میں	کہ پروین نے کئے یہ نجم قربان مہر انور پر

الہی تا ہے خورشید درخشاں میں درخشانی
رہیں شاہ دکن کے تابع فرماں مہ و اختر



تقریظ ریختۂ قلم جواہر رقم سرچشمۂ فیض اتم جامع العلوم والفنون کاشف رموز والبطون عالی جناب معلی القاب راجہ راجایان حضور سرکشن پرشاد بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای یمین السلطنت وزیر دولت آصفیہ متخلص بہ شاد دام اقبالہٗ

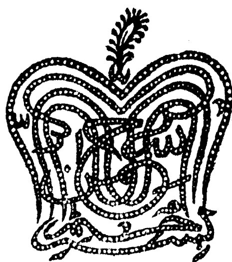
تقریظ

اپنے خیالات کو حروف کی اشکال میں مقید کرکے تقریظ دیوان پروین کے عنوان سے بطور تحفہ کے لایق مصنفہ کے پاس بھیجتا ہوں ظاہر ہے کہ رفتار زمانہ سے یہ سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کہاں ہیں قرون اولی کی وہ معزز و محترم شریف بیویاں جن میں عفت و عصمت اور ایثار و سخاوت کے علاوہ فضائل علمی کے ایسے بے بہا جواہر موجود تھے جن کے جھلک سے آج تک زمانہ کی آنکھوں میں چکا چوند آرہی ہے۔ کہاں ہیں سلاطین مغلیہ کی باوقار خواتین جن کے علمی خزانوں سے اب تک خدائی فیض یاب ہورہی ہے اور رہتی دنیا تک اُن کے فیوض جاریہ سے عالم سیراب ہوتا رہے گا۔ افسوس جس طرح نئی روشنی کے لمپوں نے قدیم روشنی کے جھاڑ فانوسونکو تاریکی کے پردہ میں چھپا دیا اُسی طرح علوم جدیدہ نے علوم قدیمہ کو جو حقیقتاً شمع ہدایت تھے نظروں سے اوجھل کردیا۔ یہی باعث ہے کہ شریفوں کی بیویاں زمانۂ حال میں علم کی دولت عظمیٰ سے بے بہرہ نظر آتی ہیں لیکن۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد　　خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اگرچہ زمانۂ حال میں علوم قدیم کی تعلیم یافتہ بیویوں کا وجود الشاذ کالمعدوم ضرور ہی تاہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمانہ ایسے پاک نفوس سے بالکل خالی ہے۔ فقیر شاد کے نزدیک ہی نہیں بلکہ معزز ناظرین کی روبرو بہی اس دعویٰ کی بیّن دلیل یہی دیوان پروین ہی جو پیش نظر ہے۔ اس کی مصنفہ لایقہ شاعرہ ام مشتاق۔ بڑی بیگم المتخلص بہ پروین ہیں۔ ان عفت مآب کا شجرہ حسبی و نسبی کالشمس فی النہار زمانی پرہیں روشن ہی۔ بیگم موصوفہ کے والد ماجد مولانا بالفضل اولٰنا مولوی سید غضنفر علی خاں صاحب مرحوم اور ان کے جد امجد تاج العلما قلزم علوم مولٰنا سید محمد نجف علی خاں صاحب مرحوم ہیں الحمدللہ بمصداق۔ ایں خانہ تمام آفتاب است اس خاندان کے تمام اراکین علوم و فنون میں ضرب المثل اور مشہور ہیں مولوی سخا صاحب کے بیان کی تصدیق سے معلوم ہوا کہ پروین صاحبہ کے لئے شاعری مایۂ افتخار نہیں بلکہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ صرف نحو رمل نجوم وغیرہ علوم متفرقہ کی مخزن ہیں۔ موزونیت طبع خداداد ہونے کے باعث کبھی کبھی فن شعر کا بھی شغل رہا اور رفتہ اس کو درجۂ کمال پر پہونچا دیا کلام بہ اعتبار جدت و مضمون آفرینی نہ محض اناث میں بلکہ عموماً اہل کمال کی نظر میں وقیع ہونا چاہی۔ فصاحت بلاغت سلاست میں اچھا پایا ہی۔ زبان و محاورات کے برمحل استعمال سے طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض ایک نامی شاعر کے لئے جن امور کی ضرورت ہی وہ من کل الوجوہ اس دیوان میں موجود ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی عمر ان کے علم میں برکت عطا فرمائے۔ اور شریف زادیوں کے لئے یہ نظم پروین شمع ہدایت بنے۔ آمین یارب العالمین

احقر۔ سرکشن پرشاد شاد



بعد حمد خالق انس وجاں و نعت سرورِ دو جہاں و منقبت آلِ اطہار و صحاب کبار ۔ بندہ سید مشتاق حسین ملتمس ہے کہ دیوان ہذا کے طبع کے اسباب اور مصنفہ صاحبہ کے مجمل حالات مناسب جانکر تحریر کرتا ہوں۔

مجمل حالات

مخدومہ محترمہ جناب والدہ صاحبہ مصنفہ دیوان ہذا کا لقب بڑی بیگم اور تخلص پروین کنیت ام مشتاق ہے۔ آپ ۱۱ر دسمبر ۱۸۶۶ء عیسوی مطابق ۱۰ر رمضان ۱۲۸۳ھ یوم پنجشنبہ قریب ۱۰ بجے دن کو دہلی میں متصل کالے محل پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد علامۂ زماں یگانۂ دوراں سید محمد غضنفر علی خاں صاحب غضنفر ابن افتخار سلف و اعتبار خلف مولانا سید محمد نجف علی خاں صاحب مرحوم المخاطب بتاج العلما قلزم علوم خان بہادر جھجر کے قاضی القضات تھے دہلی میں علوم تحصیل فرمائے آپ کے بزرگ عرب سے فیروز شاہ کے عہد میں ہندوستان میں آکر بہ عہدہ قضا ممتاز ہوئے تھے مگر قضا کی عزت بادشاہت کے ساتھ رخصت ہو جانے کی وجہ سے مولانا سید محمد نجف علی خاں صاحب نے عہدہ

قضا کو اپنے چچا زاد بھائی کے حوالہ کر کے بیس برس کی عمر سے گورنمنٹ کی ملازمت کی پھر اور اور موقعوں پر مختلف ملازمتیں بہت سی ریاستوں میں کیں۔ مرشد آباد میں عدالت العالیہ کے جج و داروغہ بیوتات اور نواب صاحب والی مرشد آباد کے اتالیق رہے۔ نیپچہ میں ایجنٹی کے میر منشی رہے ۱۸۴۲ء میں کابل کی لڑائی پر انگریزی فوج میں جنرل شا ورصاحب کے ساتھ ویسرائے اینڈ گورنر جنرل کے میر منشی کی حیثیت سے پنجاب سے گذرے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب والی پنجاب کو سرکاری فوج گزر جانے پر رضامند کر لینے کے صلہ میں خان بہادر کا خطاب پایا۔ پنجاب میں شاہ آباد کے تحصیلدار رہے۔ ٹونک میں شاہی خاندان کے اُستاد اور ناظم فوجداری بہ دفعات رہے اور ترقی پاکر عامل چھبڑا رہے۔ جودھ پور میں فوجدار (مجسٹریٹ درجہ اول) بھوپال میں مہتمم عدالت دیوانی و اپیل (سول جج) ریاست الور میں مفتی شہر رہے۔ بنارس میں حضور یمین الدولہ نواب محمد علی خاں صاحب والی ٹونک مقیم بنارس خلد آشیاں کے مصنفین کی خدمت پر رہے۔ جموں کشمیر میں مجسٹریٹ درجہ اول رہے۔

قبلہ و کعبہ اس پایہ کے فاضل تھے کہ علاوہ میرے تعریفی الفاظ کے خود اُن کے کارنامہ اور تصانیف اُن کی بے نظیری کے تحریری ثبوت اس وقت کتب خانوں میں اور واقف کاروں کی زبان پر موجود ہیں۔ علامۂ مرحوم سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں قاضی سید عظیم الدین خاں قاضی القضات و محتسب قصبہ جھجر کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ مفصلۂ ذیل زبانیں تبحر کے

ساتھ جانتے تھے۔

(۱) فارسی عربی آمیز (۲) دری یعنی خالص قدیم زبان فارسی (۳) پہلوی زبان (۴) اُستا زبان جس کو عموماً اہل علم ژند یا ژندی زبان کہتے ہیں (۵) عربی زبان اور عربی میں شہری۔ دیہاتی۔ قدیم جدید۔ سب جدا جدا (۶) عبرانی زبان جس میں توریت و زبور صحف قدیمہ ہیں (۷) اُردو اپنی مادری زبان ہے کیونکہ جھجر چھوڑ کر مرحوم نے دلی میں توطن اختیار کرلیا تھا اور وہیں علوم تحصیل فرمائے۔ بنارس سے حسب الطلب ولی نعمت و قدردان حضور نواب امین الدولہ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر والی ریاست ٹونک نور اللہ مرقدہٗ بعہدۂ نظامت فوجداری ٹونک میں آگئے تھے اور دیوان طبع اول میں مولانا سید محمد نجف علی خاں صاحب کا انتقال شوال میں لکھا ہے وہ غلط ہے۔ ۲۰ ذالحجہ ۱۲۹۸ھ میں ٹونک میں انتقال فرمایا۔ نواب صاحب کے باغ میں مدفون ہوئے۔ حسب الحکم نواب صاحب کے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

علامہ مرحوم کی کل تصانیف بقول خود اُن کے اور بقول اُن کے صاحبزادے یعنی نانا صاحب مرحوم کے جو علم و فضل میں اپنے والد ماجد کے مثل تھے ڈیڑھ سو کے قریب ہیں اور اُن میں کوئی کتاب سو پچاس صفحہ کی نہیں بلکہ بعض کی تعداد صفحات ہزار ہا تک ہے مثلاً تفسیر غریب تفسیر قرآن شریف بہ زبان فارسی ضخیم پانچ جلد کلاں تقطیع پر ہیں چار ہزار صفحوں سے کم نہیں مولانا مرحوم کی بہت سی تصانیف بوجوہ چند در چند تلف ہوگئیں اُس پر بھی اُن

میں سے کم ازکم سو کتابیں مصنفہ صاحبہ دیوان ہذا کے بھائیوں کے پاس دیکھیں اب بھی مخدومہ کے بھائیوں کے پاس پندرہ بیس کتابیں مطبوعہ اور پچاس یا ساٹھ غیر مطبوعہ موجود ہیں جن میں سے بعض کے نام مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) سحر الکلام عربی بے نقط شرح مقامات حریری چار جلدیں بجواب سواطع الالہام فیضی (۲) فتوحات عراق۔ برہان صدیقی فتوحات عجم۔ نظم فارسی بہ طرز شاہنامہ فردوسی تکملہ صولت فاروقی (۳) تفسیر غریب پانچ جلدیں (۴) شرح ژندو اُستا عربی فارسی اردو ہر فقرہ پزین زبانیں (۵) شرح دساتیر موسوم بہ سفرنگ دساتیر (۶) شرح حماسہ فارسی (۷) شرح مسی فارسی (۸) شرح چغمنی فارسی (۹) شرح قصیدہ بردہ فارسی (۱۰) شرح قصیدہ بانت سعاد فارسی (۱۱) دری کشا لغات دری (۱۲) دافع ہذیان قول فیصل بر قاطع برہان دساطع برہان وغیرہ (۱۳) درۃ التاج شرح فارسی نظم منہات ابن حجر عسقلانی (۱۴) تذکرہ شق القمر فارسی ثبوت عقلی و نقلی شق القمر (۱۵) دلائل نبوت احمدیہ عربی و فارسی (۱۶) توریت و انجیل نظم فارسی۔ (۱۷) ارمغان در علم قافیہ (۱۸) شرح تعزیراتِ ہند۔ فارسی (۱۹) اردو قصیدہ خمریہ (۲۰) تاریخ مرشد آباد فارسی (۲۱) فضائل صدیقی سوانح عمری حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (۲۲) فضائل فاروقی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضؓ (۲۳) فضائل مرتضوی حالات حضرت علی علیہ السلام (۲۴) کلمات مرتضوی ملفوظات حضرت مرتضیٰ علی رضؓ نثر و نظم فارسی

(۲۵) ترجمہ صواعق محرقہ فارسی (۲۶) قصۂ ہیرو رانجہ بطرز زلیخائے جامی (۲۷) وزیر نامہ نظم فارسی (۲۸) مثنوی فارسی مناقب ائمہ اثنا عشر (۲۹) شرح سبعہ معلقات فارسی (۳۰) مجموعہ لغات بے نقاط عربی (۳۱) شرح قصائد خاقانی (۳۲) شرح تحفۃ العراقین (۳۳) خواب مقناطیسی در علم مسمریزم (۳۴) سیاسنامہ (۳۵) رسالہ رد شیعہ (۳۶) قصیدۂ کبریٰ فارسی جواب قصیدۂ عظمیٰ فارسی مستقل رسالہ علامۂ مرحوم کو تفسیر بیضاوی اور ہدایہ پورا از بر تھا بیس ہزار اشعار شاہنامہ فردوسی کے زبانی یاد تھے مولانا مرحوم نے ایک وقت میں دو دو ملازمتیں کیں اور ۸۰۰ تک کی تنخواہ پائی آپ کے بعد آپ کے فرزند رشید مولانا سید محمد غضنفر علی خاں صاحب مرحوم آپ کے صحیح جانشیں تھے مگر قسمت میں ویسے نہ تھے صرف دو سو تک کی ملازمت کی۔ اور تالیف و تصانیف آپ کی بہت ہیں۔ چنانچہ تصانیف میں سے آپ کی بھی چند کتابوں کا نام لکھا جاتا ہے۔

(۱) ترجمہ انس جلیل عربی تاریخ بیت المقدس (۲) بعض مقامات حریری کی بے نقط شرح عربی جو سحر الکلام میں سے ضائع ہوگئی تھی (۳) ترجمہ اسکندرانی فارسی (۴) ترجمہ اسکندرانی اردو (۵) مثنوی فارسی ترجمہ الصادح والباغم نظم عربی (۶) کتاب در علم رمل (۷) مجموعہ قصائد بے نقاط عربی و فارسی اردو۔ غزلیات (۸) مجموعہ قصائد فارسی و اردو و مثنویات فارسی و اردو (۹) دیوان غزلیات اردو۔ اور اور تصانیف لکھنی بوجہ طوالت چھوڑ دی گئی مولانا صاحب مرحوم کی شادی انہیں

برس کی عمر میں اپنے رشتہ کے ماموں کی بیٹی نواب اکرام الدولہ کی پوتی سے ماہ ستمبر ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔ جو مخدومہ مصنفہ دیوان ہذا کی والدہ تھیں مخدومہ کے ننہالی بزرگ عرب سے ایران اور ایران سے ہمایوں بادشاہ جنت آرامگاہ کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوکر بہ عہد وزارت ممتاز ہوئے اور غدر تک بہ عزت و آبرو دلی کے رؤسا میں شمار ہوئے۔ غدر نے جہاں بادشاہت کے نشان کھو دیے اُن کے اراکین دربار کے بھی جہاز عظمت ڈبو دئے غدر سے کچھ عرصہ پہلے تک مخدومہ کے نانا حکیم میر احمد حسین خاں صاحب مرحوم معروف بہ چھوٹے میرن صاحب کے جد امجد میر صفدر علی صاحب مخاطب بہ نواب اکرام الدولہ صفدر خاں وزارت سابقہ کے یادگار اور علم و فضل میں یکتائے روزگار موجود تھے ان بزرگ نے غلبہ تصوف سے خود عہدۂ وزارت کو ترک کیا۔ یہ بزرگ حضرت شاہ نور الدین نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں پشت[1] میں پوتے ہوتے تھے محترمہ مصنفہ دیوان ہذا کی دادی میر جملہ جو شاہی رئیس وزیر تھے اُن کی اولاد میں ہیں (طبع اول دیوان میں میر عبدالرحیم کی اولاد ہونا غلطی سے لکھا گیا۔ اور آپ کی نانی بھرت پور کی سیدانی جنکا نسب بڑے پیر صاحب سے ملتا ہے۔ مخدومہ کے والدین کی شادی کے بعد ۱۲۸۰ھ ہجری میں آپ کے برادر معظم و محترم جناب مولوی سید محمد نظیر حسن خاں صاحب سخا ناظر اسلام تولد ہوئے اُنھوں نے اپنے

---

[1] طبع اول میں کاتب کی غلطی سے آٹھویں پشت تحریر ہوگئی ہے۔

والد مرحوم و جد مغفور اور نانا صاحب مرحوم اور دیگر علما و فضلائے عصر سے تعلیم پائی اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اجمیر شریف چھاؤنی نصیر آباد۔ ریاست جاورہ۔ حیدرآباد دکن وغیرہ کے مدارس میں ہیڈ مولوی ہیڈ ماسٹر اور فارسی کے پروفیسر رہے آپ پر فارسیت غالب رہی قاآنی کے پیرو ہیں۔ زبانوں میں عربی۔ فارسی۔ عبرانی۔ پہلوی۔ دری۔ گجراتی قدرے انگریزی و ژند بھی جانتے ہیں۔ آپ آجکل جیپور میں مہاراجہ کالج میں سلسلہ تعلیم میں مولوی ہیں۔

علاوہ ازیں بہت سے فنون و علوم میں طاق ہیں۔ محمڈن مشنری و معالج طرق مختلفہ ہیں ۱۲۸۱ ہجری میں آپ کے دوسرے بھائی مخدوم و مکرم مولوی سید امیر حسن خاں صاحب سہا محدث دہلوی رونق افروز بزم ہستی ہوئے۔ آپ نے والد مرحوم و جد مرحوم سے تکمیل کی اور مولانا مولوی علی احمدؒ صاحب محدث مرحوم و مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث ٹونک سے سند حدیث حاصل کی آپکو آیندہ سند حدیث عطا کرنے کے لئے بھی اجازت ہے۔ طبابت آپ کا خاندانی علم ہے اُسکو آپنے اپنے نانا صاحب مرحوم حکیم میر احمد حسین خاں صاحب دہلوی اور حکیم برکت علی خاں صاحب مرحوم جیپوری سے حاصل کیا۔ آپ کو قبلہ و کعبہ عارف ربّانی مرشد صمدانی حضرت مولوی میر قربان علی صاحب سے سند خلافت بھی حاصل ہے۔ آپ جیپور میں مدرس و انسپکٹر مدارس رہے۔ ریاست ٹونک میں ہیڈ مولوی۔ ہاؤس ماسٹر۔ قائم مقام پرنسپل نائب ناظم سائرات۔ قائم مقام ناظم سائرات رہے۔ اسکے بعد کئی برس تک گوالیار۔ بڑودہ۔ بمبئی وغیرہ میں مطب کرتے

رہی۔ اب جیپور میں سپرنٹنڈنٹ ہنڈا بھاڑہ ہیں آپ کی تصانیف میں سے اردو ترجمہ تفسیر احمدی طبع ہو چکا ہے۔ اور ترجمہ تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی طبع ہونے والا ہے۔ آپ قصائد فارسی میں عرفی کے پیرو ہیں اور نثر میں ظہوری و طاہر وحید کا تتبع کرتے ہیں۔ آپ کے بعد محترمہ مصنفہ پیدا ہوئیں جنکی تاریخ پیدایش اوپر لکھی جاچکی آپ کے کئی سال بعد آپکی بہن پیدا ہوئیں جو اکثر ہنروں سے واقف عقل و تہذیب میں کامل انتظام خانہ داری سے ماہر لکھنے پڑھنے میں معذور نہیں شاعری میں مجبور نہیں اُنکی شادی مکرمی منشی سید امراؤ علی صاحب سے ہوئی جو نواب بدن پورہ کے بھانجے ہیں۔ خالہ صاحبہ مکرمہ کی ہاں بعد انتظار بسیار دو بچے پیدا ہوئے تھے لڑکی لاڈلی بیگم سات سال کی ہو کر رحلت کر گئی وہ نہایت عقیل ذہین و حسین تھی اُسکے صدمہ سے خالہ صاحبہ بھی جانبر نہوئیں رفتہ رفتہ گھل گھل کر اس دار فانی سے جبکہ لڑکا برادر عزیز سید الطاف حسین سلمہ ساتویں برس میں رخصت ہو گئیں اُنکے انتقال کا حال آیندہ صفحات میں درج کیا جائیگا۔

مختصر حالات مصنفہ مکرمہ

آپ قدرتی طور پر نہایت ذہین واقع ہوئی ہیں جب آپ چھٹے سال میں شروع ہوئی تھیں جب آپ کے دادا صاحب چاندی کے حروف بنے ہوئے آپ کے بھائیوں کو دکھا رہے تھے آپ بار بار کہتی تھیں کہ ابا جان الف کیا ہوتا ہے اُنہوں نے الف آگے رکھدیا اور فرمایا کہ یہ الف ہے اُس پر آپ نے کہا یہ تو چاندی ہے الف بتائیے کیا ہوا اس کا مطلب کیا ہے اُس پر آپ کے دادا صاحب نے فرمایا کہ یہ لڑکی نہایت عقلمند

اور ذہین ہوگی اور پھر دیر تک طرح طرح سے سمجھاتے رہے۔ اُنھی دنوں میں دوپہر کے وقت سب سوتے تھے صرف آپ کی والدہ اور مغلانی بیٹھی تھیں آپ دالان میں بیٹھی کھیل رہی تھیں ایک سیاہ سانپ تخمیناً دو گز دراز کونے میں بیٹھا تھا آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھجلی تھی اُس کو سانپ پر پھیر کر کہا کہ بھائی ہیا کھائے گا بھائی ممّا پیئے گا سانپ سر اُٹھا کر پھن ہلاتا تھا اور پھر دیوار پر رکھ لیتا تھا پھر آپ چھجلی پھیرنے لگتی تھیں اور وہی الفاظ دُہراتی تھیں اتنے میں آپ کی والدہ کی نظر پڑی وہ گھبرا کر چیخنے لگیں سب گھر والے آ گئے آپ کی نانی صاحبہ نے جلدی سے گود میں اُٹھا لیا آپ کے دادا صاحب سہ پہر کو گھر میں آئے یہ سُنکر بہت کچھ صدقہ وخیرات کیا اور فرمایا کہ بیٹا تجھے ہابو سے ڈر نہیں لگا اُس پر کہا کہ ابا جان مجھے تو اچھا معلوم ہوا دادا صاحب نے فرمایا کہ اگر کاٹ کھاتا تو کیا کرتی کہا کہ میں بھی لسے کاٹ کھاتی اُس پر وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ شاباش ڈر کی بات کچھ نہیں ہے ڈرنا نہیں چاہئے بچنا چاہئے اس کے بعد فرمایا کہ یہ میری خوش نصیب بہادر لڑکی ہوگی نورجہاں بیگم کی طرح سانپ نے اس کی بھی حفاظت کی ہے۔

تعلیم کا بیان

بعد تقریب رسم بسم اللہ آپ کو پڑھنے بٹھایا تو پہلے دن تختی الف بے کی پہچاننے کے بعد ہر روز ایک تختی بے تکلف آپ سنا دیا کرتیں بہت

جلد قاعدہ ختم کرکے قرآن شریف پڑھنے لگیں سوا دو سیپارہ پڑھکر سارا
قرآن شریف فرفر پڑھنے لگیں سارے کلام پاک کو سبق کے طور پر آپ کو پڑھنے
کی ضرورت ہی نہوئی آج تک خدا کے فضل سے روز تلاوت کرتی ہیں قرآن
کریم ختم ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک آپ کی والدہ صاحبہ نے پڑہانے کی
طرف توجہ نہ کی مگر آپ خود ہی کتابیں دیکھتیں اور ورق گردانی کیا کرتیں
اور باریک کاغذ کتاب پر رکھکر اُس پر لکھتیں کتاب کا خاکہ کھینچا کرتیں ایک
روز ایک کتاب کا خاکہ اُتار کر اپنے بڑے بھائی کو دکھا کر کہا کہ بھائی جان
دیکھئے مجھے لکھنا آگیا وہ دیکھکر خوش ہوکر فرمانے لگے کہ اس کو پڑھو تو تم
پر یہ کہا کہ مجھے پڑہنا نہیں آیا صرف لکھنا آیا ہے اس پر آپ کے بڑے بھائی
قبلہ نے ہنسکر فرمایا کہ اچھا ہم تمہیں پڑھنا سکھا دیں گے اُسی دن سے کوئی
چھوٹی سی اُردو کی کتاب شروع کرادی اُس کتاب کا ڈیڑہ صفحہ پڑھا کر پھر
حکایات الصالحین شروع کرادی اس کا بھی ڈیڑہ صفحہ پڑھا تھا کہ پھر کسی سبب
سے پڑہنا موقوف ہوگیا مگر آپ برابر کتابیں دیکھتی رہیں یہانتک کہ اُردو
کی ہر کتاب اچھی طرح پڑہنے لگیں خطوط بھی صاف صاف لکھے ہوئے
پڑہ لیتیں اور ضرورت کے لایق لکھ بھی لیتیں تھیں اپنے مردوں میں سے
جو مل گیا خطوط پر اصلاح لیلی حتیٰ کہ اچھی طرح خط کتابت کرنے لگیں چودہویں
سال آپ کے نانا صاحب مرحوم نے فارسی شروع کرادی بعد تکمیل فارسی
طب شروع کرادی آپ کے نانا صاحب مطب میں سے دو چار بیمار عورتوں
کو ساتھ زنانہ میں لاکر آپ کو قارورہ دکھاتے نبض دکھا کر کیفیت بیان کرتے

ہر بات بتاتے نسخہ لکھواتے اور پھر چند روز بعد آپ سے نبض قارورہ دکھا کر سوال کرتے نسخہ تجویز کرا کے دیکھتے خوش ہوتے اور بہت تعریف کرتے اصلاح کے موقع پر اصلاح کرتے اس کے بعد آپ کو علم قیافہ و علم تعبیر کا شوق ہوا اور اس میں بیحد انہماک ہوگیا جوئیندہ یابندہ کی مثل صادق ہوئی خدا نے خاص طور پر آپ کو یہ دونوں علوم عطا فرمائے چنانچہ تعبیر کا یہ حال ہے کہ تعبیر نامہ دیکھنے کی حاجت نہیں آپ نے اصول سمجھ لئے ہیں جو تعبیر بتاتی ہیں وہی ٹھیک ہوتی ہے اور سارے کنبہ کے مرد و عورت آپ سے خواب کہتے اور تعبیر لیتے ہیں حتیٰ کہ آپ کے عالم فاضل بھائی تک بھی اور آپ کے والد اور آپ کے شوہر جناب قبلہ میر قربان علی صاحب مرحوم بھی آپ ہی سے خواب کہکر تعبیر دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ کے شوہر کے مریدوں کے جتنے خواب ہوتے وہ سب کی تعبیر آپ سے ہی دریافت کرکے تحریری ہوں یا تقریری جواب دیا کرتے تھے۔ قیافہ کا یہ حال ہے کہ کبھی آواز سُنکر یا محض ذکر سُنکر جس کسی کی نسبت مزاج عادات کے بارہ میں جو حکم لگا دیا کبھی خطا نہوا انسان کی صورت دیکھکر اس قدر حال بیان کر دیتی ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے اُس میں غلطی کبھی اتفاقی ہوئی ہوگی جو میرے حافظہ سے باہر ہے اور اس میں آزمائش کے طور پر آپ سے لوگوں نے گھر والوں نے بارہا دریافت کیا اور صحیح پایا چنانچہ آپ کے چھوٹے بھائی صاحب قبلہ و کعبہ مولانا سید امیر حسن صاحب سہا فرمانے لگے کہ بوا نعوذ باللہ کیا تم پر وحی نازل ہونے لگی ہے جو کہتی ہو بالکل ٹھیک

ہوتا ہے اور پھر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمہارے پاس کیا ذریعہ ہے جس سے تمہیں ایسا صحیح معلوم ہو جاتا ہے جو اوروں کی عقلوں کے خلاف ہوتا ہے ناواقف تو بہت سے نجوم کا گمان کرتے ہیں مگر میں تو خود نجومی ہوں تمہاری اور نجوم کی حقیقت سے واقف ہوں مگر تمہاری عقل میں صحیح پیمانہ پر بات آجانے کی حقیقت معلوم نہیں آپ نے کہا کہ بھائی جان قیاس سے عرض کرتی ہوں خدا کا فضل شامل حال ہے وہ قیاس ٹھیک قایم کراتا ہے۔ نجوم ورمل تھوڑی سی آپ نے اپنے والد سے حاصل کی۔ بندوق۔ تپنچہ لگانا اعلیٰ پیمانہ پر نشانہ لگانے میں گھوڑے پر چڑھنا آپ نے اپنے چھوٹے بھائی صاحب قبلہ سہا سے سیکھا۔ باوجود تمام علمی مشاغل کے کبھی کار خانہ داری سے غافل نہ ہوئیں آپ خانہ داری میں اعلیٰ درجہ پر منتظم وہنرداں ہیں۔ سینا۔ ہر طرح کا مردانہ زنانہ لباس قطع کرنا بہت سے قسم کا گوٹے ٹھپہ۔ کاٹا۔ تکنا۔ بہت قسم کا کاڑھنا اور کھانا پکانے میں اس درجہ کامل ہیں کہ بیسیوں قسم کے نئے نئے کھانے پکانے جانتی ہیں۔ ادنیٰ کھانے سے اعلیٰ کھانے تک میں عاجز نہیں اور سب کا آب و نمک درست ہوتا ہے ہر کھانا آپ کے ہاتھ کا اور اچار۔ مربے چٹنیاں وغیرہ لذیذ ہوتے ہیں اکثر فنون آپ نے اپنے بڑے بھائی صاحب قبلہ وکعبہ سخا صاحب سے سیکھے ہیں۔ کاغذ کے۔ برنجی تاروں کے پھول پتے۔ ہار۔ گلدستہ۔ اور بہت سے ہنر سب قبلہ سخا صاحب سے ہی حاصل کئے ہیں کئی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں جو بعض مطبوعہ وبعض غیر

مطبوعہ وبعض علالت کی وجہ سے ناتمام ہیں۔

تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں

رسالہ صلاح والدین مطبوعہ۔ اخلاق المحسنی کا ترجمہ۔ ترجمہ احیاء المیت فی فضائل اہلبیت۔ سفرنامہ حجاز رسالہ طب موسوم بہ علاج المرضا بالماء والغذا۔ اور اور مضامین کے بھی چھوٹے کئی رسالہ ہیں کچھ تمام وکچھ ناتمام۔

مخدومہ اخلاق مجسم ہیں بے انتہا مہمان نواز اپنی جان کو جان نہیں سمجھتیں اس قدر میزبانی میں مصروف ہو جاتی ہیں کہ سب حیرت کرتے ہیں ہر شخص کی خاطر و توقیر اُس کے حق سے زیادہ ملحوظ رکھتی ہیں بڑوں کا بیحد ادب کرتی ہیں اور نیاز سے پیش آتی ہیں اور چھوٹوں پر نہایت شفقت ومحبت انہی اسباب سے جس کسی نے آپ کو دیکھا اور جو بیبیاں ملیں اُن میں سے اکثر نے یہی کہا کہ ہم نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا کہ اتنی خوبیاں جس میں موجود ہوں۔ دشمن تک بھی آپ کی خوبیوں کے معترف ہیں۔ میکے اور سسرال کے سب کنبہ والے آپ کو انتہائے عزت ومحبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ باوجود شوق علم و ہنر اور کثیر المشاغل ہونے کے کبھی آپ روزہ نماز سے غافل نہوئیں تصوف کا ہمیشہ آپ کو شوق رہا آپ کو اپنے شوہر قبلہ وکعبہ سالک مسلک طریقت ہادی راہِ ہدایت شیخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مولوی سید قربان علی صاحب مرحوم مغفور رئیس آگرہ و سابق ممبر کونسل ریاست جے پور سے بیعت ہے اُنہی سے تمام مسائل تصوف رات دن دریافت کرتی رہتی تھیں اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ

علیہ آپ نے سبقاً سبقاً پڑھی۔

مخدومہ کے سسرال کے حالات

حضرت مرشدنا اس پایہ کے درویش تھے کہ بیسیوں شہر دیکھے ہندوستان سے لیکر عرب تک کی زیارت کی مگر نہ ویسی کسی کی با اثر توجہ دیکھی نہ ایسا کوئی درویش دیکھا امیری میں فقیری و نفس کشی بہت دشوار ہے خدا داد حصہ بہت کم ملتا ہے۔ یہ خدا نے آپ کو بالخصوص عطا فرمایا اور مکرمہ کو بھی تصوف و عبادات کا شوق ہمیشہ سے ہے۔ سچ ہے۔

الطیّبات للطیّبین والطیّبون للطیبات ۔حضرت کو مثنوی کا نہایت شوق تھا ہمیشہ اپنے گھر میں باصرار مخدومہ سے پڑھوا کر سنتے اور نہایت خوش ہوتے آپ کو خدا نے جیسی حسین صورت عطا فرمائی تھی ویسے ہی اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ بھی قدرت کے فیاض ہاتھوں سے بافراط عنایت ہوئے تھے آپ نے کبھی جوانی میں شاعری بھی فرمائی تھی۔ نسیم تخلص فرماتے تھے۔ اب بھی اور استادوں کی اردو فارسی کے اشعار ہزارہا آپ کو یاد تھے ہمیشہ آپ سے نئے نئے اشعار سنکر تعجب ہوتا تھا کہ حافظہ کس قدر باوجود ضعیفی کے اچھا قوی ہے خود تو شاعری چھوڑ دی تھی مگر مخدومہ سے ہمیشہ طرح دیکر غزلیں لکھواتے تھے نہایت سخن فہم شیریں سخن آپ کے اشعار پڑھنے میں نہایت متانت و نرمی تھی علاوہ ازیں ایک آن ایسی تھی کہ سننے والوں کو محویت ہوجاتی تھی۔

حضرت قبلہ عالم بخاری سید تھے حضرت سید جلال الدین حیدر سرخ بخاریؒ
کی اولاد سے ہیں جناب والا شاہان مغلیہ کے وقت میں بخارا سے
دہلی تشریف لائے اور نہایت اعزاز سے ایک عرصہ تک مقیم رہے حتیٰ
کہ حضرت مرشدنا کے دادا میر ذوالفقار علی صاحب نے دہلی چھوڑ کر لکھنؤ
میں سکونت اختیار کرلی مگر آپ کے والد میر فتح علی صاحب نے لکھنؤ کی
کی رسالداری ترک کرکے کول چلے آئے کول علی گڑھ کے قریب قصبہ اترولی
میں سادات وسطیٰ میں شادی کرکے قصبۂ مذکور میں قیام کرلیا حضرت
قبلہ وکعبہ بھاگن سدی دسویں سمت ۱۹۰۳ء میں بمقام قصبۂ اترولی تولد ہوئے
بعد تربیت وتعلیم مختلف ملازمتیں کرکے آگرہ میں وکالت کرنے لگے اور آگرہ
میں جائداد کثیر خرید کر توطن کرلیا چونکہ نواب سر فیض علی خاں صاحب بہادر
رئیس مکرم وزیر اعظم جے پور خلد نشیں سے گہرے روابط قلبی اور طرفین
سے محبتیں تھیں اور قدیمی نواب صاحب کے غمخوار بھی تھے نواب صاحب
بالقابہ نے بڑے مہاراجہ صاحب رام سنگھ جے سری حضور سے ملاقات
کرائی سری حضور بالقابہ اور نواب صاحب کے باصرار فرمانے سے جے پور
میں پہلے اجنٹی کے میر منشی ہوئے پھر ممبر کونسل ہوئے پھر نواب صاحب
کے بعد چند روز وزارت کا کام کیا۔ بعد سری حضور کے چونکہ ضعیف تھے اور
غلبۂ تصوف سے کار دنیوی ناگوار تھا پنشن لیلی بعد حج وزیارت مدینہ منورہ
گوشہ نشینی ویاد الٰہی میں عمر بسر کی قبلہ عالم پہلی بیوی صاحبہ مرحومہ سے
ایک صاحبزادہ مخدوم مکرم مولوی سید عبدالرحمٰن صاحب دام مجدہم ناظم راہداری

ریاست جے پور ہیں جو لیاقت کے ماہتاب اتقاو پرہیزگاری کے آفتاب اپنے والد ماجد کے خلیفہ و جانشیں ہیں۔ متین وامین۔ کریم و متواضع کنبہ پرور۔ خلیق۔ مہماں نواز۔ آپ مخدومہ سے دلی ہمدردی محبت و تعظیم تکریم سے پیش آتے ہیں جس پر مخدومہ نہایت خوش وشکرگزار ہیں۔ حضرت منتظم صاحب کے چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ جو ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے راقم کے ٹھیک ہمسن ہیں مولوی سید انوار الرحمٰن نام ہے بسمل تخلص کرتے ہیں ریاست میں نائب ناظم ہیں جوان صالح رشید وسعید۔ ذی علم۔ عقیل۔ فہیم۔ شاعر نازک خیال۔ منتظم۔ امین۔

مخدومہ کو اپنی دادی نہیں حقیقی والدہ کی جگہ جانتے ہیں اور مخدومہ بھی بے انتہا اپنے پوتے و صاحبزادہ صاحب سے قلبی محبت رکھتی ہیں اور ہردم خوشنودی کے خواہاں رہتے ہیں حضرت قبلہ عالم مرحوم سے قریب قریب سارے کنبہ کو بیعت ہے حضرت کی دو صاحبزادیاں تھیں بڑی صاحبزادی بفضلہ تعالےٰ حینِ حیات ہیں اہلیہ میر محمد شفیع صاحب کپتان مرحوم آپ کے دو فرزند ہیں سید وصی احمد و سید آل احمد اور چھوٹی صاحبزادی اہلیہ ناظم مقدس علی صاحب افسوس کہ اُن کا انتقال ۱۹۱۰ء میں بماہ ذیقعدہ ہوگیا۔ مرحومہ کی دو صاحبزادیاں ہیں بڑی اہلیہ مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل ہیں۔ حضرت قبلہ عالم کے حالات کا جداگانہ تذکرہ بھائی مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب نے طبع کرا لیا ہے اس لئے مجمل حالات لکھے گئے۔ ایک روز مخدومہ نے حضرت قبلہ سے عرض کیا

کہ اتروﻟﯽ میں اپنے پیرو مرشد حضرت عبدالصمد خاں صاحب رحمتہ کے مزار کی مجھے بھی زیارت کرا دیجئے حضرت نے فرمایا کہ خالی زیارت کیا کروگی اُن کی شان میں اگر قصیدہ کہو تو زیارت کرا دیں مخدومہ نے فوراً قصیدہ کہا دوسرے دن صاف کر کے قصیدہ سنا دیا آپ قصیدہ سُنکر بہت خوش ہوئے بھائی سید انوار الرحمٰن صاحب کو بلا کر فرمایا تم یہ قصیدہ سنو اور اپنی دادی اماں کو حضور کے مزار پر اترولی لیجاؤ۔ چنانچہ مخدومہ نے اترولی جاکر مزار مبارک پر حاضر ہو کر قصیدہ پڑھا عجیب کیفیت طاری ہوئی جو بیان سے باہر ہے اترولی سے واپس آنے پر حضرت قبلہ نے اُس قصیدہ کو پیسہ اخبار میں طبع کرا دیا۔ مخدومہ اگرچہ عمر بھر طرح طرح کے صدمات میں مبتلا رہتی ہیں اگر آپ کی سوانح عمری پوری لکھی جائے تو سراپا درد ہو مگر باایںہمہ خوش مزاج تبسم چہرہ ادب و تہذیب شرم و حیا کا پہلو لئے ہوئے لطیفہ گوئی حاضر جوابی و مذاق کرتی رہتی ہیں۔ حضرت قبلہ بھی خوش مزاج تبسم چہرہ و لطیفہ سنج تھے۔ ایک روز مخدومہ نہا کر کمرے میں آکر کھڑی ہوئیں حضرت قبلہ باہر سے آکر دوپہر کو لیٹنے کے لئے انگرکھے کے بند کھول رہے تھے مخدومہ کی طرف دیکھکر فرمایا ؎

چوں زلف را کشادی تاریک شد جہانے　　اکنوں فتادہ شام غریباں کجا روند

اس کے جواب میں فوراً مخدومہ نے پڑھا۔ ؎

خدارا اے انگار نازنیں بند قبا وا کن　　تکلف برطرف لخت درآغوش دلم جا کن

اس پر حضرت بہت خوش ہوئے ایک روز مخدومہ حسب عادت التسبیح

پڑھ رہی تھیں اب بھی اکثر تسبیح پڑھتی رہتی ہیں اور با وضو رہتی ہیں قبلہ
عالم تو ہر وقت ہی با وضو رہتے تھے۔ حضرت نے فرمایا ؎

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس کے جواب میں مخدومہ نے کہا۔ ؎

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحق کرامت گناہگار انند

ایسے لطیفہ گھر میں رات دن سینکڑوں حضرت کی زندگی میں ہوتے
تھے جس میں سے بطریق نمونہ یہ دو لکھے گئے۔ مخدومہ کے ایک ملنے والے
نے اپنے رقعہ میں منجملہ بہت سی تعریفوں کے ایک یہ شعر لکھا تھا جو راقم
کو پسند آیا اور صحیح معلوم ہوا۔ ؎

شوخی میں تمکنت ہی تو ہی نازیں نیاز تعلیم تم نے پائی ہے لچھے ادیب سے

مخدومہ کے والد صاحب نے ایک روز فرمایا کہ نواب صاحب والی
ٹونک بالقابہ کے سال گرہ کا قصیدہ ہم نے لکھا ہے تم بھی لکھو دیکھیں
تم کیسا لکھتی ہو حسب ارشاد آپ نے قصیدہ لکھکر آٹھویں روز ڈرتے
ڈرتے شرم سے سر جھکا کر چپکے سے اپنے والد کے آگے رکھدیا۔ اُنہوں نے
دیکھا اصلاح کے موقع پر اصلاح کی جب اس شعر پر آئے تو۔

ہر اک گرہ میں ہو عمر ابد کا سرمایہ
رہے تو زندگی جاوداں سے برخوردار

بہت خوش ہوکر فرمایا کہ یہ بیٹی نہیں ہے بیٹا ہے خدا کا شکر ہے کیا اچھا کلام ہے اگر میرے ہاتھ میں عمر بھر قلم رہے اور یہ قصیدہ تو صادی کئے جاؤں مرشدنا حضرت قبلہ وکعبہ نے ۳ رجب ۱۳۲۵ھ ہجری میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال کے تیسرے سال ۱۹۰۹ء ۱۲ اکتوبر مطابق ۲۶ رمضان ۱۳۲۷ھ ہجری مخدومہ نے بحالت سخت علالت عزم سفر حج کیا گو سب ایسی علالت کی حالت میں منع کرتے تھے اور صحت کے انتظار کے سب متقاضی تھے اور سب یہی کہتے تھے کہ یہ ارادہ ہمت سے بالاتر ہے مگر چونکہ مخدومہ کو امید زندگی نہ رہی تھی اس وجہ سے باصرار چلنے کو کہتی تھیں آخر گود میں لیکر سواری میں بھائی سید انوار الرحمٰن صاحب نے ڈالا۔ ریل میں راقم نے گود میں لیکر لٹایا غرض ایسی حالت میں روانہ ہوگئیں اپنے کنبہ کے ہمراہی کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ مولانا قبلہ بڑے ماموں صاحب جناب سخاؔ۔ اُن کی اہلیہ صاحبہ مخدومہ کی چھوٹی بہن۔ اور ان کی چار سالہ لڑکی ڈیڑھ سالہ لڑکا خالو ابا صاحب و بھائی صاحب مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بسملؔ و راقم و مخدومہ کی بہو میری اہلیہ علاوہ ان گھر والوں کے خدمتی لوگ تھے سب کے ہمسفر ہونے سے آرام سے سفر مبارک پورا ہوگیا۔ یہاں باوجود علاج کے بھی صحت سے ناامیدی تھی خدا نے اپنے فضل سے مخدومہ کو غیر معمولی اس مبارک سفر میں صحت وطاقت عطا فرمائی بعد زیارت حرمین شریفین و شرف حج و عمرہ ہندوستان میں بخیریت واپس آنے پر چونکہ مخدومہ کو تصوف و زیارت مقابر کا بہت شوق

ہے ہندوستان کے بہت سے مزارات کی زیارات کیں۔ اور فائدہ اُٹھایا
بعض بعض حضرات کا خیال ہے کہ عورتوں کو مزارات پر جانا جائز نہیں
ہے یہ بجا ہے ایک حدیث ایسی ہے مگر بعد کی حدیث شریف اس کو منسوخ
کرنیوالی بھی موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قبروں میں میں نور اور برکت دیکھتا
ہوں میری اُمت قبروں پر جائے اور فاتحہ پڑھے اس میں عورت و مرد کی
خصوصیت نہیں عام حکم ہے۔

ایک حدیث شریف یہ ہے کہ (عورتیں قبرستان میں مُنہ چھپا کر جائیں کہ مردہ
زندہ کی طرح دیکھتا ہے۔ قبرستان میں محرم و نامحرم سب روحیں آتی جاتی رہتی
ہیں اس حدیث شریف سے خصوصیت سے مستورات کے جانے کی اجازت
کھُلی ہوئی صاف معلوم ہو رہی ہے۔

حدیث مبارک دیگر نقل بہ قدر ضرورت) عن بریدہ
قال۔ قال رسول اللہ صلعم نہیتکُم عن زیارت القبور فزوروھا۔
(رواہ مسلم) ترجمہ۔ بریدہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات سنے فرمایا
ہی کہ میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب تم مزارات کی زیارت
کیا کرو۔ یہ حکم عام ہے اس میں عورت یا مرد کی تخصیص نہیں۔

وجہ طبع دیوان ہذا

جس طرح آپ کو ہمیشہ پڑھنے کا شوق رہا ہے حتیٰ کہ قبلہ عالم کے چہلم کے روز آپ کی عربی کی ایک کتاب جو بھائی سید انوار الرحمٰن صاحب سے پڑھتی تھیں ختم ہوئی ہے اُس کے بعد افکار و امراض کی وجہ سے اور کتاب شروع نہ کر سکیں جس کا ہمیشہ افسوس کرتی ہیں۔ اسی طرح بچپن سے آپ کو شاعری کا بھی شوق رہا ہے جب میں نے دیکھا کہ آپ کا کلام شوقیہ کہتے کہتے کثرت سے جمع ہو گیا ہے اور تلف ہو جانے کا بھی خوف ہے جیسا کہ بہت ہو چکا ہے طبع کرانے میں حفاظت بھی ہو جائے گی اور ترتیب بھی ہو جائیگی۔ اِدھر میرے دوستوں نے مجھپر تقاضہ اور اصرار کرنا شروع کیا کہ اپنی والدہ کا کلام طبع کرالو اس پر میں نے ایک روز مخدومہ سے عرض کیا کہ تقریباً محض آپ کی غزلیں تین سو موجود ہیں ردیف کی اہتمام کے لئے چند ہی غزلیں آپ کو اور کہنی ہونگی اگر آپ یہ کہدیں تو دیوان کی صورت میں آپ کا کلام طبع کرالیں تاکہ محفوظ ہو جائے دوست احباب بھی مجبور کر رہے ہیں اور میرا دل بھی بہت چاہتا ہے۔ اُس کے جواب میں فرمایا کہ مستورات کا کلام چھپنا نہیں چاہیئے کیونکہ مستور کے معنی پوشیدہ کے ہیں پوشیدگی کا مقتضا بھی یہی ہے کہ صورت آواز۔ کلام سب کچھ پوشیدہ رہے۔ میں نے عرض کیا کہ بالکل بجا فرمایا مگر ہر عمر کا مقتضا جدا ہے آپ کی عمر تو قریب قریب شرعاً پردہ اُٹھ جانے کے ہے۔ دوسرے اظہار کلام تو شرعاً

منع نہیں حضرت بیوی فاطمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت بیوی زینب و بیوی کلثوم و بیوی سکینہ رضی اللہ عنہا کا نثر و نظم موجود ہے اُن سے زیادہ عزت و عصمت کس کی ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت قبلہ نے خود آپ کا قصیدہ طبع کرا دیا تھا۔ مخدومہ نے فرمایا کہ دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک جاہل عورت ہوں دو حرف پڑھ لینے سے عقل کا نقص یا جہالت کا داغ مٹ نہیں سکتا اپنا دل بہلانے کو جو چاہا کہہ لیا اپنے کنبہ کے محبت کرنیوالوں نے سُنکر محبت و اخلاص سے واہ واہ کہدیا یا جاہل بیویوں نے بہت سی داد دیدی تو کیا ہے من آنم کہ من دانم زنانی دنیا میں عموماً جہالت ہے اُس میں اتنے کہنے والے کو غنیمت سمجھیں بھی تو کیا تعجب و قابل اطمینان ہو سکتا ہے۔ **شعر**

میاں ناسخ دیار لکھنؤ میں مگر ہاں پُربیوں میں خوش بیاں ہیں

جن دنوں میں طبع دیوان ہذا کا میں اصرار کر رہا تھا اُن ہی دنوں میں مخدومہ کے چند ملنے والی معزز خاندان کی لکھی پڑھی بیویاں نواب زادیاں بھی یہی اصرار کرتی تھیں کہ آپ کا دیوان طبع ہونا چاہیئے۔ بھائی سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل بھی کئی بار وقتاً فوقتاً مصر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ شوقیہ اب تک کہا اُس میں سے بہت ایسا بھی ہے جس کو کسی نے ابتک نہیں دیکھا عروض میں جو کچھ پڑھا اپنے بڑے بھائی صاحب قبلہ سے پڑھا اکثر اُن ہی سے اصلاح لی کبھی چھوٹے بھائی جان قبلہ سے بھی اصلاح لی کبھی ابا جان سے لی کبھی شرم کی وجہ سے

یا تکلیف دینے کے لحاظ سے نہ دکھا سکی یا میری شاعری کے انہماک سے دیکھا کہ دونوں بھائی صاحبان ناخوش ہیں تو مُنہ نہ پڑا کہ انکو دکھاتی اِن ان اسباب سے تمام وکمال کلام میرا مردوں کا دیکھا ہوا نہیں ہے اور برخوردار میاں سید انوار الرحمٰن سلمہٗ دیکھیں اُن کی عدیم الفرصتی سے بہ امید نہیں ہے اگرچہ بعد انکساری الفاظ کے برادر مذکور نے اقرار بھی کیا مگر بوجہ اورا ور مشاغل ملازمت وتصوف وغیرہ کے وہ بھی نہ دیکھ سکے میں نے عرض کیا کہ آپ خود نظر ثانی کریں آپ کا کلام ہجو کے قابل نہیں ہے اور یوں تو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فضلنا بعضکم علیٰ بعض ۔جب ایک پر دوسرے کو فضیلت ہے تو پھر اپنے سے بہتر کے خوف سے دنیا میں کوئی بھی قلم نہ اُٹھائے آپ کے عذر کا جواب خود آپ کی رباعی دے رہی ہے۔

رباعی

ہر بحر میں ہو آب بقا ممکن ہے ہر دشت میں ہو خاک شفا ممکن ہے
ہر شعر ہو لاجواب نا ممکن ہے ہر شعلہ میں ہو نور الٰہی دشوار

غرض میرے اور بھائی سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل کے اصرار سے التماس کو قبول فرما کر یہ جواب دیا کہ میں اپنے ورثا سے پہلے تذکرہ کر کے جواب دونگی تم دونوں ابھی نو عمر و نا تجربہ کار ہو۔ جو عورت اپنے مردوں کے خلاف کرتی ہے وہ ہمیشہ خسر الدنیا والآخرہ میں رہتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے ہم دونوں کے اصرار کا ذکر اور اپنے ارادہ کا سب کی مرضی پر منحصر ہونا بیان کیا مخدومی صاحبزادہ صاحب نے

کچھ مخالفت نہ کی اور آپ کے چھوٹے بھائی صاحب قبلہ سہا صاحب نے
فرمایا کہ مجھے تو شاعری سے نفرت ہوگئی شاعری کا ذکر بھی مجھے تو پسند نہیں
اور آپ کے بڑے بھائی صاحب قبلہ سخا نے فرمایا کہ بہت مرتبہ ہم نے
تمہیں اصلاح دی عروض و قافیہ پڑھایا اور بہت دفعہ تمہارا انہماک شاعری
برا بھی معلوم ہوا مگر جب اتنا کلام جمع ہوگیا تو ہمت باندھکر مکمل کرکے ضرور
طبع کرالو اس میں میرے نزدیک کچھ بھی ہرج نہیں ہے ہر عمر کا مقتضا
جدا ہوتا ہے بلکہ تم اپنی کل تصانیف مکمل کرکے طبع کرالو تم اپنا دیوان
بلکہ جو نظم ملے سب ترتیب دے لو میں سب کو اپنے قلم سے صاف کردونگا
پھر کاتب کو دیدیا جائے گا آپ کی اس خورد نوازی سے مخدومہ کی
ہمت بھی بڑہی گو سب کو بنظر اصلاح دیکھنے کا وعدہ فرمایا تھا مگر عدیم الفرصتی
اور اور اسباب سے آپ دیکھ نہ سکے خود مخدومہ نے ضروری غزلیں
لکھکر پہلی غزلیں چھانٹ کر نظر ثانی شروع کردی آپ نے اپنے بڑے
بھائی صاحب سے کہا کہ برائے برکت و رونق میرے کلیات کے لئے
پانچ غزلیں عنایت فرمائیے قبلہ ماموں صاحب نے فرمایا کہ نہایت خوشی
سے پھر پانچ غزلیں اور ایک اور نظم دی مخدومہ نے مجھ سے فرمایا
کہ تم دیباچہ میں اس کو بھی ظاہر کردو اور اُن کا بھیجنا حوالۂ ناظرین
کرو آپ رات کو دو۔ دو۔ تین۔ تین بجے تک دیوان کے کام میں مشغول
رہیں۔ میں تھوڑا سا یہ دیباچہ بھی لکھ چکا تھا تھوڑا سا حصہ دیوان کا
مطبع میں جا چکا تھا۔ بدقسمتی سے نویں ذالحجہ دسویں شب کو ۱۳۳۲ھ یکایک

خلاف توقع بیوقت آپ کی چھوٹی بہن کا دن بھر ہیضہ میں تڑپ کر انتقال ہوگیا اور آپ کو اس صدمۂ جانکاہ سے زندگی وبال ہوگئی۔

پندرہ برس پہلے سے آپ بیماریوں کی تکالیف برداشت کر رہی تھیں گو نہایت مستقل و باہمت ہیں آلام و امراض سے بقدر مردانہ وار مقابلہ کرتی رہیں اور ہمیشہ ہنسکر ہر تکلیف کو گذارا مرض میں کراہنا تک بھی آپ کو پسند نہ تھا بہت شدت پر آپ تھوڑی کراہتی ہیں مگر آخر ضبط و استقلال کی حد ہوتی ہے۔ کم غذا ناتواں اُس پر بہن کی موت کا صدمہ اور بہن بھی چھوٹی وجاں نثار جن کو عاشق کہنا بھی بجا ہوگا اور معشوق بہن بھی کہنا بجا ہوگا۔ زمانہ اس محبت کو تعجب کی نظروں سے دیکھتا تھا مجھے اپنی اولاد سے زیادہ چاہتی تھیں۔ خدا اُن کو گلزارِ جناں میں جگہ دے اور ہم سب کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

اس صدمۂ جانکاہ سے والدہ صاحبہ کی حالت سخت خراب ہوگئی۔ زندگی کی امید نہ رہی اللہ اللہ کر کے مدت میں آپ کی طبیعت سنبھلی مگر دیوان کے کام کے قابل ابھی تک بھی حالت درست نہیں ہے آخر بھائی سید انوار الرحمن صاحب نے جس حالت میں دیوان تھا کل مطبع بھیجدیا۔ آپ اکثر فرماتی رہتی ہیں کہ گو مجھے بڑے بڑے صدمات پہنچے مگر اس صدمۂ جانکاہ نے کہیں کا نہ رکھا۔ ؎

زندہ ہوں مگر بیکار زندگی سخت جانی ہے

بیاموزد کسے از ما طریق زندگانی را کہ عمر جاوداں کردیم نام ایں سخت جانی را

اللہ تعالیٰ اُن نخلِ بہشتی کو صحنِ جناں میں ثمراتِ رحمت و غفراں سے بارور کرے اور ہم سب مبتلائے ہجوم و غموم کے دامنِ دل کو گوہرِ صبر سے مالا مال فرمائے۔ یہ کلیات بعض کی نظر میں ہتک آمیز بات ہے۔ بعض خیال میں نسوانی کرامات ہے۔ مگر اُن حضرات کو مخدرات اہلبیت کی خطبہ خوانی صفحات تاریخ میں دیکھنی چاہئیں۔ عہد صحابہ کرام و زمانہ تابعین و دورِ بنی امیہ و دورِ خلفائے عباسیہ اور اُس کے بعد خاندان شاہی و دودمان شرفا میں اور اب سے کچھ پہلے قرۃ العین طاہرہ وغیرہ وغیرہ کے حالات موجود ہیں۔ مخدومہ نے بعض فارسی اشعار کا ترجمہ بھی کیا ہے تاکہ ایک زبان کا خیال دوسری زبان میں آئے مگر بعض کم نظر اس کو سرقہ جانتے ہیں۔ حالانکہ گلستاں کے فقرات بجد عربی علم ادب کے کتب کا ترجمہ ہیں اور قرآن و حدیث سے ماخوذ۔ حدیث شریف میں ہے الغناء غنی النفس سعدیؒ کہتے ہیں تونگری بدل است نہ بمال۔ ذرا سے تغیر سے حدیث شریف کا ترجمہ ہے۔ ایسی ایسی ہزاروں مثال موجود ہیں۔

بہت مقام پر مخدومہ نے پابندی مضامین کے سبب غلط مضامین کو غلط جانکر باندھا ہے۔ مثلاً گاؤزمین یا قاف کا گرد زمین ہونا۔ اور ہر جگہ آیات و احادیث کا اقتباس تلمیحاً کیا ہے۔ رباعیات میں بہت کچھ نصیحت آمیز مضمون سے کام لیا ہے۔ خدا اس کلیات کو مقبول خاص و عام فرمائے اور مخدومہ کو ہم سب چھوٹوں کے سر پر سایہ گستر رکھے۔ آمین۔

راقم۔ بندہ سید مشتاق حسین مشتاق عفی عنہ

جے پور مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۱۵ء

دیباچہ

مجھے آتا ہے رونا اہلِ عالم کی مصیبت پر
کہ نادانی یہاں دانائی ہے دانائی نادانی

یہانتک بے سبب مرعوب ہیں لفظ قدامت سے
پرانے کفر کو بھی لوگ کہتے ہیں مسلمانی

جہاں قدامت پرستی کے سبب سے اور تمام آسائشی اور آرائشی چیزوں میں ترمیم اہلِ ملک نے حرام سمجھ لی ہے۔ اُسی طرح انشا پردازی اور شاعری میں بھی قدماسے ادنا تجاوز فرق اجماع بمنزلہ کفر سمجھا جاتا ہی مگر زمانہ نے بہلی کی جگہ بگھی اور ریل وگھوڑے کے بجائے بائیسکل اور موٹر۔ چراغ کے عوض لیمپ۔ ستار کے قائم مقام ہارمونیم۔ انگرکھے کی شیروانی کو افشرہ کی لذت لیمونیڈ کو دی ہے شاعری میں بھی رفتہ رفتہ ترمیم کی اور اس کے اجتہاد کا سہرا ہمارے دور کے ملٹن اور شیکسپیر مکرمی حضرت شمس العلما مولانا حالی مدظلہ مرحوم کے سر ہے اُن کے بعد اور چند بزرگوں نے اور بعض نے کچھ کچھ جدید طرز میں لکھا ہے جس کلام پر میں یہ دیباچہ لکھ رہا ہوں اُس کی فاضل مصنفہ نے بھی گو وہ پُرانی وضع کی آدمی اور قدیمی روش پسند کرنیوالی ہے تاہم دونوں طرزوں

یں شاعری کا جوہر دکھایا ہے - قدیم وضع یں زیادہ اور جدید میں کم چنانچہ خود کہتی ہیں۔

تھا عہد قدیم صرف غمزہ و ناز
اور عہدِ جدید کی ہے قومی آواز
یں وسط میں واقع ہوں لہٰذا پروین
دونوں سے ملا جلا ہے میرا انداز

یں لکھتا ہوں کہ ہر دور کے شعراء نے اپنے زمانہ کا تمدن اپنے ہمعصروں کی معاشرت اپنے وطن اپنے قوم والوں کی مستعملہ اشیاء اپنے ابنائے جنس کے عادات اور مشاغل اور جذبات نظم کئے ہیں مگر اس کی کیا وجہ کہ اب کے شاعر باوجود اُن حالات کے بدل جانے اُن عادات کے مٹ جانے اُن اشیا کے متروک ہونے کے بھی وہی باتیں لکھے جاتے ہیں اور اس کو سلف صالحین کی تقلید اور کمال کی معراج سمجھتے ہیں۔

یا الٰہی تابکے کلک سخن سنجانِ ہند — فردہ و معزول مضمونوں کو لکھے جائیگا
یوں تو ڈاک اور تار کے عادی ہیں لیکن نظم میں — نامۂ شوق اب بھی مرغ نامہ بر لیجائیگا

یں تو یہ سمجھتا ہوں پہلے زمانہ یں۔

۱- قاصد اور مرغ نامہ بر بھی تھے - اسکی جگہ اب ڈاک اور تار لکھنا چاہیئے
۲- معشوق گھوڑوں کے سوار تھے - اب بگھی موٹر ریل وغیرہ میں پھریں۔
۳- ڈاڑھی والے معشوق تھے - اب نہیں تو شعرا اس بیحیائی کو ترک کر دیں
۴- آپسمیں ہجو بازی جز شاعری تھا - اس مہذب زمانہ میں اس سے باز آئیں

۵- بیدینی، بدکاری، میخواری موضوع شعر تھی۔ اب کارآمد مضامین بھی لکھیں
غرض بقدر تغیر تمدن اور بقدر ضرورت زمانہ اُردو شاعری میں بھی ترمیم کریں

گلگشت کو ٹمٹم ہے تگاور کی جگہ — اُڑتی ہے برانڈی مے احمر کی جگہ
اب شاعری کا رنگ بھی بدلو ورنہ — جھگڑے کوندی جائے گی موٹر کی جگہ

مضامین شعر گوئی کو اس درجہ محدود کرلیا ہے اور اُسی کو حدود اربعہ ملک شاعری مان لیا ہے کہ جہاں کسی نے اُس سے زیادہ لکھا اور سخن سنجوں کی صدائے مخالف بلند ہوئی کہ یہ باتیں ابھی عالم شعر سے باہر ہیں یہی سبب ہے کہ اس وقت تعلیم یافتہ طبقہ محض عاشقانہ مخرب اخلاق مضامین اور بیکار مبالغوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا خود بچتا اور اولاد کو بچاتا ہے۔ میں طلبا کو بی اے ایف اے کورس پڑھاتے وقت دیکھتا ہوں کہ فارسی قصائد کے توصیفی مبالغوں کو پڑھتے وقت اُن کے چہروں سے تنفر، حقارت اور کراہت کے آثار اور تحقیر آمیز تبسم ظاہر ہوتا جاتا ہے میں جب کبھی جدید اشیا کو شعر میں باندھتا ہوں مجھ پر طعن و طنز کیجاتی ہی ہجو لکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً میں نے عرض کیا تھا۔

ریکارڈ میں حال دل بیتاب بھرونگا — بدنام کرونگا میں تمہیں خلق خدا میں
وہ ریل میں بیٹھے تو قیامت ہوئی برپا — سیٹی سے پھنکا صور سرافیل ہوا میں
کیونکر نہ ہو تاثیر مری آہ رسا میں — بے تار خبر جاتی ہے امواج ہوا میں

اس پر بہت کچھ لے دے ہوئی داد بھی ملی اور بیداد بھی ہوئی اگرچہ اس دیوان میں جدید رنگ بہت زیادہ نہیں تو بھی جابجا اجتہادی

قوت اور ترمیمی ولولہ کی جھلک پائی جاتی ہے اور جبکہ مردانہ ہمتیں مفلوج اور اندھی تقلید کو فخر جانتی ہیں تو ایک زنانہ جرأت نے جس قدر قدم بڑھایا ہے وہ ایک طرح کا قلمی جہاد اور علمی مجاہدہ ہے اس کلیات میں ہر صنف کا کلام ہے اور مجموعی طور سے قدرت علمیت مہارت سب کچھ پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی یہ کہونگا کہ بعض نظمیں اس میں نہ ہوتیں تو ہونے سے بہتر تھا تاہم مصنفہ یہ جواب دیتی ہیں کہ میں نے اپنی ہر عمر کا کلام جمع کیا ہے اور ہر درجہ مشق کو محفوظ رکھا ہے خود مجھ سے ممکن تھا کہ میں اُس کو درست کر لیتی مگر ابتدائی کمزوریاں مطبوعہ پیش نظر نہ رہتیں اب میں اپنی کم عمری کے کمزور کلام کو بھی دیکھکر اُس کے بعد والے درجوں سے ملاکر خوش ہونگی حیرت کرونگی اور خدا کا شکریہ بجا لاؤنگی اور بڑھاپے میں ان سے کھوئی ہوئی طفولیت یاد کر لیا کرونگی۔

مصنفہ ہمشیرہ عزیزہ زاد قدرہا بہت ذی علم بہت مشاق نہایت عاقل بیحد تجربہ کار کمال عاقل و ذہین مشہور اہل قلم ہیں مگر شاعری میں کسی کی پورے طور پر شاگرد نہیں والد علامہ کو اپنا کلام تمام و کمال قبلہ گاہی کے اکثر پردیس رہنے کی وجہ سے دکھا نہ سکیں بھائیوں کو کبھی کبھی اس کی جودت طبع پر بے انتہا خوشی بھی ہوتی تھی اور میں اصلاح بھی اکثر کبھی کبھی کرتا رہا مگر اس میں اس قدر انہماک پسند نہیں لہذا بلحاظ حائل رہا کبھی کچھ بنا دیا بنا دیا یہ اور بات ہے۔ تو بھی دیکھنے والے انصاف کریں گے کہ کمزوریوں میں قوت اور ابتداؤں میں انتہائیں

جلوہ گر ہیں مجھکو چونکہ بالطبع غزل سے شوق نہیں ہے میں سنے بھی اپنی پانچ غزلیں اور ایک اور نظم ہمشیرہ عزیزہ مصنفہ ہذا کو دیدیں ہیں زیادہ حالات مصنفہ طالعمرہا کے اُن کے فرزند جگربند سید مشتاق حسین زادعمرہا نے دیباچہ کے طور پر لکھے ہیں ناظرین ملاحظہ کرینگے۔ فقط

سید نظیر حسن سخا دہلوی



لہ ۲ر فروری سنہ ۳۳ یوم چہارشنبہ کو انتقال فرمایا۔



ریاضِ حمد میں سروِ خراماں ہے قلم میرا
میں وہ طوطی ہوں مرغانِ چمن بھرتے ہیں دم میرا

باعثِ آرائشِ حسنِ صنم تو ہی تو تھا — کفر میں بھی رونقِ بیت الحرم تو ہی تو تھا
تا ابد ظاہر نہ ہو سکتا تماشائے وجود — چاک جس نے کر دیا کتمِ عدم تو ہی تو تھا
بھول کر غیروں کی قسمیں ہم نے کھائیں عمر بھر — جس کی کھائی تھی قسم تیری قسم تو ہی تو تھا
دونوں حادث ہیں یہ کیسی روح کیسا مادہ — ابتدا سے مالکِ ملکِ قدم تو ہی تو تھا
بنگئے خاکستر کا تودہ رہ گئے ہوتے خلیل — کر دیا جس نے جہنم کو ارم تو ہی تو تھا
حضرت یوسف کو چہ یہ کھا ہی جاتے بھیڑیے — مانعِ تکمیلِ بیداد و ستم تو ہی تو تھا
بے سبب دشوار تھا اہلِ عرب کا یہ عروج — درپئے تخریبِ شاہانِ عجم تو ہی تو تھا
انبیا کو پیش آئے کیسے کیسے معرکے — جس نے رکھوایا انہیں ثابت قدم تو ہی تو تھا

موتیوں کی کشتیاں دیتے رہے دریا مگر
اُن کی تہ میں موجزن بحر کرم تو ہی تو تھا

تیری مرضی پر ہیں شاکر جو کیا اچھا کیا
پہ شرح کیسا مالک لوح و قلم تو ہی تو تھا

اس جہاں کا نفع و نقصاں نفع و نقصاں ہی نہیں
جب ہوا پروینؔ کو کچھ غم وجہ غم تو ہی تو تھا

مالک دنیا و دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
پیشوائے مرسلیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

انبیا میں منتقل ہوتا چلا آیا جو نور
وہ حقیقت میں تمہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

فخر آدم فخر موسیٰ فخر عیسیٰ فخر نوح
فخر ماء و فخر طیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

حور و غلماں باغ و ایواں جسکو چاہو بخش دو
مالکِ خلد بریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

خرمنِ عقل ارسطو کو بھی وہ سمجھے حقیر
آپ کا جو خوشہ چیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

آپ کا حسن و جمال ظاہری و باطنی
سب سے بہتر ہے کہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

آپ کے ارشاد آساں آپکے احکام نرم
بات وہ جو دلنشیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

سب سے بہتر علم تمکو سب سے اعلا تر یقیں
چشمۂ علم و یقیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

شرق سے تا غرب ہیں کل اہلِ عالم مستفیض
اس سے کیا کوئی کہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

قیصر و خاقان و کسریٰ آپکے خدمتگزار
صاحب تاج و نگیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

آپ کیونکر خشمگیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
رحمۃ للعالمیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

مرکز احکام دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
مہبط روح الامیں ہو محمدؐ مصطفےٰ

آپکی آل آپ کی اولاد اور ادنیٰ کنیز
مفت کیوں پروینؔ حزیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

ہادیٔ دنیا و دیں ہو یا علی مرتضےٰ
نفس خیر المرسلیں ہو یا علی مرتضےٰ

آپ جسدم گرم کیں ہو یا علی مرتضےٰ
خشم رب العالمیں ہو یا علی مرتضےٰ

واقف اسرار دیں ہو یا علی مرتضےٰ
ہمدم روح الامیں ہو یا علی مرتضےٰ

شیر کی صورت میں یوحنا نے دیکھا تھا جسے
درحقیقت وہ تمہیں ہو یا علی مرتضےٰ

نور دیں نور یقیں نور زماں نور زمیں
نور ما و نور طیں ہو یا علی مرتضےٰ

حوض کوثر جام گوہر قصر پر زر آپکے
قاسم خلد بریں ہو یا علی مرتضےٰ

آپسے ہی کیوں نہ مانگے آپ باب علم ہیں
کیوں کسی کا خوشہ چیں ہو یا علی مرتضےٰ

یہاں بھی جب تھے فرد تھے اور وہاں بھی بے نظیر ہو
سب سے بہتر ہے کہیں ہو یا علی مرتضےٰ

آپ کی شمشیر وہ جو دو کرے اک وار میں
تیر وہ جو دلنشیں ہو یا علی مرتضےٰ

شاہ مرداں شیر یزداں حیدر دلدل سوار
سچ کہا ہے بالیقیں ہو یا علی مرتضےٰ

اس سرے سے اس سرے تک سب ہیں تمسے فیضیاب
اس سے کیا سائل کہیں ہو یا علی مرتضےٰ

آپسے ایواں کو زینت آپسے میدانکو زیب
زیور تاج و نگیں ہو یا علی مرتضےٰ

آپکی اولاد مدحتگر - کنیز بے تمیز
بے سبب پردیں حزیں ہو یا علی مرتضےٰ

نظر لڑنا ہی پورا فیصلہ تھا دین و ایماں کا
خدا حافظ مرے دل کا خدا ناصر مری جانکا

اثر کیونکر نہ لے دنیا میں آخر دل ہی انسانکا
مگر امید میں امید کا حرماں میں حرماں کا

ترا دل بھی گر اس پر آگیا تو دیکھنا واعظ
سر بازار نکلے گا جنازہ دین و ایماں کا

نظر جا کر رخ و گیسو پہ گھر میں بھی ہی باہر بھی
ادہر صبح وطن کا رنگ ادہر شام غریبانکا

تردد کچھ نہ پوچھو عاشقونکا حضرت واعظ
وضو سے بھی ہی آساں ٹوٹنا انکے پیماں کا

ہزاروں حسرتیں مر مر کے مٹی ہو گئیں دلمیں
مجھی کو تھا بنانا نوحہ گر گور غریباں کا

کسی کا نام کیا لوں ہاں مگر اتنا تو کہتا ہوں
یہیں ہی چور دل کا اور یہیں دشمن ہے ایماں کا

نہ ہونگے زلف و رخ ہرگز جدا بحضرت واعظ
چلا جائیگا جھگڑا تا قیامت کفر و ایماں کا

عدو کا میل حد سے بڑھ گیا لاچار کہتا ہوں
بہت ہی زیور حسن و جمال یار میں ٹانکا

بہے جاتے ہیں آنسو کشتی دل میں تم آ بیٹھو
مجھے کیا پھر دوبارہ نوح کو خطرہ ہی طوفاں کا

کف افسوس مل ملکر حنا بچپن میں کہتی تھی
انہیں ہاتھوں سے خوں ہوگا کسی دن دین و ایمانکا

پس مردن بھی دل ہی پر ہے دست کشتہ الفت
کھٹکتا ہے ابھی تک خار شاید شوق و ارمانکا

شب وعدہ خدا کیواسطے ایسا نہ کرنا تم
نہ آؤ جانکر اور نام ہو بدنام نسیاں کا

پڑے چہرہ پہ جب گیسو تو یہ عقدہ کھلا پر وہیں
کہ ہے صبح وطن میں بھی اثر شام غریباں کا

جہاں رائج نہ ہو کوئی بھی سکہ دین و ایمانکا
وہاں سودا بہت مشکل ہی جنس عہد و پیمانکا

لکھا ہے وصف میں نے عمر بھر گیسوئے پیچانکا
یہی مجموعہ ہے میرے خیالات پریشاں کا

یقیں ہے بے پئے مے گر کے چکنا چور ہو جائے
اگر ساغر بنایا جائے تیرے عہد و پیماں کا

اک انکا دل کہ بالکل عیش منزل چاہیے کہنا
اور اک عاشق کا دل منظر ہی جو گور غریبانکا

شراب وصل جاناں کیا پئیں بے جام و پیمانہ
غضب ہے ٹوٹ جانا لڑکے باہم عہد و پیماں کا

میں اپنے دل کا تو تولے رہا تھا درد ہجر انہیں
ہوا جب ختم نقشہ بنگیا گور غریباں کا

یہاں بھی ہے بلا کی ظلمت آفت کی پریشانی
نہ ہو کیوں زلف میں دل پر اثر شام غریباں کا

زمانہ اس طرح پلٹا نہیں باقی رہا بالکل
فراغ عشرت میں عشرت کا اثر حرماں ہی حرمانکا

گزشتہ شاعروں نے پنجہ طبع آزمائی سے
نہ چھوڑا تا رہے باقی مضامین گریباں کا

تو اپنی عقل کے ناخن لوالے پنجہ وحشت
کہ عریانی سے یہاں غم ہی نہیں جیب و گریبانکا

کیا ہی جسنے مجھپر ظلم میں خوب اُس سے واقف ہوں
مگر کیا جانے کیوں کرتا ہوں شکوہ چرخ گرداں کا

تری اُلفت نے صلح کل کی دنیا میں بنا ڈالی
کہ آئندہ کو جھگڑا مٹ گیا گبر و مسلماں کا

مری محتاجیاں کیا کم ہیں استحقاق نیکی کو
اگر دنیا میں باقی ہی کہیں دستور احساں کا

ادائے فرض میں آٹھوں پہر ہوشیار رہ پروین
سُنے گا کون محشر میں مسلسل عذر نسیاں کا

اے قمر چہرۂ روشن سے نہ تو بر آیا
آسماں کا تھا یہ تھوکا ہوا منہ پر آیا

دل چرانے کے لئے عارضِ انور آیا
لیجے خورشید بکف وزد دلاور آیا

ملک الموت ہٹے تھے کہ ستمگر آیا
اک قیامت گئی تو دوسرا محشر آیا

کیا طریقہ ہے خبر کرنیکا یہ اے درباں
کوئی سو بار تو اندر گیا باہر آیا

سوزِ فرقت میں ہوئے آہ سے دود و نقصاں
شعلہ جو دل سے اُٹھا اُٹھکے جگر پر آیا

سوزِ ہجراں میں برا حال کیا رو رو کر
جب بجھے آگ ڈبونے یہ سمندر آیا

جب سے آئینہ کو رخسار نے دی صاف شکست
منہ دکھانیکو نہ دنیا میں سکندر آیا

یہ مسیں بھیگنے کے نام سے نکلا ہے غبار
جو ترے دل میں تھا ظالم وہی لب پر آیا

واہ رے معجزہ حسن میانہ قد بھی
ناپ میں فتنہ محشر کے برابر آیا

حسن ڈھلنے کا تو کیا ذکر ہے واں تو اب تک
سر سے شانہ پہ ڈوپٹہ بھی نہ ڈھلکر آیا

تیر اپیکاں جو نکلا تو لئے دم نکلا
میرے دل میں جو بھرا تھا وہی باہر آیا

نوجوانی سے پھٹا پڑتا ہے جوبن اُنکا
جامۂ حسن بھی اُس جسم میں پھنسکر آیا

وہم پر وہم چلے آتے ہیں اے پروین
ورنہ اکثر گیا دل ہاتھ سے اکثر آیا

میرے سینہ پہ ترا تیر جو اُڑ کر آیا — اُس کے لینے کو تڑپ کر دل مضطر آیا

نام بھی پوری طرح منہ سے نہ باہر آیا — کہ ترے نام سے پہلے مجھے چکر آیا

عرصہ حشر میں جس دم وہ ستمگر آیا — پاؤں پڑنے کے لئے فتنہ محشر آیا

ماہرو ایک جھینپنے میں مرے گھر آیا — ساری دنیا کا لگاتا ہوا چکر آیا

اپنا سر کاٹ کے خود ہاتھ میں لیکر آیا — اب تو کہنا مرا قاتل تجھے باور آیا

چرخ سیاروں سے بولا یہ مرے قتل کے بعد — تھامنا تھامنا جلدی مجھے چکر آیا

بیچ والوں نے تو لڑوایا تھا لیکن صد شکر — تہ میں پیچ سمجھا نہ اُس شوخ کو باور آیا

آخرش سنکے مری گردشِ تقدیر کا حال — آسماں کو بھی یہ صدمہ ہوا چکر آیا

وہ ملے مجھ سے تو دریافت کروں سوتے ہیں — تو مرے قلب میں کل رات کو کیونکر آیا

دم لبوں پر مرا آجانے میں باقی کیا تھا — سد راہ ہونیکو ابرو لئے خنجر آیا

آپ کے آنے کی امید لگی تھی ورنہ — ملک الموت مرے لینے کو اکثر آیا

صدقہ پیر مغاں سے مرا نالہ پرویں
جب گیا کنگرہ عرش ہلا کر آیا

اسلام پنجتن کا ایمان پنجتن کا — مداح جابجا ہے قرآن پنجتن کا

دشمن قدیم سے ہے شیطان پنجتن کا — لیکن نہ کرسکا کچھ نقصان پنجتن کا

جو حکم ہو بجا لائے جان پنجتن کا — فرمان کبریا ہے فرمان پنجتن کا

اُڑتا عرب عجم میں اسلام کا پھریرا — پورا اگر نہ ہوتا ارمان پنجتن کا

ہم کیا تھے اور ہمارا ایمان کیا بچارہ — ایمان اصل میں تھا ایمان پنجتن کا

ارض وسما کے سر پر کون و مکاں کے دلمیں — ارشاد پنجتن کا فرمان پنجتن کا

گر بد سرشت اُنکے بدخواہ ہوں عجب کیا | دشمن قدیم سے ہے شیطان پنجتن کا
کچھ لوگ فرشیوں میں اب مانیں یا نمانیں | چلتا ہے عرشیوں پر فرمان پنجتن کا
لیگا بغیر محنت توحید کی سی نعمت | ہوگا جو صدق دل سے مہمان پنجتن کا
ہجرت کے بعد ہے ہے اکسٹھ برس کے اندر | گھر کر دیا فلک نے برباد پنجتن کا

پرویں مدائح اُن کے اللہ جانتا ہے
ہے اِنّما سے مادح قرآن پنجتن کا

کیا پوچھتے ہو جاہ و حشم چاریار کا | دنیا میں ہے بلند علم چاریار کا
دنیا میں جب تھا طبل و علم چاریار کا | عقبیٰ میں اب ہے جاہ و حشم چاریار کا
مخلوق شرق و غرب و شمال و جنوب میں | بھرتی ہی اعتقاد سے دم چاریار کا
رحماء بینھم سے ہے قرآن میں عیاں | جو کچھ تھا ارتباط بہم چاریار کا
وہ اُٹھ گئے تو دین بھی دنیا سے اُٹھ گیا | صدیوں رہیگا رنج و الم چاریار کا
اُنکے قدم سے باغِ ارم تھا حجاز جیب | اب مستقر ہے باغِ ارم چاریار کا
جھک جھک گئے ادب سے سلاطین روزگار | جس دم ہوا بلند علم چاریار کا
نوپشت بعد توڑی ہے مغرور کی کمر | ڈالا ہوا ہے چرخ میں خم چاریار کا
کرتے تھے بادشاہوں کی قسمت کا فیصلہ | چلتا تھا آسماں پہ قلم چاریار کا
قرآن میں حدیث میں تاریخ میں دلا | صدہا جگہ ہے وصف رقم چاریار کا
یہ ہے بقائے نام کہ اب تک ادب کے ساتھ | لیتی ہے نام شہرتِ جم چاریار کا
جس کو ہی خوانِ نعمت الوان دیں نصیب | ہے مدح خوان بذل و کرم چاریار کا
کوئی اگر بتوں سے کہے اُن کا اصل حال | کلمہ پڑھیں خدا کی قسم چاریار کا

جس وقت دیکھو سر پہ گلیم سیاہ ہے
ہے ہفت آسماں کو الم چار یار کا

نزدیک تھے نبی سے خدا سے قریب تھے
خلوت کدہ تھا بیت حرم چار یار کا

پروین زمانہ عدل سے معمور تھا مگر
تھا ظلم پر ہمیشہ ستم چار یار کا

دیکھو تو ذرا غضب خدا کا
ظالم نے مجھی کو پہلے تاکا

اللہ عطا کرے قناعت
نسخہ ہے عجیب کیمیا کا

دلوائیے بوسہ دھیان بھی ہے
اس قرضہ واجب الادا کا

دل دیتا ہوں مفت اور کوئی
پرساں نہیں نقد ناروا کا

وہاں مجھ پہ جفائیں ہو رہی ہیں
یہاں ورد ہے لفظ مرحبا کا

آنا ہو تو نزع میں ہوں آؤ
یہ وقت نہیں ہے التوا کا

اب آئے ہو بن کے تم مسیحا
جب وقت گزر چکا دوا کا

دامن میں رواں ہیں اشک گلگوں
محضر ہے یہ خونِ مدعا کا

لایا تو ہے اُن کو جذب الفت
آیا تو ہے دھیان بینوا کا

میں ہو ہی چکا تھا زندہ درگور
تم آ گئے شکر ہے خدا کا

دنیا سے گزر چکے تو پروین
جھگڑا نہ رہا فنا بقا کا

خیال وہاں بھی ہمارا ضرور آنے لگا
کہ اُس نے پی تو یہاں بھی سرور آنے لگا

ہماری راہ پہ واعظ ضرور آنے لگا
کہ ذکر حور و شرابِ طہور آنے لگا

نماز پڑھنے سے جب منہ پہ نور آنے لگا
مصلیوں کی ہے عادت غرور آنے لگا

شباب آتے ہی کچھ اور نور آنے لگا
بڑا ستم ہوا لیکن غرور آنے لگا

نعوذ باللہ تمہیں کیا شعور آنے لگا
کہ اپنی حد سے زیادہ غرور آنے لگا

ترے مقابلہ میں ذکر حور آنے لگا
یہ واعظوں کی سمجھ میں قصور آنے لگا

وہ آئیں سامنے تو دل پہ ہاتھ رکھکے کہوں
یہاں سرور تو آنکھوں میں نور آنے لگا

یہ دیکھیں تو خدا جانے کیا ستم ڈھائیں
کہ ذکر حور پہ وجد و سرور آنے لگا

میں ورد وعدہ جنت پہ ترک مے واعظ
ترے حواس میں شاید فتور آنے لگا

پکارا شوق تری لن ترانیاں سنکر
کہ وقت معرکہ کوہ طور آنے لگا

اُسے بھی نام خدا منہ لگا لیا تم نے
عدو کے چہرہ پہ بھی اب تو نور آنے لگا

معافی مانگتے پھرتے ہیں وہ جفاؤں کی
بہت قریب جو روز نشور آنے لگا

ہزار بار کیا قصد توبہ پر ہر بار
خیال رحمت رب غفور آنے لگا

جوانی آتے ہی معشوق اس سے دبنے لگے
وہ بنکے بزم میں صدر الصدور آنے لگا

جفا و جور سے گھبرا گیا دل ناداں
اور اس پہ دعویٰ کہ مجھکو شعور آنے لگا

بتاؤ تو سہی کوئی خطا بھی پروین کی
تمہیں تو غیظ و غضب بے قصور آنے لگا

نام پر حضرت کے کہتا ہے خدا صل علےٰ
مرحبا صل علیٰ اے مرحبا صل علےٰ

آسماں سے بھیجتے ہیں جب ملائک تک درود
ورد رکھ تو بھی دلا صل علیٰ صل علےٰ

گر تجھے مطلوب ہے امراض عصیاں سے نجات
لکھ لیا کر روز یا شافی شفا صل علےٰ

جب خطاب عام سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں
چاہیئے کہتے رہیں شاہ و گدا صل علےٰ

رات دن میں بیشتر گر مشغلہ اسکا رہے
معتقد ہر ورد کے پائے شفا صل علےٰ

جب سُنے نام محمدؐ بھیج تو فوراً درود
اسم سامی سے نہ کر ہرگز جدا صل علےٰ

سرکشی کرنے نہ پائے تا کبھی فرعون نفس
دست ایماں کو ہے موسیٰ کا عصا صل علےٰ

پہلے سن لے عاشقوں کے لب سے تو شور درود
جاکے پہونچا پھر مدینہ میں صبا صل علےٰ

میرا ذاتی علم ہے یہ میرا ذاتی تجربہ
ٹالتی ہے میرے سر سے ہر بلا صل علےٰ

بادشاہ دین و دنیا ہیں محمدؐ مصطفےٰ
دونوں عالم تجکو کردے گی عطا صل علےٰ

ایک دم میرا ہے پرویں اور لاکھوں مشغلے
پڑھ نہیں سکتی میں حسب مدعا صل علےٰ

ہمارا حال تباہ و سقیم تھا کہ نہ تھا
مگر خدا بھی علیم و حکیم تھا کہ نہ تھا

کہا جو حشر میں کیوں کی خطا تو پوچھونگا
کہ تیرا نام غفور الرحیم تھا کہ نہ تھا

ہزار سودے گئے سر کے ساتھ اب سوچو
ہمارے دوش پہ بار عظیم تھا کہ نہ تھا

دیا تھا غیر نے کیوں آکے بات چیت میں دخل
ہمارا سابقہ تم سے قدیم تھا کہ نہ تھا

مجھے جو دیر لگی حشر میں تو کیا ڈر ہے
مرا صحیفۂ عصیاں ضخیم تھا کہ نہ تھا

ندامت اسکی ہی مجکو بھری ہوئی محفل
اور اسپہ غیر تمہارا ندیم تھا کہ نہ تھا

گناہ حشر میں سب عفو ہوگئے پرویں
مرا کریم غفور الرحیم تھا کہ نہ تھا

نہ آیا کرکے وعدہ وصل کا اقرار تھا کیا تھا
کسی کے بس میں تھا مجبور تھا لاچار تھا کیا تھا

برا ہو بدگمانی کا وہ نامہ غیر کا سمجھا
ہمارے ہاتھ میں تو پرچہ اخبار تھا کیا تھا

صدا سنتے ہی گویا مردنی سی چھا گئی مجپر
یہ شور صور تھا یا وصل کا انکار تھا کیا تھا

خدا کا دوست ہی تعمیر دل جو شخص کرتا ہو
خلیل اللہ بھی کعبہ کا اک معمار تھا کیا تھا

نہ آئے تم نہ آؤ میں نے کیا کچھ منتیں کی تھیں
تمہیں نے خود کیا تھا عہد یہ اقرار تھا کیا تھا

ہوا میں جب اُڑا پردہ تو اک بجلی سی کوندی تھی
خدا جانے تمہارا پرتو رخسار تھا کیا تھا

ملا تو ہم سے محفل میں جو شب کو غیر کیوں بگڑا
ترا حاکم تھا ٹھیکہ دار تھا مختار تھا کیا تھا

مری میت پہ ماتم کرتے ہو اللہ رے چالاکی
خبر ہے خود تمہیں مدت سے میں بیمار تھا کیا تھا

ہزاروں حسرتیں بیتاب تھیں باہر نکلنے کو
وہ سوتے میں بھی پرویں فتنۂ بیدار تھا کیا تھا

کون ہوں میں جو بڑا اُن کو مرا غم ہوگا
دنیا سازی کو ہوا بھی تو بہت کم ہوگا

نہ ہوئی صلح تو افسوس یہ عالم ہوگا
عید کا چاند مجھے ماہ محرم ہوگا

گل چمن میں نہیں کرتے ہیں مرا غم نہ کریں
عندلیبوں میں بڑی دھوم سے ماتم ہوگا

زلف میں دل ہے مگر چور بتاؤں کس کو
زلف کے نام سے وہ درہم و برہم ہوگا

جبتک آؤ گے مجھے عید کی گھڑیاں ہونگی
جب نہ آؤ گے اُسی روز محرم ہوگا

نہ جوانی سے ہے مخصوص نہ یہ پیری سے
مے سے رغبت نہ ہو وہ بھی کوئی موسم ہوگا

راز کھل جائے گا دنیا پہ مسیحائی کا
تجھ پہ جس روز فدا عیسیٰ مریم ہوگا

کان میں اُنگلیاں دیلوں تو سنوں اے واعظ
دین کا کام ہے یہ سب سے مقدم ہوگا

جائینگے ہم بھی خدا چاہے نجف کو پرویں
مگر اُس وقت کہ جب عزم مصمم ہوگا

مجھی کو وعدہ خلافی کو انتخاب کیا
جلا جلا کے خدا کی قسم کباب کیا

ممانعت یہ بھی شغل شراب ناب کیا
سنبھالے کون خدا نے جسے خراب کیا

عدو کے ساتھ جو شغل شراب ناب کیا
جلا جلا کے مجھے بزم میں کباب کیا

جو دیکھا دل نہیں پہلو میں تو وہی مانگا
سوال کرکے مجھے خوب لاجواب کیا

کچھ آپ نے دلِ مضطر کی حرکتیں دیکھیں
ذلیل آپ ہوا اور مجھے خراب کیا

اگر ہزاروں فدا ہیں تو بیقصور ہیں سب
خدا۔ کیوں تجھے لاکھوں میں انتخاب کیا

کبھی فدا ہوا اُس پر کبھی بلائیں لیں
جو کام میں نے کیا لائقِ عتاب کیا

امید عفو بھی اس شکل میں ہے گستاخی
سیاہ روئی کے اظہار کو خضاب کیا

بہت ستایا ہے مجکو تو میں بھی کہتا ہوں
خراب وہ بھی ہو جس نے مجھے خراب کیا

مجھے ہے کتنی ندامت میں کیا کہوں پروین
کروروں نکلیں خطاؤں کا جب حساب کیا

گلے لگا کے جو اُس بت کو میں نے پیار کیا
تو اُس نے ہٹتے ہی تیغ ادا کا وار کیا

یہ سوچکر اُسے محفل میں ہم نے پیار کیا
کہ خوف غیر سے کیوں جبر اختیار کیا

چلے گئے وہ شب وعدہ مجھکو بہلا کر
نہ ہمکنار ہوئے اور نہ ہمکنار کیا

نہ آئے آپ تو شب روتے پیٹتے گزری
خوشی کے وقت مجھے خوب سوگوار کیا

سحر تک اُسکو نہ سونے دیا نہ خود سویا
بہت جو قصہ ہجراں میں اختصار کیا

جو پوچھا دل پہ ستم کیوں کئے تو ہنسکے کہا
سمجھ کے ماہی بیتاب بیقرار کیا

ستاؤ کوسنے دو مجکو جلاؤ قتل کرو
فقط یہ جرم ہے میرا کہ تم کو پیار کیا

تمہاری دزد حنا سے نہ دل بچائے رکھا
مرا قصور ہے چوروں کا اعتبار کیا

ہمارے ناز اُٹھانے سے تم بنے معشوق
ہمیں نے تیغ دی تمکو ہمیں پہ وار کیا

جو عقل رکھتا ہو واعظ سے کیا کہے پروین
خدا نے اُس کو خدائی کا فوجدار کیا

دل کی نہ پوچھ بات وہ دکھ پاکے رہ گیا
اک پھول تھا کہ ٹوٹ کے مرجھا کے رہ گیا

اظہار عشق لب پہ مرے آکے رہ گیا
اچھا ہوا کہ بزم میں شرما کے رہ گیا

محفل میں بڑھ چلی تھیں ذرا حد سے شوخیاں
ظالم سمند ناز کو ٹھکرا کے رہ گیا

سب سے نہ عرض حال ہوئی رعب حسن سے
بول اُٹھا کوئی اور کوئی گھبرا کے رہ گیا

اللہ خیر کیجیو قاصد کو کیا ہوا
یہ بھی کوئی ادا ہے وہیں جا کے رہ گیا

منہ سے تو ہو سکا نہ سوال زکوٰۃ حسن
حیرت زدہ میں ہاتھ کو پھیلا کے رہ گیا

اُس کا خدنگ ناز نہ پہونچا رقیب تک
میری ہی دل کو شکر ہے برما کے رہ گیا

واعظ بتا تو کوچہ جاناں ہے یا جناں
جو وہاں گیا وہ شخص وہیں جا کے رہ گیا

شیخی میں بڑھ گیا جو عدو اعتدال سے
اتنی کسر ہوئی کہ وہ جھلا کے رہ گیا

ایمان و دین و جان و تن و دانش و خرد
ظالم سبھوں کی قیمتیں ٹھیرا کے رہ گیا

میں مر گیا تو لاش پہ کہنے لگا وہ شوخ
یہ صدمہ فراق میں کچھ کھا کے رہ گیا

اُس سے بھی بدنصیب ہے پرویں کوئی بھلا
جو شخص ہیر پھیر میں دنیا کے رہ گیا

نہ تمکو کام کرنا تھا نہ تمکو نام کرنا تھا
فقط دنیا میں آکے چین سے آرام کرنا تھا

وہ میرے رات دن ہمراہ رہتے پر یہ کہہ اُٹھے
تمھیں بدنام ہونا تھا مجھے بدنام کرنا تھا

جو کی تعریف اُن کی دوستوں سے تو وہ کہتے ہیں
ہمارے راز کو اس طرح طشت از بام کرنا تھا

شراب شوق پینی تھی تو دل پر جبر کرنا تھا
دہن کو اپنے بوتل کی طرح سے خام کرنا تھا

اگر بے پردگی منظور تھی محفل میں آنا تھا
اگر کرنا تھا تمکو خوب فیض عام کرنا تھا

دو حرفی بھی کوئی تحریر میں تحریر ہوتی ہے
اگر لکھنا تھا نامہ حال سب ارقام کرنا تھا

اگر مجھ سے ملے تھے تو بگڑنا نا مناسب تھا
بڑی خوبی سے اس آغاز کا انجام کرنا تھا

یہ کیا جو بڑھ کے دی قیمت اسی کو وصل کا حق ہو
نہ جنس حسن کو اس طرح سے نیلام کرنا تھا

بڑا افسوس بیکاری میں کھوئی عمر پروین نے
اسے دنیا میں ٹک کے کوئی عمدہ کام کرنا تھا

دن رات ستانا کبھی آرام نہ دینا
میں لطف سے گزرا سب مجھے الزام نہ دینا

مرجائے گی دنیا کبھی سرمہ نہ لگانا
خونخوار ہیں آنکھیں انہیں صمصام نہ دینا

خوش ہوں کہ خفا آپ بھی لیلوٹ ہیں واللہ
یہ کیا کہ پلٹ کر دل ناکام نہ دینا

کچھ ہے تو کرامات جو دل دیتے ہیں تمکو
ناقص ہو تو یہ شرط سہی دام نہ دینا

مجبور کیا ہے تو سناتا ہوں میں قصہ
لیکن یہ کہے دیتا ہوں دشنام نہ دینا

جانباز ہوں جانبازیوں کی سیر تو دیکھو
بوسہ کے سوا اور کچھ انعام نہ دینا

اللہ رے عیار یہ تاکید ہے پروین
لکھدینا۔ زبانی کوئی پیغام نہ دینا

رہو تم اوٹ میں چلمن کے ایسا ہو نہیں سکتا
حجاب آنکھوں کا جب اٹھا تو پردا ہو نہیں سکتا

مژہ بھگائے رہی آنسو کا قطرا ہو نہیں سکتا
مریجان بال سے رکجائے دریا ہو نہیں سکتا

کہا ظالم نہ مل پاؤں میں میرا دل تو فرمایا
ہمیں جو دیکھے ہو اسے یہ دعوا ہو نہیں سکتا

رہیگی واعظو نہیں اور مجھ میں ضد یہ محشر تک
وہ مجھسے ہو نہیں سکتے میں انسا ہو نہیں سکتا

خدا کی شان وہ کس ناز سے تن تن کے کہتے ہیں
مسیحا سے بھی یہ بیمار اچھا ہو نہیں سکتا

ہمارے ساتھ اعدا شرط بد کر رو نہیں سکتے
جو نالہ ہے وہ نالہ ہے ہی دریا ہو نہیں سکتا

وہ جبتک بام پر ہے اور کسکی چل نہیں سکتی
مہ و خورشید کا بھی بول بالا ہو نہیں سکتا

نہوں جبتک کہ یکساں دونوں فکریں مٹ نہیں سکتیں
وہ سید ہے رہ نہیں سکتی ہیں ٹیڑھا ہو نہیں سکتا

مجھے محفل سے بیزاری نہیں تنہائی سی نفرت
بیان درد فرقت حسب منشا ہو نہیں سکتا

تنے بیٹھے ہیں بزم غیر میں حسرت ہے کیوں دیکھا
ہمارا عذر اب کوئی پذیرا ہو نہیں سکتا

نہ لی حد سے زیادہ شربت دیدار کی لذت
اگر کم کم پئے چھپکر تو رسوا ہو نہیں سکتا

بدل جاتی ہے آسانی سے دشواری منٹ بھر میں
خدا کا فضل ہو پروین تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

ہمیں ضرور تمہارا غلام ہونا تھا
مگر تمہیں بھی کبھی ہمکلام ہونا تھا

یہ اتفاق کہ موسیٰ کا نام ہونا تھا
کسی سے طور پہ اُسدن کلام ہوتا تھا

غریب خانہ پہ آئے تو ہنسکے فرمایا
بڑا ہی آج تو یہاں اہتمام ہونا تھا

عجیب بات ہے یوسف سے کیوں ہوئی الفت
عزیز مصر کو تیرا غلام ہونا تھا

ہمارے دل میں ازل سے تھا میکدہ کا عشق
ہماری خاک کو بھی صرف جام ہونا تھا

نکالا تیر کو پہلو سے کیا ستم ڈھایا
سزائے قتل میں حبس دوام ہونا تھا

بگڑکے رندوں سے عزت گنوائی واعظ نے
وگرنہ اُس کا بڑا احترام ہونا تھا

بڑی خوشی سے ہر اک سر جھکاتا قد منبر
صف نماز میں تجھکو امام ہونا تھا

ملیں جو حضرتِ واعظ تو اُن سے میں پوچھوں
مے دو آتشہ کو کیوں حرام ہونا تھا

ہماری موت پہ روتے ہیں کس لئے احباب
ہر ایک چیز کا ایک اختتام ہونا تھا

دو روزہ عمر میں کچھ بھی نہ دیکھ بھال سکے
جہاں میں کچھ تو قرار و قیام ہونا تھا

اُٹھے تھے بزم سے جسوقت میرے گھر آتے
وہاں سے کوچ یہاں پر مقام ہونا تھا

عدو بھی وصل کا طالب ہے اے تری قدرت
یہ مینڈکی کو بھلا کیوں زکام ہونا تھا

وہ آئے فاتحہ خوانی کو خلق کے ہمراہ
ہماری قبر پہ بھی اژدحام ہوتا تھا

جہاں کے غم بھی کوئی غم ہیں۔ تجکو اے پروین
غم حسین علیہ السلام ہوتا تھا

مرا دل کون کہتا ہے کہ تونے رائیگاں پھونکا
کسی کا ڈر ہی بخوف خطر کہدی کہ ہاں پھونکا

خدا کیواسطے یہ تو بتا اے آتش الفت
مرے دل کا جنازہ تونے لیجا کر کہاں پھونکا

فنا کرکے رہی مجکو غم آتش کی چنگاری
پڑی تھی گوشۂ دل میں مگر سارا جہاں پھونکا

بشر کیا حور کو بھی میں نے دیکھا ہو تو غارت ہوں
ترے کانوں میں آ کس شخص نے اے بدگماں پھونکا

تجلی عشق کی پڑتے ہی دل پر ہو گیا مجنوں
حواس و ہوش کا آتے ہی اسنے خانماں پھونکا

گلوں نے جب نہ کی پروا تو بلبل نے کہا رو کر
شرر ریزی سے میں نے مفت اپنا آشیاں پھونکا

دل بریاں کو کیونکر اپنے پہلو سے نکالوں میں
وہ کہتے ہیں دکھا ہمنے کسے پھونکا کہاں پھونکا

شہیدان محبت اپنی قبروں سے نہ اٹھینگے
قیامت صور تونے مفت پھونکا رائیگاں پھونکا

چلے جاتے ہیں وہ ہر بات پر قاصد سے پوچھونگا
کہ تونے جاکے کیا اس شوخ سے اے بدگماں پھونکا

بہت تکلیف دی ہے اسنے مجکو اے دل سوزاں
بھڑک کر کیوں نہ تونے سائبان آسماں پھونکا

عدو واقف ہے تم پروین کے ہاں کل چھپی آئی تھی
یہ قصہ شہر بھر میں اور کس نے میری جاں پھونکا

خاک جی خوش ہو چمن میں بلبل ناشاد کا
اک طرف گلچیں کا کھٹکا اک طرف صیاد کا

تو سہی ایسا مچاؤں شور و غل فریاد کا
ہاتھ کیا دل کانپ کانپ اٹھے مری جلاد کا

اسکے لطف و جور میں پہلو ہے کیا ایجاد کا
داد میں بیداد کا بیداد میں ہے داد کا

تو کئے جا ظلم پر ظلم اور میں صبر و شکیب
تیرا دل پتھر کا ہے میرا جگر فولاد کا

الاماں شوقِ اسیری الحذر ذوقِ ستم
پوچھتا پھرتا ہوں لوگوں سے پتہ صیاد کا

دل چرا کر کیوں چھپاتے ہو تمہارا مال ہے
میں تو عادی ہو گیا ہوں نالہ و فریاد کا

صبح ہونیکو ہے تم جا ہو تو نکلے آرزو
شام کا بیٹھا ہوا ہوں منتظر ارشاد کا

چہچہے تھے بلبل گلزار کے گلزار تک
بن گیا ماتم کدہ نالوں سے گھر صیاد کا

تھام لیتا ہوں جگر پڑتی ہے جب پہچی نظر
کام دیتے ہیں اشارے نشتر فولاد کا

کل تو میخانہ میں زاہد آتے آتے رہ گیا
ہاتھ سے جاتا رہا موقع مبارکباد کا

چاہنے والوں کی بھی تعداد حد سے بڑھ گئی
پاؤں ٹکتا ہی نہیں گھر میں ستم ایجاد کا

سوچتے ہو وہ کہ نادر کے نہ آئے دھیان میں
واہ رے ملکہ ستم کا مادہ بیداد کا

کچھ ادہر میں سخت جاں ہوں کچھ ادہر وہ سنگدل
ناک میں دم آگیا ہے خنجر فولاد کا

تم نہ باز آئے نہ باز آتے قیامت تک کبھی
وہ تو یوں کہئے ذخیرہ ہو چکا بیداد کا

سیکڑوں گلرو نہاں ہیں پردۂ چشم میں
خود مرقع بن گیا ہوں مانی و بہزاد کا

آئو نکلے ہو ادہر یہ دو قدم پر گھر رہا
دیکھتے جاؤ تڑپنا عاشقِ ناشاد کا

بیخبر ایسا ہوا ہوں کچھ نہیں اپنی خبر
خود فراموشی نتیجہ ہے تمہاری یاد کا

خون کی ندی بھی پہلو میں ہے جوئے شیر کے
وہ ہنر فرہاد کا تھا یہ نشاں فرہاد کا

ظلم کا بدلہ لیا پرویں کی دو دو آہ نے
خوب منہ کالا کیا چرخ ستم ایجاد کا

چشم سے چشمہ بہا چشمہ کا دریا ہو گیا
بچ گئی جاں شکر ہے طوفاں نہ برپا ہو گیا

بیحجابانہ جدہر وہ جلوہ فرما ہو گیا
جس نے دیکھا اک نظر بھر کر مجھی سا ہو گیا

اے حیا و عقل و ہوش و عزت و ناموس و ننگ
سب کے سب اک عشق سے بھاگے تمہیں کیا ہو گیا

کھینچتا تھا میں تصور میں گلستاں کی شبیہ	فرط رنگینی سے اُس گل کا سراپا ہو گیا
میری ہی فریاد ہو گی یا خرام ناز یار	ہم دکھا دینگے تمہیں گر حشر برپا ہو گیا
مہ جبیں رخصت ہوا قبل از طلوع آفتاب	خرمی کا بھی سحر کے ساتھ تڑکا ہو گیا
غرق دریائے تفکر ہوں کروں تدبیر کیا	نامہ اعمال عصیاں کا سفینا ہو گیا
حسن تھا روز ازل ہی حسن کسکو ہے کلام	اُنکے قامت سے مگر رتبہ دوبالا ہو گیا
تیرے ہاتھ آیا کوئی تیر قضا اچھا ہوا	اے دل بیمار لکڑی کا سہارا ہو گیا

اس زمیں میں جو سخن پروین ہے دریا سخن
اک غزل کا قصد تھا لیکن دوغزلا ہو گیا

انکو مہندی ملتے ہی سویرا ہو گیا	گردش تقدیر سے کیا رنگ اُلٹا ہو گیا
اے زہے تقویٰ شعاری میکشی جبتک کی	رات دن یا ساقی کوثر وظیفہ ہو گیا
آبرو ریزی سے ایسی عشق میں عزت بڑھی	جو یہاں قطرہ گھٹا وہاں بڑھکے دریا ہو گیا
زلف کیوں کھولو نہ آئیگا دل اصلا دام میں	مرغ زیرک آپ دہوکا کھاکے دانا ہو گیا
بھاگتے ہیں رند بادہ خوار تیرے نام سے	واعظا کیوں ابن آدم ہوکے ہوّا ہو گیا
چشم ساقی کیا پھری میکش کو دوڑانے لگے	کاسہ سر بزم مجنوں کا پیالا ہو گیا
میں گزر جاؤں تو لکھدینا سر لوح مزار	عاشق دل سوختہ نذر اطبا ہو گیا
قہر ڈھائے اسکو ہو جائے اگر زیور کا شوق	حسن دو دو بالیوں سے جب دوبالا ہو گیا

غرق دریائے تفکر ہوں میں پروین کیا کروں
نامہ اعمال عصیاں کا سفینہ ہو گیا

جاکے فردوس میں بھی کوئی صنم یاد آیا	ہائے کیوں دشت میں گلزار ارم یاد آیا

عاقبت میں جو کھلا نامہ اعمال مرا
پند گو مجکو ترے سر کی قسم یاد آیا

تختہ مشق ہو در کار تو میں حاضر ہوں
کیا تمہیں اور کوئی تازہ ستم یاد آیا

غیرت حور کا جب دور سے چہرہ دیکھا
کوچہ یار میں گلزار ارم یاد آیا

مرتے دم بھی نہ مٹا دل سے کسیکا نقشہ
جب خدا کی تھی ضرورت تو صنم یاد آیا

بار افکار سے جب دبگئی جانِ عاشق
شوق آزادی میں میدانِ عدم یاد آیا

آج کیوں روتے ہو پروین کو بتاؤ تو سہی
آج کیوں راہ رو ملک عدم یاد آیا

جاکے واپس نہ وہاں سے دل ناکام آیا
یا گرفتار مصیبت ہوا یا کام آیا

میرے بدلے یہ خنجر دل ناکام آیا
ہائے یہ دوست برے وقت میں کیا کام آیا

قوتِ ناطقہ نے منہ کی بلائیں لیلیں
بھولکر بھی جو مرے لب پہ ترا نام آیا

اُنکی محفل میں جو حاضر دل ناکام ہوا
اُنگلیاں اُٹھنے لگیں پھر وہی بدنام آیا

بولے آئینہ دکھا کر یہ مجھے موئے سفید
اب تو خورشید جوانی کا لب بام آیا

اشک شوئی مری فرمائی یہ اُسنے کہکر
اُنکو رونے کے سوا اور نہ کچھ کام آیا

چلتے چلتے بھی کوئی گھونٹ تو پیتے جاتے
دوست کوئی نہ عیادت کو لئے جام آیا

عید کی خاک مسرت ہو مجھے اسکے بغیر
ماہ نو ہجر میں تولے ہوئے صمصام آیا

نوجوانی بھی لٹی آئی بلائیں پروین
فصل گل آتے ہی صیاد لئے دام آیا

مارنا مقصود ہے گر عاشق دلگیر کا
تیر اگر چوکے تو بڑھ کر وار کر شمشیر کا

جب کسی صورت نہ پگھلے دل بتِ بے پیر کا
کر اطاعت یاد رکھ یہ ہے عمل اکسیر کا

اسکو میرے ساتھ ہی رکھیں اجل قبر میں — دل نہیں یہ آئینہ ہے یار کی تصویر کا
واہ رے جادو بیانی غیر سے تھے ہمکلام — دیکھتے ہی دیکھتے رخ پھر گیا تقریر کا
سب کی سن لیتا ہی باتیں سبکو دیتا ہی جواب — جو کبھی لڑتا ہے کیا کہنا تری تقریر کا
مانگ سیدھی کرتے کرتے انکو آدھی ڈھلگئی — کنگھی کرنی بھی کوئی لانا ہے جوئے شیر کا
ہے اگر تقدیر یاور بلبل نالاں نہ ڈر — راستہ میں گر پڑیگا اڑکے پیکاں تیر کا

مجھسے گر پوچھو تو پروین وہ ہی یثرب کی زمیں
خاک کی چٹکی جہاں کی کام دے اکسیر کا

غریب آدمی کو ٹھاٹ پادشاہی کا — یہ پیش خیمہ ہے ظالم تری تباہی کا
خدنگ آہ کو روکے رہا ہوں فرقت میں — خیال ہے مجھے افلاک کی تباہی کا
امید کیسے ہو محشر میں سرخروئی کی — ہمیشہ کام کیا ہو جو روسیاہی کا
سلام تک نہیں لیتے کلام تو کیسا — فقیری میں بھی تبختر ہے بادشاہی کا
شکست و فتح کا ذمہ نہیں دل ناداں — لڑے ہزار میں یہ کام ہے سپاہی کا
خضاب کرتے ہیں دنیا سے جب گئے گزرے — شگون کرتے ہیں پیری میں روسیاہی کا
نہ آسماں کی عنایت نہ مہرباں وہ شوخ — نہ پوچھو حال غریبوں کی بے پناہی کا
سفید بالوں پہ کس واسطے خضاب لگائیں — گیا زمانہ جوانی میں روسیاہی کا

خطائیں ہو گئیں معدوم جچ سے ای پروین
گواہ خود ہے خدا میری بے گناہی کا

محفل میں غیر ہی کو نہ ہر بار دیکھنا — میری طرف بھی بھول کے سرکار دیکھنا
آغاز سبزہ سے ہے جو رخسار پر غبار — اگلے برس اسے خط گلزار دیکھنا

جب صرف گفتگو ہوں تو دیکھے انہیں کوئی
منظور ہو جو ابر گہربار دیکھنا

میں نے کہا کہ ہجر میں کچھ مشغلہ نہیں
بولے کہ رات دن در و دیوار دیکھنا

کہتا ہوں جب میں اُنسے بناؤ سنگھار کو
کہتے ہیں کوئی اور طرحدار دیکھنا

میں جان بھی دریغ کروں تو گناہ گار
میرے سوا نہ اور خریدار دیکھنا

وہ مجھسے پوچھتے ہیں کہ کچھ عیب تو نہیں
رفتار دیکھنا مری گفتار دیکھنا

شیخ زماں قدیم روش کے بزرگ ہیں
کتنا بڑا ہے گنبد دستار دیکھنا

وہ بار بار دیکھتے ہیں آئینہ میں منہ
للہ اُن کا رخ پر انوار دیکھنا

چلتے ہیں کوئے یار میں ہو وقت امتحاں
ہمت نہ ہارنا دل بیمار دیکھنا

ہوشیار پھونک پھونک کے رکھنا یہاں قدم
پروین ذرا زمانہ کی رفتار دیکھنا

نہ رکھا تم نے زمانہ میں ٹھکانا دل کا
چھوڑدو چھوڑدو اس طرح ستانا دل کا

کبھی آبادی میں حیران کبھی ویرانہ میں
کوئی دنیا میں نہیں خاص ٹھکانا دل کا

برکتِ عشق سے اللہ رے شہرت اسکی
ساری دنیا کی زباں پر ہی فسانا دل کا

کوچۂ زلف میں بیکس کو پڑا رہنے دے
اور دنیا میں نہیں کوئی ٹھکانا دل کا

عمر بھر خوب مصیبت سے مصیبت جھیلی
ہائے کہتا ہی کبھی ہم نے نہ مانا دل کا

بیوفائی کی شکایت پہ وہ فرماتے ہیں
ابتک آیا ہی نہیں ہم کو لگانا دل کا

کس قیامت کے یہ عیار ہیں توبہ پروین
خوبرویوں سے کوئی سیکھے اُڑانا دل کا

ظاہر تو اہل بزم سے اُن کا خطاب تھا
لیکن میں جانتا ہوں کہ مجھپر عتاب تھا

رخ ایک آفتاب تھا اک ماہتاب تھا
وہ اُس کا تھا جواب یہ اُسکا جواب تھا

طوفانِ موت آتے ہی دنیا بدل گئی
دیکھا تو یہ کہ خانۂ ہستی خراب تھا

اُس کے سبب سے وادیِ ایمن تھا میکدہ
چہرہ تھا ماہتاب تو رخ آفتاب تھا

تھی بوستانِ عمر میں دو روز کی بہار
دنیا کے انبساط کو دیکھا تو خواب تھا

موقع برا تھا ملتی خدا جانے کیا سزا
محشر میں عذر خواہ بھلے کو شباب تھا

پرویں فقط ہوا کے سہارے تھی زندگی
بحرِ فنا میں عالمِ ہستی حباب تھا

خالی ہیں قلب مہر و محبت کو کیا ہوا
کیا اُڑ گئی جہاں سے مروت کو کیا ہوا

شاید چڑھی ہوئی ہے زیادہ شرابِ ناب
اُترا ہوا ہے منہ تری صورت کو کیا ہوا

رہتا ہے بند کیوں درِ مقصد میرے لئے
کھلتی نہیں کبھی مری قسمت کو کیا ہوا

کرتا نہیں ہے اُس بتِ کافر کو مہرباں
اُس پاک بے نیاز کی قدرت کو کیا ہوا

میرے سوا ہیں اور بھی دنیا میں بدنصیب
ٹلتی نہیں یہاں سے مصیبت کو کیا ہوا

آہ و بکا یہ کیوں نہیں ہوتے وہ بیقرار
اے دل جواب دے تری ہمت کو کیا ہوا

کیا پوچھتے ہو عشق میں مٹی خراب ہے
وہ ہی مصیبتیں ہیں مصیبت کو کیا ہوا

آپ اور میکدہ میں مبارک ہو ساقیا
فرمائیے تو مجھ سے کہ حضرت کو کیا ہوا

آئے ہیں سامنے تو بچائے ہوئے نظر
ملتی نہیں ہے چشمِ مروت کو کیا ہوا

ساری بلائیں ٹل گئیں بارے شبِ وصال
کس جا اُجڑ گئی شبِ فرقت کو کیا ہوا

کہتے ہیں بات بات پہ کافر ہر ایک کو
پرویں ستم ہے اہلِ شریعت کو کیا ہوا

آپ ہی ملتے تھے مجھ سے آپ ہی انکار تھا / آپ ہی خوش آپ ہی ناخوش یہ کیا اسرار تھا

قتل بھی میرا محبت کا فقط اظہار تھا / سر ہمارے دوش پر تھا اور اُنکو بار تھا

دوستو الفت کی بیماری نے مارا ہے مجھے / یار دل آزار تھا میں عاشق آزار تھا

دوستوں نے بار بار اس سے جو پوچھی وجہ موت / اُسنے دق ہو کر کہا اُس کو بڑا آزار تھا

گلشن حسن بتاں میں پھول بھی تھے خار بھی / کوئی دل آرام تھا اور کوئی دل آزار تھا

اسکی رعنائی بھی تھی شکل گل رعنا و رنگ / گاہے دل آرام تھا اور گاہے دل آزار تھا

اپنی کرنی یار اُترنی جو کیا میں نے کیا / خود ہی دل آرام تھا اور خود ہی دل آزار تھا

غیر پر لطف و کرم کا جب نہ آیا کچھ جواب / بات یہ کہکر اُڑا دی اسمیں کچھ اسرار تھا

کس ادا سے دل لیا ہے یہ ہی جنگ زرگری / نازکو اقرار تو اندازکو انکار تھا

دل کے دینے کا ہی خمیازہ وگرنہ ہمکو کیا / کوئی دل آرام تھا یا کوئی دل آزار تھا

تو نے ہلکا کر دیا قاتل مجھے ممنون ہوں / دوش پر سر سر پہ تیری شفقتوں کا بار تھا

سر گیا تو سر کے ساتھ الزام بھی جاتا رہا / سر کے بل چلنا محبت میں بہت دشوار تھا

سب کے سب چپ بیٹھے گر آنکھوں سے گویا رحم کر / کیا کہوں اُس بت کا گھر اللہ کا دربار تھا

غیر کی تعریف کو اب اور کیا درکار ہے / جتنا آنکھوں میں سبک اُتنا ہی دل پر بار تھا

اُسکے گھر میں جاتے ہی سکتہ سا مجکو ہو گیا / اک عجائب خانہ تھا یا حسن کا بازار تھا

کون جائے کان تک اُس کے مجھے چپ لگ گئی / لشکر اظہار کا نالہ علم بردار تھا

لاکھ معشوقوں میں بھی بیٹھا تو اونچا ہی رہا / لشکر خوبی میں وہ گویا علم بردار تھا

فوج خوبی ہی رواں پہلے تھی وہ پیچھے ہو تم / کیونکہ تم سردار تھے یوسف علم بردار تھا

مرگ عاشق کا سبب پوچھا تو غمزہ سے کہا / کیا بتاؤں نرگس بیمار کا بیمار تھا

کشتی مے صرف چلنے کی کسر تھی ساقیا
بحر غم سے ورنہ ایک ہی دم مین بیڑا پار تھا

توسن عمر رواں پروین جھجک کر رہ گیا
پھاند جانا عالم ہستی کا کیا دشوار تھا

جب تک وہ فاتحہ کو بلایا نہ جائے گا
ہرگز مرا مزار بنایا نہ جائے گا

غیروں کے ساتھ چین مبارک تمہیں کہ ہم
جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا

ہاں وار کر کہ زخم سے ڈرتے نہیں ہیں ہم
طعنہ ہے یہ بھی کوئی جو کھایا نہ جائے گا

پامال کر نہ حسرت و ارماں کہ دل مرا
جب کہ اُجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

اک اور بھی طریق نصیحت ہے واعظا
یوں تو کسی کو راہ پہ لایا نہ جائے گا

سو بار میرے دل کو نگاہوں سے تو گرا
یہ اشک تو نہیں جو اُٹھایا نہ جائے گا

ہر حال میں نظر رہے شطرنج عشق میں
نقشہ بگڑ گیا تو بنایا نہ جائے گا

لیجاتے ہو جلانے کو بزم رقیب میں
میں کیا کہ اُس کے گھر مرا سایہ نہ جائے گا

دل مانگتے ہیں اور جو میں پوچھتا ہوں نام
کہتے ہیں تم کو نام بتایا نہ جائے گا

کوشش کرونگا رازِ محبت چھپا رہے
لیکن مبصروں سے چھپایا نہ جائے گا

پروین کو اب سوا نہ جلا یاد رکھ فلک
شعلہ بھڑک اُٹھا تو بجھایا نہ جائے گا

جب تک تھے ہم جہاں میں الم کا پتہ نہ تھا
اور اسکا یہ سبب کہ کوئی مدعا نہ تھا

وہ لکھ پتی ہین جیب میں جنکے ٹکا نہ تھا
اور بھیک مانگتے ہیں وہ جن کا زمانہ تھا

خود میں نے کی فرشتوں کی تصدیق حشر میں
جو کچھ لکھا تھا ٹھیک تھا کچھ افترا نہ تھا

گرداب سے ہماری بھی کشتی نکل گئی
حامی خدا تھا آپ اگر ناخدا نہ تھا

دیکھا اُلٹ پلٹ کے بہت نسخہ جہاں
سارے لغات جمع تھے لفظ وفا نہ تھا

الزام کیا مسیح علیہ السلام پر
بالکل وہ بےقصور تھے حکم خدا نہ تھا

راہ عدم میں صرف کچھ اعمال ساتھ تھے
احباب و اقربا سے کسی کا پتہ نہ تھا

مانا کہ جاں نثار تھا مجنون عامری
فرہاد کی طرح سے مگر منچلا نہ تھا

پرویں صنم پرستی میں کیوں عمر صرف کی
کم بخت مستحق عبادت خدا نہ تھا

محو نظارۂ قاتل میں ہر اک دل ہوگا
کون محشر میں بھی پرساں ترا بسمل ہوگا

ناامیدی کا نہیں بیٹھنا اچھا دل میں
حشر کے روز بھی اُٹھنا مجھے مشکل ہوگا

گردشِ چرخ کے خوگر ہیں نہیں کچھ پروا
دیکھ لیں گے جو ستم چرخ سے نازل ہوگا

بیگنا ہونکے لہو کو نہ سمجھ رنگِ حنا
حشر تک سر سے اُترنا ترے مشکل ہوگا

اُتنی ہی اُسکی ملاقات کی خواہش ہوگی
جسقدر وہ مرے احوال سے غافل ہوگا

درد فرقت میں اگر خستہ ترا مرجائے
تیرا دعوا یہ مسیحائی کا باطل ہوگا

ہمنشیں عاشق چاہ ذقن یار ہوں میں
بعد مردن مرا مدفن چہ بابل ہوگا

حشر میں بھی نہیں پرویں کو امید انصاف
وہاں بھی سارا ہی زمانہ سوئے قاتل ہوگا

جب سے گلشن میں تجھے اے گل خنداں دیکھا
ہم نے اُسدن سے پلٹ کر نہ گلستاں دیکھا

ہمنے جس شخص کو یہاں بندہ احساں دیکھا
اسکو اللہ کا بھی تابع فرماں دیکھا

دیکھنے کو تو جہاں بھر کو مری جاں دیکھا
قسمیہ کہتا ہوں پر تمسا نہ انساں دیکھا

سفر عمر میں تیری ہی بدولت اے عشق
ہم نے ہر منزل دشوار کو آساں دیکھا

یہاں تو پھر فصلِ بہار آئی خزاں کے بدلے
تھک گئی تو ہی نہ اے گردشِ دوراں دیکھا

حیرت آتی ہے جنوں کی مجھے بیباکی پر
آستیں دیکھی نہ دامن نہ گریباں دیکھا

آخرش زلفِ پریشاں بھی یہ چلا اُٹھی
دل سے دنیا میں زیادہ نہ پریشاں دیکھا

شکوۂ جور کی الفت نے اجازت ہی نہ دی
عرصۂ حشر میں جب اسکو پریشاں دیکھا

چشمِ جاناں سے مجھے مفت ندامت ہوگی
تو نے نرگس کو گر اے دیدۂ حیراں دیکھا

گر گیا باغ میں شمشاد ترے جلوہ سے
تو نے بھی لطف یہ اے سروِ خراماں دیکھا

جاہ و عزت نے لئے میرے قدم آ پرویں
نفس کا جب نہ مجھے تابعِ فرماں دیکھا

غیر کی طرح مجھے اے بتِ پرفن سمجھا
کیا غضب تو نے کیا دوست کو دشمن سمجھا

شیخ سمجھا نہ محبت کو برہمن سمجھا
اسکو سمجھا تو کوئی صاحبِ شیون سمجھا

گلشنِ دہر کی کس طرح تمنا ہوتی
آنکھ کھولی تو قفس ہی کو نشیمن سمجھا

صرصرِ یاس نے اس درجہ ڈرایا مجھکو
شمعِ الفت کو چراغِ تہِ دامن سمجھا

وہ لبِ لعل جو یاقوت کو شرماتے تھے
اُنکو مسی کے سبب میں گلِ سوسن سمجھا

جل گیا داغِ جگر دانۂ بریاں کی طرح
کثرتِ آہ نے دل کو مرے گلخن سمجھا

طے کری برہنہ پائی سے جنوں کی منزل
کوچۂ یار کو دل وادیٔ ایمن سمجھا

کیا خطا کی جو ختن میں ترے سودائی نے
مشک کو لخلخۂ گیسوئے پرفن سمجھا

طائرِ جاں قفسِ تن سے رہائی پاکر
شاخِ گلزارِ مدینہ کو نشیمن سمجھا

دورِ داماں نبی کا ہوا قائل دل سے
ظلِ رحمت کو سدا سایۂ دامن سمجھا

محو کس درجہ ہوا یہ کہ مرا دل پرویں

ماہ کو شانہ کش گیسوئے پرفن سمجھا

کسی دلسوز سے اپنی کہانی کہہ نہیں سکتا — پھنکا جاتا ہوں اسرار نہانی کہہ نہیں سکتا
مرقع میں کسی کو تیرا ثانی کہہ نہیں سکتا — بنائی ہو کبھی یہ شکل مانی کہہ نہیں سکتا
پس خم جو رسا بیٹھا ہوں میں واعظ کی دہشت سے — مجھے بھی دو شراب ارغوانی کہہ نہیں سکتا
مخاطب ہوتے ہی سفاک کے تیور بدلتے ہیں — غضب ہے دشمن جانی کو جانی کہہ نہیں سکتا
خضر بھی سبزہ رخسار پر سو جان سے مرتے ہیں — رہی اب شرم عمر جاودانی کہہ نہیں سکتا
لڑکپن میں تو یہ غلغال سے شور قیامت ہے — ستم ڈھائیگی کیا کیا نوجوانی کہہ نہیں سکتا
کبھی دنیا سے جی ٹھنڈا کبھی سرگرم کوشش ہوں — میں اس کشتی کو بادی یا دخانی کہہ نہیں سکتا
شہید ناز ہو کر کس طرح زندہ رہا عاشق — پشیمانی سے اپنی سخت جانی کہہ نہیں سکتا
زکوٰۃ گریہ دیتے دیتے مجکو عمر گزری ہے — مرے انداز پر یا بافغانی کہہ نہیں سکتا
اگر غرفہ سے تم جلوہ دکھا دوگے تو کیا ہوگا — خدا بھی سب سے یکساں لن ترانی کہہ نہیں سکتا

مکدر ہوں اگر خط دیکھکر کہہ بیٹھو پروین
کہ جس کو شرم آتی ہے زبانی کہہ نہیں سکتا

یا الٰہی جلد ہو نور آشکارا صبح کا — یا اجل کا آسرا ہے یا سہارا صبح کا
ذکر مت کر وصل میں اے ماہ پارا صبح کا — مجکو خورشید قیامت ہے ستارا صبح کا
لب شفق عارض سحر نقشہ ہے سارا صبح کا — خال پیشانی ہے یارب یا ستارا صبح کا
میکدہ میں ہے سماں شب کو بھی سارا صبح کا — پنجہ ساقی شفق ساغر ستارا صبح کا
شب ہوئی کافور ڈھلتے ہی ستارا صبح کا — پڑ گیا بارود میں اڑکر شرارا صبح کا
یوں کہو تا حشر یارب بر نیاید آفتاب — وصل میں کیوں نام لیتے ہو خدارا صبح کا

یار کیوں جاتا اگر آتے نہ یہ حرماں نصیب — فیصلہ ہوگا قیامت میں ہمارا صبح کا

رات کا احسان ہے جسنے کر دیا تھا بے حجاب — پھر وہ شرمانے لگے پاکر اشارا صبح کا

تمکو رخساروں پہ ناز اسکو مہ و خورشید پر — فیصلہ اب دیکھئے کیا ہو تمہارا صبح کا

ایک پیشانی پہ تل ہے ایک بندہ کان میں — اک ستارہ شام کا ہے اک ستارا صبح کا

وصل کی شب ہو چکی سب کا ہے یکساں رنگ فق — ایک سا احوال ہے میرا تمہارا صبح کا

اک طرف تار شعاعی اک طرف ہو آفتاب — یار کی ٹوپی میں ہو سلمہ ستارا صبح کا

کل چلے جانا اگر جانا تمہیں منظور ہے — آج رہجاؤ نہیں کیا ہے اجارا صبح کا

کچھ مؤذن سے عداوت تھی نہ رنجش مرغ سے — شعبدہ اللہ اکبر تھا یہ سارا صبح کا

سبحہ گردانی فراق یار میں کرتا رہا — رات بھر دیکھا کیا ہوں استخارا صبح کا

کاکل و عارض کے سودے میں مرا دل بارہا — شام کو آیا ہے گھر میں مارا مارا صبح کا

رحم کر اے شمع پروین پر تو بے رونق نہ ہو
لو کی جنبش سے نہ کر ظالم اشارا صبح کا

تیرا عارض بھی ہے فرقاں اگر امکاں ہوتا — بعد قرآں کے نازل یہی قرآں ہوتا

دل نہوتا تو کسی شے کا نہ ارماں ہوتا — فارغ البال ہر اک فکر سے انساں ہوتا

گر یہی ہاتھ یہی خنجر براں ہوتا — ہوتیں سو جانیں تو سو مرتبہ قرباں ہوتا

کاش کے غیب سے کچھ وصل کا ساماں ہوتا — یوں ہی تجھے دیس نکالا شب ہجراں ہوتا

للہ الحمد کہ خفت نہ ہوئی محشر میں — کہنے کی بات ہے وہ اور پشیماں ہوتا

خضر کیا خوش ہیں کہ ہیں چشمۂ حیواں لیکر — عمر بھر کے لئے شرمندۂ احساں ہوتا

مصحفِ رخ پہ نظر پڑتی جو خطاطونکی — خط عارض پہ گمانِ خط ریحاں ہوتا

کیا تعلق تھا مجھے بادیہ پیمائی سے
تو ہی آباد اگر اے خانہ ویراں ہوتا

ہم وہ مقبول شرابی ہیں کہ فردوس میں بھی
اُس طرف کو شرادہر بادہ ریحاں ہوتا

میں وہ باحوصلہ عاشق کہ تجھی کو چاہا
شیخ ہوتا تو فقط حور کا خواہاں ہوتا

کچھ تو بیتابی دل اُسپہ عیاں ہو جاتی
خط ماہی میں خط شوق کا عنواں ہوتا

اُن کو اغیار نے بہکا ہی کے چھوڑا افسوس
آخر انساں کا انساں ہی شیطاں ہوتا

تجھ پہ مرنے کی حقیقت ہی نہ سمجھا ورنہ
اس اجل پر ملک الموت بھی قرباں ہوتا

بلبل خامہ نیرنگ نوا لے پروینؔ
اور آہنگ میں ہی اب کے غزلخواں ہوتا

وہ مرا اور میں اُس شوخ کا مہماں ہوتا
جب تو منہ کالا ترا او شب ہجراں ہوتا

دل نہ ہوتا تو نہ شرمندہ احساں ہوتا
عشق ہوتا نہ طلب ہوتی نہ ارماں ہوتا

شکر صد شکوہ کرتے ہیں شہید و نگا شمار
آج سر ہوتا تو میں سر بہ گریباں ہوتا

نام تک دل کا مرے لب پہ نہ آیا ورنہ
دی ہوئی چیز طلب کر کے پشیماں ہوتا

اسقدر تیر لگائے ہیں مرے سینہ میں
کسی جنگل میں لگاتا تو نیستاں ہوتا

شکوہ چشم فسونگر سے نگاہیں بدلیں
قصہ زلف سے وہ اور پریشاں ہوتا

میرے رونے پہ اُنہیں اور ہنسی آجاتی
گریہ ابر سے پیدا گل خنداں ہوتا

اُنکو لازم تھا عزیزوں کی نظر سے بچتے
رشک یوسف کو وہی گوشہ زنداں ہوتا

غمزہ و نازو ادا شوخی و شرم و انداز
شہر کا شہر ہے یہ دشمن ایماں ہوتا

عشق وہ راز نہ تھا مجھ سے جو مخفی رہتا
میں نہ کہتا مری صورت سے نمایاں ہوتا

شور الفت سے جو پڑتا مرے دلمیں ناسور
زخم کا زخم نمکداں کا نمکداں ہوتا

گرم جولانی وحشت کو تمنا ہی رہی
کہ بیاباں کے پرے اور بیاباں ہوتا

ہجر میں کرتے ہیں آرائش ایوانِ وصال
رمضاں سے ہے یہاں عید کا ساماں ہوتا

وصل اغیار کا ہر چار طرف چرچا ہے
کاش یوسف کی طرح تہمیہ یہ بہتاں ہوتا

دست وحشت سے نہ بچتا کوئی عاشق پروین
ہائے گر جامۂ ہستی میں گریباں ہوتا

سن اے عاشق کشمکش نہ کر انتظار سوجا
وہ کرے وفائے وعدہ نہیں اعتبار سوجا

شب ہجر کی طوالت نہ بپا کرے قیامت
دل مضطر اس طرح سے نہ ہو بیقرار سوجا

جو تو آئے فاتحہ کو تو یہیں فنا لحد میں
میں نہ سوؤں گو فرشتے کہیں لاکھ بار سوجا

مرے باغ آرزو میں بھی کبھی بہار آئے
مرے پہلو میں کبھی تو مرے گلعذار سوجا

شب ہجر بیکسی نے کہا اشک خوں بہا کر
کہ نہیں ہے تو اکیلا میں ہوں ہمکنار سوجا

جو بلاؤں تو وہ بگڑے جو لگاؤں ہاتھ جھٹکے
وہ نہ سوئے ایک لمحہ کہوں گو ہزار سوجا

میں سکوں کی جستجو میں رہا عمر بھر پریشاں
کہ اجل نے رہبری کی کہ تہ مزار سوجا

شب ہجر آج پروین تجھے جاگتے کٹی ہے
مگر اب تو صبح صادق ہوئی آشکار سوجا

برستی کیوں ہے چشم تر ابھی رہ جا رہ جا
گھٹا نا ابر کو رو کر ابھی رہ جا رہ جا

چمن سے گر چھڑانا ہے نکر یہ ظلم الظالم
مرے تو نوچ لیتا پر ابھی رہ جا رہ جا

قمر شرمائیگا رخ سے چھڑک افشاں تو ماتھے پر
جبیں پر چمکیں گے اختر ابھی رہ جا رہ جا

فراق شعلہ رو میں قصر تن جل جائیگا اپنا
بنے گا دل مرا مجمر ابھی رہ جا رہ جا

جو عاشق تیغ ابرو کا ہے پہلے تو یہ میداں میں
گلا رکھتا تہ خنجر ابھی رہ جا رہ جا

ستمگر شربت دیدار سے تو سیر ہونے دے
اُٹھاتا کیوں ہے تو خنجر ابھی رہجا رہجا

گرا پروانہ شمعوں پر تو میرا شعلہ خو بولا
ندے تو جان یوں جل کر ابھی رہجا رہجا

نہ ہوگی تم سے اے پروین عدم کی راہ میں سختی
مدد کو آئیں گے رہبر ابھی رہجا رہجا

ب

آپ آتے رہیں اگر ہر شب
ہو شب قدر میرے گھر ہر شب

یا تو آتے تھے میرے گھر ہر شب
یا نہیں آتے اب نظر ہر شب

بھیس بدلے نظر بچائے ہوئے
کس کے ہاں جاتے ہو ادھر ہر شب

کچھ تو ہے روک اُسکے جانے میں
کیوں نکلتا نہیں قمر ہر شب

ہجر کی جانکنی سے رہتا ہے
ملک الموت کا خطر ہر شب

وعدہ کرکے جو تم نہیں آتے
تارے گنتا ہوں تا سحر ہر شب

کبھی تو اپنے وعدہ پر آجا
مجکو مایوس یوں نہ کر ہر شب

کام آئے دعا نہ آہ و بکا
رہے ہر سعی بے اثر ہر شب

تم نہیں ہو تو ہائے پروین کو
روتے کٹتی ہے تا سحر ہر شب

ب

اُمڈے آتے ہیں غم و رنج و الم آپ سے آپ
جوش گریہ ہی ترے سر کی قسم آپ سے آپ

خیر تم نے نہ جلایا نہ ستایا مجھکو
ہو گیا سینہ میں دل جلکے بھسم آپ سے آپ

کچھ تو ہے معرکۂ عشق میں سختی ایسی
اُکھڑے جاتے ہیں دلیروں کے قدم آپ سے آپ

کشش کوچہ جاناں کا تماشا دیکھو
کہ اُٹھے جاتے ہیں اُس سمت قدم آپ سے آپ

اضطراب قلم شوق اسے کہتے ہیں
کہ قلم کرتا ہے احوال رقم آپ سے آپ

کچھ تو کرتے ہیں اشارہ ترے تیغ ابرو
ورنہ کیوں جاتے ہیں سب سوئے عدم آپ سے آپ

بحر رحمت کی نہیں حد و نہایت پروین
آن برسیگا کبھی ابر کرم آپ سے آپ

ت

خدا کے فضل سے ہم حق پہ ہیں باطل سے کیا نسبت
ہمیں تم سے تعلق ہے مہ کامل سے کیا نسبت

مہ کنعاں کو میرے اُس مہ کامل سے کیا نسبت
زلیخا کے ملوث دل کو میرے دل سے کیا نسبت

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر
کبھی میں نے نہ سوچا راز کو محفل سے کیا نسبت

کہے جاتا ہے جو واعظ سنے جاتے ہیں ہم لیکن
جو اہل دل نہیں اُسکو ہمارے دل سے کیا نسبت

مجھے ہے صدمہ ہجراں عدو کو سیکڑوں خوشیاں
مرے اُجڑے ہوئے گھر کو بھری محفل سے کیا نسبت

خدا ہی پر بھروسہ ہے خدا ہے ناخدا میرا
وگرنہ میں بھنور میں ہوں مجھے ساحل سے کیا نسبت

فراق یار میں میرا دل مضطر نہ ٹھیریگا
تمہیں سوجھو سکوں کو طائر بسمل سے کیا نسبت

کنیز حضرت مشکلکشا ہوں دل سے میں پروین
تعلق مجکو آسانی سے ہے مشکل سے کیا نسبت

نکالی جائے کس ترکیب سے تقدیر کی صورت
وہ آئینہ کی صورت اور میں تصویر کی صورت

گرفتار محبت کر لیا باتوں ہی باتوں میں
تسلسل سے نمایاں ہو گئی زنجیر کی صورت

زیادہ آئینہ سے ہے منور مصحف عارض
اور اُس پر خال مشکیں آیہ تطہیر کی صورت

ترے تیور بدلتے ہی زمانہ ہو گیا دشمن
ہلال عید بھی ظاہر ہوا شمشیر کی صورت

ستم ہو جائیگا گر بال بھی بیکا ہوا اُسکا
نکل کر آہ سینہ سے گئی ہے تیر کی صورت

کبھی اینٹھی نگاہیں ہیں کبھی تیور بدلتے ہیں
نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں یہ ہی تعزیر کی صورت

مزا کیا اُس بتِ بے پیر سے دل کے لگانیکا
جو خلوت میں ہو بت محفل میں ہو تصویر کی صورت

خفا ہوتے ہی کچھ کا کچھ ہوون کا ہو گیا نقشہ
کبھی خنجر کی صورت اور کبھی شمشیر کی صورت

جسے ملجائے خاکِ پاک دشت کربلا پرویں
پلٹ کر بھی نہ دیکھے وہ کبھی اکسیر کی صورت

ڈہلنکے رہا وہ روئے منور تمام رات
نکلا نہ ابر سے مہ انور تمام رات

کھولے رہا وہ زلف معنبر تمام رات
ہمسایہ تک کے گھر تھی معطر تمام رات

سوتا رہا وہ ماہ مرے گھر تمام رات
کیا جاگتا رہا ہے مقدر تمام رات

وحشت کے ہاتھ سے مجھے اکجا نہیں قرار
گردش تمام روز ہے چکر تمام رات

کس طرح سے گزرتی ہیں راتیں نہ پوچھئے
روتا ہوں میں فراق میں اکثر تمام رات

جشن شب وصال تھا کس دہوم دہام پر
نوشابہ تم تھے اور میں سکندر تمام رات

پردہ نشیں ہو تم کو حیا چاہئے ذرا
تم اور سارے شہر کا چکر تمام رات

قسمت سے اُس کے روئے کتابی کے سامنے
کھلتے رہے ہیں شکووں کے دفتر تمام رات

تو یہاں تھا اور دل ترا بزم رقیب میں
دیکھا کیا ہوں میں ترے تیور تمام رات

عشق بتاں میں کاٹنی ہے مجھکو ساری عمر
اتنا تڑپ نہ اے دل مضطر تمام رات

غیروں میں دیکھکر اُسے مصروف میکشی
آنکھیں تھیں میری خون کبوتر تمام رات

ث

اس باغ میں ہے نالہ و شور و فغاں عبث
کیوں کھینچتا ہے بلبل بے خانماں عبث

دل یوں ہی تیرا صید ہی تیر اشکار ہے
مژگان یار مارتی ہے برچھیاں عبث

ہر بات پہ جو کہتے ہو تم مجھ سے چپ رہو
یہ بھی کہو کہ دی ہی خدا نے زباں عبث

اسکا کہیں نشاں ہے نہ اُسکا کہیں پتہ
ہے جستجوئے مہر و وفا میں جہاں عبث

دنیا میں یادگار ہے مردہ کو فائدہ
جب ہم ہی یہاں نہیں ہیں تو نام و نشاں عبث

آزاد ہے تو مرضی مولا سے کام رکھ
نفع و ضرر فضول ہی سود و زیاں عبث

اپنی تو چال ڈھال پہ رکھتے نہیں خیال
کرتے ہیں بند سارے جہاں کی زباں عبث

اُس بیوفا نے قصۂ غم سن کے یوں کہا
سارا بیاں فضول ہی سب داستاں عبث

جانے دو لن ترانی مہر و وفا گلو
کھلواتے ہو ہزار میں میری زباں عبث

جب خاک میں وہ ساری مرادیں ملا چکا
چکر میں کیوں ہی بعد مرے آسماں عبث

پہ آویں خدا کا فضل ہی گر نا خدا تو پھر
لنگر یہاں فضول ہے اور بادباں عبث

ج

کیا پوچھتے ہو دوستو فرقت کا غم و رنج
آفت کی مصیبت ہے قیامت کا غم و رنج

کیوں داور محشر سے کروں جا کے شکایت
ہو مفت مجھے تیری ندامت کا غم و رنج

ہاتھ آئے بھی میرے تو نہ آئے وہ شب وصل
لکھتا ہی رہا میں شب فرقت کا غم و رنج

وہ آئے بھی تو غیر کو ساتھ اپنے لگا لائے
چھوٹے سبھی مجھے کیونکر مری قسمت کا غم و رنج

سدا رہی جہاں ہی کبھی روشن کبھی تاریک
بیفائدہ ہے عیش و مسرت کا غم و رنج

ہر شخص ہو جب اپنی مصیبت میں گرفتار
پھر کون کرے میری مصیبت کا غم و رنج

کیا میری شکایت کے لئے دوست تھے نایاب
التیہ سے ہے دشمن سے شکایت کا غم و رنج

اک لحظہ بھی بھولے سے جدا ہو نہیں سکتا
ہمزاد ہے کیا میری طبیعت کا غم و رنج

وہ کہتے ہیں پرویںؔ نہ کرو ہجر کا شکوہ
ہو جائے نہ یوں عیش و مسرت کا غم و رنج

بے فائدہ کہاں کا نکالا حجاب آج
پھینکو شب وصال میں رخ سے نقاب آج

کوئی ستم دریغ نہ رکھئے جناب آج
خنجر کو میرے خون سے دے لیجئے آب آج

میرے غریب خانہ پر آپ اور آئینگے
آنکلے کیئے بھولے سے کیونکر جناب آج

بزم میں ہے آفتاب سپہر جمال و حسن
کہدو کہ منہ چھپائے رہے آفتاب آج

رشک قمر ہے ساقی و ساغر ہی دور میں
گردش میں ہو زمیں ہے پر آفتاب آج

کیا دختِ رز کا خون ہوا محتسب کے ہاتھ
کیوں میکدہ ہی پیر مغاں کو ہی خراب آج

قبضہ میں اپنے یار نہیں صاف کھل گیا
ہم نے زبان تیغ سے پایا جواب آج

الجھن میں عشق زلف کے سودا سا ہو گیا
لایا وبال سر پہ ہمارے شباب آج

ہاں بخت مرحبا وہ مرے گھر تو آگئے
آیا نہ کام چرخ کا کچھ انقلاب آج

پرویںؔ کو مفت بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا
کیوں ہے وفور رنج و الم بیحساب آج

آراستہ تھے روضہ رضواں شب معراج
تھا عرش پہ کونین کا سلطاں شب معراج

سردار دو عالم کا بڑھا عرش سے پایہ
کیوں شاد نہوں صاحب ایماں شب معراج

آراستہ تھیں خلد میں حوریں شب اسریٰ
جنت میں کمربستہ تھے غلماں شب معراج

کتنا تھا شگفتہ گل گلزار نبوت
تھا یثرب و بطحا چمنستاں شب معراج

محبوب تھا منظور خداوند تھا ناظر
اور سدرہ پہ جبریل تھا دربان شب معراج

اک دھوم تھی آتا ہے شہنشاہ دو عالم
استادہ تھے داؤد و سلیماں شب معراج

امت کے لئے مشورۂ نیک بتایا
کام آئے بہت موسیٰ عمراں شب معراج

کچھ فرق نہ تھا عاشق و معشوق میں اُسجا
بس ناظر و منظور تھے یکساں شب معراج

مدہوش تھے کہسار تو خاموش تھے دریا
اور ارض و سما سکتہ میں یکساں شب معراج

پیرایش طوبےٰ کبھی آرائش کوثر
مصروف مدارات تھا رضواں شب معراج

کچھ اور نہ بن آئے جو ناچیز سے خدمت
پروین بھی دل و جاں سے ہو قرباں شب معراج

ہر چیز کا علاج ہے ہر چیز لا علاج
لیکن کسی سے ہو نہ سکا وہم کا علاج

ہم اس طرح سے مر گئے رنج فراق میں
گویا ہمارے درد کا کچھ بھی نہ تھا علاج

یہاں اور ہی مرض ہے مسیحا کرینگے کیا
مجکو خدا پہ چھوڑ دو بس ہو چکا علاج

آفات روزگار ہیں یہ بت جہان میں
اور پوچھئے علاج تو فضل خدا علاج

مارا ہے تم نے جان کے بیمار ہجر کو
سستا سا ایک شربت دیدار تھا علاج

تکبیر کہہ کے پھیر بھی دو حلق پر چھری
یہ آخری ہے بلبل بیمار کا علاج

پروین خدا کے ہاتھ میں ہے موت و زندگی
ہر درد کا علاج ہے ہر درد لا علاج

ج

مجکو دنیا کی تمنا ہے نہ دیں کا لالچ
ہائے لالچ ہے تو اک ماہ جبیں کا لالچ

عشق بازی پہ سنا مجکو ملامت نہ کرو
حیف ہے جسکو نہو تم سے حسیں کا لالچ

حالتِ قلب سر بزم بتاؤں کیونکر
پردہ دل میں ہے اک پردہ نشیں کا لالچ

جب ہمیں طیش میں گزرے تو وہاں کیا امید
نہ رہا اس لئے ہم کو تو کہیں کا لالچ

بوریا تخت سلیماں سے کہیں بہتر ہے
ہم غریبوں کو نہیں تاج و نگیں کا لالچ

نہ میں دنیا کا طلبگار نہ عقبیٰ کی ہوس
آسمانوں کی تمنا نہ زمیں کا لالچ

دل بھی دو جان بھی دو زر بھی دو اسکو پروینؔ
بڑھ گیا سب سے مرے ماہ جبیں کا لالچ

دار پر چاہے تو مجکو اے بت بے پیر کھینچ
پر نہ بیدردی سے یوں قلب و جگر سے تیر کھینچ

یا تو اسکو آج زنجیر اثر سے کھینچ لا
یا نہ اس کے بعد اے دل آہ بے تاثیر کھینچ

ہمنشیں میرے بیان درد پر تو زور دے
جس طرح تقریر میں ہو رنج کی تصویر کھینچ

پنجہ مژگاں سے فیاضی ہو یہ ممکن نہیں
آج سے دست سوال اے عاشق دلگیر کھینچ

میں اگر چاہوں ذرا سی بھی نگاہِ التفات
وہ کہے ابرو سے چل ہوشیار ہو شمشیر کھینچ

غیر سے منحوس کا پھنسنا مبارک ہو تجھے
اور رسی دام الفت کی بت بے پیر کھینچ

الفت دنیا کے مضموں جسقدر دلمیں ہو درج
خط تنسیخ ان سب پہ تو اے خاطر دلگیر کھینچ

صفحہ عمر رواں پر نقشہ اعمال نیک
کھینچنا ہو گر تجھے پروینؔ بلا تاخیر کھینچ

ح

آتے کسی طرح نہ بلاتے کسی طرح
صورت غرض نہیں وہ دکھاتے کسی طرح

آجاتے وہ تو راہ پہ لاتے کسی طرح
درد و غم فراق سناتے کسی طرح

یارب عدم میں باعث دلبستگی ہی کیا
یہاں کے گئے ہوئے نہیں آتے کسی طرح

گر آپ پہلے رشتۂ الفت نہ توڑتے
مر مٹ کے ہم بھی خیر نبھاتے کسی طرح

مدنظر تھا آپ کو لڑنا اگر اس طرح
پہلے ہی آنکھ یوں نہ لڑاتے کسی طرح

بے وجہ کیوں بلاتے وہ بزم رقیب میں
جس طور سے ہو مجھکو جلاتے کسی طرح

گر خضر دیکھ پاتے تجھے اے حسیں تو پھر
آب بقا مجھے نہ پلاتے کسی طرح

اچھا ہوا جو شمع کے تم روبرو نہ آئے
روتے ہوئے کو اور رلاتے کسی طرح

غیروں کا گو مکاں تھا غیروں کا اہتمام
تم چاہتے تو مجھکو بلاتے کسی طرح

غیروں کو منہ لگا کے یہ دن دیکھنا پڑا
پہلے ہی ان پہ رعب جماتے کسی طرح

پرویں دماغ عرش پہ انکا پہونچ گیا
اے کاش ہم نہ عشق جتاتے کسی طرح

پھیلا ہوا ہے باغ میں ہر سمت نور صبح
بلبل کے چہچہوں سے ہے ظاہر سرور صبح

بیٹھے ہو تم جو چہرہ سے اُلٹے نقاب کو
پھیلا ہوا ہے چار طرف شب کو نور صبح

بدقسمتوں کو گر ہو میسر شب وصال
سورج غروب ہوتے ہی ظاہر ہو نور صبح

پو پھٹتے ہی ریاض جہاں خلد بنگیا
غلماں پھر ساتھ لئے آئی حور صبح

مرغ سحر عدو نہ موذن کی کچھ خطا
پرویں شب وصال میں سب ہے فتور صبح

سرخ

پوشاک نہ تو پہنیو اے سرو رواں سرخ
ہو جائے نہ پرتو سے ترے کون و مکاں سرخ

یاں بادہ احمر کے چھلکتے ہیں جو ساغر
اے پیر مغاں دیکھ کہ ہے ساری دکاں سرخ

پی بادہ احمر تو یہ کہنے لگا گل رو
میں سرخ ہوں تم سرخ زمیں سرخ زماں سرخ

کیا پان کی سرخی نے کیا قتل کسی کو
شدت سے ہے کیوں آج تری تیغ زباں سرخ

سینہ میں دل غمزدہ خوں ہو گیا شاید
بیوجہ بھی ہوتے ہیں کہیں اشک رواں سرخ

کیا بھڑکے ہے سینہ میں مرے آتش فرقت
جو آہ کے ہمراہ نکلتا ہے دھواں سرخ

بے قتل خزاں یہ ہیں جوانان چمن شاد
ہر سمت گل و لالہ اڑاتے ہیں نشاں سرخ

گر میری شہادت کی بشارت نہیں پروین
پھر کیوں ہے خط شوق کے عنواں نشاں سرخ

دل پھانسنے کا رکھتا ہے شاید خیال رخ
پھیلا رہا ہے زلف مسلسل کا جال رخ

یہ کہہ رہے ہیں سنبل و گل باغ میں بہم
کیا بے نظیر گیسو ہے کیا بے مثال رخ

مجموعہ ہو صفات جلال و جمال کا
صاحب جلال آنکھ ہے صاحب جمال رخ

دے ڈال بوسہ مجھکو سمجھکر زکوٰۃ حسن
اتنی سی بات کا نکرے گا خیال رخ

بن بن کے اب نقاب سے منہ ڈھانکتے ہیں آپ
کر بیٹھے پہلے میری طرف بیخیال رخ

بے وقت ہے یہ شرم مری جان یاد رکھ
شب کو کہیں چھپاتے ہیں وقت وصال رخ

پروین ہی کی نظر کا نہیں فیصلہ فقط
ہے بدر کی نگہ میں بھی صاحب کمال رخ

د

یہ دلکش ہیں ناز و ادائے محمدؐ	کہ کرتا ہے خالق ثنائے محمدؐ
ہمیشہ رہوں مبتلائے محمدؐ	مرے باپ ماں تک فدائے محمدؐ
رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ	کہاں تک کروں میں ثنائے محمدؐ
ہی لولاک شاہد بنائے گئے ہیں	زمیں آسماں سب برائے محمدؐ
یہ خاطر ہے حضرت کی قرآں میں آئے	بہت حکم بر وفق ورائے محمد
چلی جائیگی خلد میں ساری امت	کہ مقبول ہے التجائے محمدؐ
ابھی مردے ہو جائیں زندہ گر اُن پر	چھڑک دے کوئی خاکپائے محمدؐ
جنہیں کہتے ہیں مہر و مہ اہل بینش	یہ ہیں دو ترنج قبائے محمدؐ
جنہیں کہتے ہیں بحر و کاں اہل دانش	یہ ہیں دو مقام عطائے محمدؐ
چلے جائینگے سیدھی جنت میں عاصی	پکڑ لیں گے جب وہاں ردائے محمد
فرشتو فلک پر مسیحا سے کہدو	نہیں قم سے کمتر صدائے محمد
نہ دیں کی کمی اور نہ دنیا کی حاجت	سلاطیں سے افضل گدائے محمدؐ
مرا فخر ہے جس میں تشریف رکھیں	دل و دیدہ دونوں ہیں جائے محمد
وہ تخت سلیماں یہ ہے سایہ افگن	جسے کہتے ہیں بوریائے محمد

ملی ہے مدینہ میں مجھکو بھی پر وَیں
مقدر سے خاک شفائے محمدؐ

جو طائر قدسی ہے وہ ہے رام محمدؐ	اے صل علے مرتبہ دام محمدؐ
ہے روشنی خانہ کعبہ بھی انہیں سے	قندیل حرم رخے دل آرام محمدؐ

جب خالق اکبر نے بلایا شبِ اسریٰ
رشکِ سحرِ عید ہوئی شامِ محمدؐ

میں زہد سے باز آیا پلادے مجھے ساقی
ایماں مرا قربان ہو دے جامِ محمد

کیفیت کونین کے جلوے نظر آئے
ساقی نے پلایا وہ مجھے جامِ محمدؐ

ثابت ہے وللآخر خیر من الاولےٰ
آغاز سے بہتر ہوا انجامِ محمد

ان آنکھوں نہیں فردوس بریں عرشِ معلےٰ
اک صحنِ محمد ہے تو اک بامِ محمد

طوبیٰ قدِ دلجو ہے تو سنبل ہیں دو کاکل
دو نرگسِ شہلا ہیں دو بادامِ محمد

کثرت ہوئی وحدت میں اسی نام سے پیدا
لکھ نام خدا اور غزل نامِ محمدؐ

اے صلِ علیٰ صلِ علیٰ نامِ محمدؐ
ہے مہرِ مبیں روئے دل آرامِ محمدؐ

کہتے ہیں جسے عرشِ بریں اہلِ شریعت
دراصل ہے وہ راستہ بامِ محمد

حق اُس سے جدا اور نہ وہ حق سے جدا تھا
احکامِ خداوند تھے احکامِ محمدؐ

فردوس میں بھی اُس کے غلاموں میں رہوں میں
کوثر یہ میسر ہو مجھے جامِ محمدؐ

ہر جنگ میں اونچے رہے اسلام کے جھنڈے
ہر رن میں درخشاں رہی صمصامِ محمد

کیا نرغۂ اعدا میں کٹا سن مبارک
امت کے لئے تھے غم و آلامِ محمدؐ

بے وجہ نہ تربت پہ نسیمِ سحری ہی
پریوں سے یہ کہہ آتی ہے پیغامِ محمدؐ

مجھکو کیا فائدہ گر کوئی رہا میرے بعد
ساری مخلوق بلا سے ہو فنا میرے بعد

مر چکا میں تو نہیں اُس سے مجھے کچھ حاصل
برسے گریانی کی جا آبِ بقا میرے بعد

چاہنے والوں کا کرتا ہے زمانہ ماتم
ماتمی رنگ میں ہے زلفِ رسا میرے بعد

روئینگے مجکو مرے دوست سب آٹھ آٹھ آنسو
برسیگی قبر پہ گھنگور گھٹا میرے بعد

یوں ہی کھلتی رہینگی صحن چمن میں کلیاں
یونہی چلتی رہیگی باد صبا میرے بعد

جان دینے کو نہ اُن پر کوئی تیار ہوا
گویا جانباز زمانہ میں نہ تھا میرے بعد

ہاتھ سے اُنکے ٹپکتے نہیں مے کے قطرے
اشک خوں روتا ہی یہ رنگ حنا میرے بعد

حشر تک کوئی نہ روئیگا ستمگار و نکو
جو خدا پہلے تھا وہ ہی خدا میرے بعد

جیتے جی دیتے تھے جو گالیاں مجکو پرویںؔ
مغفرت کے لئے کرتے ہیں دعا میرے بعد

ذ

بہت ہی صاف و شفاف آگیا تقدیر سے کاغذ
تمہارے واسطے لایا ہوں میں کشمیر سے کاغذ

ہوا ہی ابروے جاناں سے دل بیتاب صد پارہ
مقابل ہو نہیں سکتا دم شمشیر سے کاغذ

اگر لوہے کے گنبد میں رکھیں گے اقربا اُنکو
وہیں پہونچائیگا عاشق کسی تدبیر سے کاغذ

مصور حسن تہا جن سے ابھی چاہے رقم لیلے
بنا ہے درشتی ہنڈی تری تصویر سے کاغذ

مری قسمت لکھی جاتی تھی جسدن میں اگر ہوتا
اُڑا ہی لیتا دست کاتب تقدیر سے کاغذ

بھلا سادہ ورق پر لکھتا کیا رنگیں فراجونکو
منقش کرلیا تمہیلے ہی تقدیر سے کاغذ

کچھ اس خوشبو کی حد بھی ہی معطر ہو گیا بالکل
مرے ہاتھوں میں وصف گیسوئے شبگیر سے کاغذ

عدو کا خط ہی یا تعویذ ہی جو یوں ہے سینہ پر
یہ کیوں لکھا گیا ہی عزت و توقیر سے کاغذ

خط تقدیر سے بہتر میں سمجھوں اُسکو دنیا میں
تو لکھوا لائے گر قاصد بت بے پیر سے کاغذ

بتا ظالم مرے قاصد نے تیرا کیا بگاڑا تھا
جو لیکر پھاڑ ڈالا دست بے تقصیر سے کاغذ

مرے ہاتھ آگیا پرویںؔ عدو کے نام کا خط تھا
گرا تھا رہ میں جو دست بت بے پیر سے کاغذ

لیکے بیٹھا جو مرا یوسفِ کنعاں کاغذ
پرتوِ رخ سے بنا مہرِ درخشاں کاغذ

ایک پرچہ بھی مہینے میں لکھو مجھ سے عزیز
اتنا مہنگا تو نہیں اے مہِ کنعاں کاغذ

جاری ہوتا نہیں بے حکم ترے حکمِ قضا
پیش جبتک نہ کرے منشیٔ دوراں کاغذ

تو اگر لکھنے کو آمادہ ہو اے گل رخسار
ورقِ گل کا بنا لائے گلستاں کاغذ

جب لفافہ سے نکلتا ہے مرا نامۂ شوق
آپ کے سامنے پھیلاتا ہے داماں کاغذ

میں تو لکھدوں غمِ فرقت کی مصیبت لیکن
لائے کس طرح وہاں آتشِ سوزاں کاغذ

خیر سے پہونچے گا اُس تک نہ مرا نامۂ شوق
خاک کر ڈالیگی سوزِ غمِ ہجراں کاغذ

کیوں لکھا مجکو ملاقاتِ عدو کا احوال
کیوں بنا میرے لئے آتشِ سوزاں کاغذ

تو نے پھاڑا جو لفافہ تو میں سمجھا دل میں
تیرے ہاتھوں سے ہوا چاک گریباں کاغذ

سیر کرنے میں رہے سامنے اخبار کی آڑ
نظرِ بد سے رہے تیرا نگہباں کاغذ

جب بھی دو حرف وہ مغرور نہ لکھے پروینؔ
لیکے آجائے اگر مہرِ درخشاں کاغذ

ر

ابھی کم عمر ہو دریافت کر لینا جواں ہوکر
کہونگا حال میں بھی سر سے پاؤں تک زباں ہوکر

کہا الفت نے مجھ میں عاشقِ بے خانماں ہوکر
نہ آئے شادماں ہوکر نجائے شادماں ہوکر

تھکا تھا ظلم سے گردوں ضعیف و ناتواں ہوکر
ستم کرنے لگے پھر تم زمیں پر آسماں ہوکر

نہو اسکے معاون تھک گیا یہ ناتواں ہوکر
ستم ڈھائیگا گردوں اس خوشی میں پھر جواں ہوکر

ہوا وہ مہرباں شکر خدا نا مہرباں ہوکر
بہار آئی مرے گلشن میں پامالِ خزاں ہوکر

نہیں افلاک پر یہ انجم مشبک کردیا سینہ
جڑی ابرو نے آنی ناوکِ مژگاں کماں ہوکر

کرامت معجزہ جو کچھ ہے یہ حسن خوباں کا
بہائے خون کے دریا آب خنجر نے رواں ہوکر

تمہارا کیا ہی تھک کر جا دبے گنج شہیداں سے
مصیبت اسپہ ہی جو رہگیا وہاں بیجاں ہوکر

نہ آئے حرف مطلب لب پہ یہ کیسی منائی ہی
تمہاری بزم میں کیوں آئے کوئی بیزباں ہوکر

پریشاں حال سانس اکھڑا ہوا اتری ہوئی صورت
ذرا تو یہ کہو اس وقت آئے ہو کہاں ہوکر

ابھی بچپن ہی اور فتنوں کی یہ افراط ہی پروین
قیامت تیغ ڈہائیگا وہ بت جواں ہوکر

دل بیتاب ہو پہنچا زلف سے چاہ زنخداں پر
گیا ظلمات سے ہوتا ہوا خضر آب حیواں پر

چبھیں گے ریزہ ہائے شیشۂ دل دست نازک میں
سنبھلکر ہاتھ ڈالا کیجیے میرے گریباں پر

ہمیں سے خاکساروں کے ستانیکا یہ ثمرہ ہی
کہ بیٹھے گرد بنکر موئے خط سیب زنخداں پر

سرشک خوں کبھی کے ڈبڈبا آئے تھے آنکھوں میں
ڈھلک کر نوک مژگاں سے اب آتے ہیں گریباں پر

صنم لکھوں تعالی اللہ اگر اسکو تو نازیبا
صنم کہدوں معاذ اللہ تو حرف آتا ہی ایماں پر

خط آیا ہی کہ اس ناوک فگن کے خط نکل آیا
خط ریحاں لکھا جانے لگا اوراق قرآں پر

پلا دی آج رندوں نے بھلاوہ دیکے زاہد کو
مبارکباد پانی پھر گیا منکر کے ایماں پر

شب وصلت ہمارے ساتھ اسنے سر دھری کی
ستم ہی غیب سے اولے پڑے ہیں کشت ارماں پر

قبا کا ناخن دست جنوں سے ہو گیا ترکا
گریبان سحر کا وہم ہی میرے گریباں پر

تمہارے ناتواں کا طائر جاں اڑگیا شاید
کہ یوں منڈلا رہی ہی بیکسی دیوار زنداں پر

نمود خط ہوئی نور علی نور اسکو کہتے ہیں
چڑہیں گے خط ریحاں میں حواشی اب گلستاں پر

خجل ہوں میکشی فصل باراں سے تعجب کیا
گرے برق ترحم کوند کر انبار عصیاں پر

تماشا گاہ عالم بھی طلسمی کارخانہ ہے
کسی پر دور ہنستا ہی کوئی ہنستا ہی دوراں پر

مریضانِ محبت کا تمہارے ہو چکا چارہ
شفا روتی ہی بیکس پر قضا ہنستی ہی درماں پر

ستم آرا نے دل لینے کا ابرو سے کیا ایما
کنایہ ہی کہ رکھدینگے اسے بھی طاق نسیاں پر

طرح میں بھی لکھو پر تو ہیں ثنائے ابرو و مژگاں
مگر ہوشیار اب ہر گام ہی شمشیر و پیکاں پر

یہاں بن گئی فراق میں عاشق کی جان پر
اور وہاں نہیں نہیں ہے ابھی تک زبان پر

کچھ منحصر نہیں یہاں پیر و جوان پر
جاتی ہے جاں ادا پہ دل آتا ہی آن پر

آمادہ ہو گئے ہیں عدو امتحان پر
اب انکی آبرو یہ ہے اور میری جان پر

نظارہ کیجئے صفتِ بازارِ حسن کا
کیا کیا سروں کے ڈھیر لگے ہیں دکان پر

ترکان چشم لاکھ میں بھی چھپتے نہیں
اللہ کیا غرور ہے تیر و کمان پر

زاہد سنبھل غرور خدا کو نہیں پسند
فرش زمیں پہ پاؤں دماغ آسمان پر

نظارگی ہوں جلوہ قد بلند کا
خود انجمن میں اور خیال آسمان پر

جا بیٹھی دل میں ٹھانے ہوئے تھے وہ آ گئے
دل سے نگہ میں اور نگہ سے زبان پر

چوکا تو گر پڑونگا جہاں کی نگاہ سے
اب رکھ چکا ہوں پاؤں کسی نردبان پر

کشتی یونہی اڑائے چلی چل ہوائے شوق
سبکو یقیں پروں کا رہی بادبان پر

چڑتے ہو ذکر غیر سے عادت کو کیا کروں
پھر آکے رہ گیا وہی کلمہ زبان پر

تنہا جو ہمنبرد ہوں سودا نہیں مجھے
اور آٹھ آسماں ہیں ابھی آسمان پر

اچھوں کو چٹکیوں میں اڑاؤ گے دیکھنا
اک روز تم نکالو گے ہو کر جوان پر

جو کچھ تمہارے جی میں ہماری نگاہ میں
جو کچھ تمہارے دل میں ہماری زبان پر

اُس انجمن کی رفعت مجلس کو دیکھنا
ہے آسماں زمیں پہ زمیں آسمان پر

تیغ نگاہ برق ہے عاشق کے دم کی خیر
پہلے گرے رقیب پہ یا پاسبان پر

ہاں بدلہ سنجیوں میں ہو پر دوئیں بسر کہ موت
جڑدیگی آپ قفل خموشی زبان پر

لڑکپن ہی میں گرتی ہیں نگاہیں بجلیاں ہوکر
خدا جانے غضب ڈھاؤگے کیا کیا تم جواں ہوکر

خدا جانے دہن ہوتا اگر اُنکے تو کیا کرتے
ہزاروں گالیاں دیتے ہیں جب بے زباں ہوکر

ذراسی بات پر تیور بدلجاتے ہیں عاشق سے
نگاہیں دلمیں گھاؤ ڈالتی ہیں برچھیاں ہوکر

مری تقدیر کا لکھا ہوا پورا کہ نامہ بر
عدو سے ملگیا کمبخت میرا رازداں ہوکر

نہ رکھا بخت نے دربان سے سازش کا موقعہ بھی
کہ خود جاگا کیا وہ آپ اپنا پاسباں ہوکر

چھپائے سے کہیں چھپتا ہی سوز عشق سینہ میں
نکلنے لگتے ہیں آتش کے پرکالے دھواں ہوکر

اگر خواہش ہے تجکو نام کی گوشہ گزینی کر
کہ شہرت پائی ہی عنقا نے پروے نشاں ہوکر

نہ پوچھو مدعا حاصل کیا اُس بت سے کیا بنکر
سراپا عاجزی بنکر سراپا التجا بنکر

وہ جب نازل ہوئے نازل ہوئے قہر خدا بنکر
کبھی آئے اجل بنکر کبھی آئے قضا بنکر

بڑا اقبال جو آئے محمد مصطفے بنکر
اب اُنکو اور کیا بننا تھا محبوب خدا بنکر

وہی اک نور تھا جو دو طرح سے ہوگیا ظاہر
ادہر خیر البشر بنکر ادہر مشکلکشا بنکر

قرینے سے رہی بت بنکے ورنہ تم تو ایسے تھے
خدائی بھر کو ملیامیٹ کردیتے خدا بنکر

ہجوم رنج وغم میں کوسنے کو بیٹھجاتا ہوں
مگر پھر بد دعا منہ سے نکلتی ہے دعا بنکر

جوانی کے ہیں سب خالق جوانی کو بنا رکھے
یہی سب باوفا پیش آئینگے پھر بیوفا بنکر

مسیحا تم کے خوگر اور وہ عادی جفاؤں کے
لبوں سے گالیاں اُنکے نکلتی ہیں دوا بنکر

مجھے جب مار ہی ڈالا تو اب دونوں برابر ہیں
اُڑاؤ خاک صرصر بنکے یا بادِ صبا بنکر

تنزل دے دیے فرصت ہی جو کنا رہے انساں
بگڑتا ہی رہا کمبخت جو بگڑا ذرا بنکر

مری توبہ کی وقعت روزِ محشر دیکھنا واعظ
خدا کے روبرو جائینگے عصیاں اتقا بنکر

اُسیدن سے مجھے دونوں کی بربادی کا خطرہ تھا
مکمل ہو چکے تھے جس گھڑی ارض و سما بنکر

عدو بھی آدمی میں بھی بشر یہ کیا قیامت ہے
وہاں جانا شفا بنکر یہاں آنا قضا بنکر

ہمیں تعلیم زہد و اتقا دینے وہ آئے ہیں
جوانی میں جو خود بیٹھے ہونگے پارسا بنکر

خدا کا قہر مرگ ناگہاں برق تپاں طوفاں
اتو یہ تو بتا دو آئے ہو دنیا میں کیا بنکر

مری مجبوریاں مختاریوں پر کار فرما ہیں
اگر چاہوں تو پہونچوں عرش پر آہِ رسا بنکر

کنیزِ خاص کیا پروین نہیں کہو ہاں یا علی مولا
مری مشکل کو حل کرتے نہیں مشکل کشا بنکر

واقعی چاہنے والوں کو وہ چاہیں کیونکر
ساری دنیا سے نباہیں تو نباہیں کیونکر

کیا تماشا ہے شبِ وصل بھی فرماتے ہیں
کہ غمِ ہجر میں تم کرتے تھے آہیں کیونکر

میری نسبت کبھی اغیار سے اتنا نہ کیا
جو ہمیں چاہتا ہو اُسکو نہ چاہیں کیونکر

رات کو شرم و حیا طاق پہ رکھدی تمنے
ڈالدیں گردنِ اغیار میں باہیں کیونکر

مجھ سے بھی ربط ہے دشمن سے ہے الفت اُنکو
متحیر ہیں کہ دونوں سے نباہیں کیونکر

یہ تو مانا کہ ہمیں قتل کروگے لیکن
ڈھال تلوار سنبھالینگی یہ باہیں کیونکر

کیسے بیتاب ہوئے تم کہ بن آئے نہ بنی
دیکھو برماتی ہیں دل کو مری آہیں کیونکر

سر جھکائے ہوئے بیٹھے نہ رہیں کیوں پروین
جسکے لایق نہیں اللہ سے چاہیں کیونکر

ز

اے زلیخا مصر میں تھا گر مہ کنعاں عزیز
بوستان حسن میں ہے وہ گل خنداں عزیز

اس طرح ہر شب مجھے ہے روئے روشن کا خیال
جس طرح کبک دری کو ہو مہ تاباں عزیز

ایک آبادی سے گھر میں رہتی ہے آٹھوں پہر
تم نہیں آغوش میں تو ہے دل نالاں عزیز

دیکھتا رہتا ہوں پہروں صحن بستاں میں اسے
عشق گیسو کے سبب ہے سنبل پیچاں عزیز

جب ستاتے ہو مجھے گر پڑتے ہیں مجبور اشک
ورنہ دل سے ہر صدف کو ہیں در غلطاں عزیز

عاشق مفلس سے تمکو جتنی نفرت ہو بجا
کون رکھتا ہے فرنجاں قالب بیجاں عزیز

ہم بھی رکھتے تھے کبھی ایمان روئے یار پر
اے مسلمانو ہمیں بھی تھا کبھی قرآں عزیز

دولت دیدار سے ہوتی نہ محرومی اگر
جتنا میں تجکو مجھے رکھتا ترا درباں عزیز

گو جگہ گیسو میں جا پر انگل جگہ دل کو نہیں
کچھ نہیں ان کافروں کو خاطر مہماں عزیز

رنج میں راحت سے افزوں ہا دیتا ہے خدا
نفع سے پروین زیادہ ہے مجھے نقصاں عزیز

خدا معبود مطلق ہے کوئی اُس سا نہیں ہرگز
مگر اُس بت کی چوکھٹ سے نہ اُٹھیگی جبیں ہرگز

اگر توحید فطری شے نہوتی ذات انساں میں
خلیل اللہ نہ کہتے لا احب الآفلیں ہرگز

زمیں پر تیرا دور آیا فلک اُنکو مبارک ہو
نہ رہ سکتے تھے یہاں اب عیسی گردوں نشیں ہرگز

تپ فرقت کی شدت سے نکل جائیگا دم میرا
سوالِ وصل پر اے جاں نکرنا تم نہیں ہرگز

یہ مانا وہ اگر چاہے تو ممکن ہے بنا ڈالے
بنائیگا مگر تم سا نہ صورت آفریں ہرگز

کہیں لیلیٰ سے بہتر ہو، اگر لیلیٰ سے تم ہوتے
تو پھر مجکو نہ کرتا قیس اپنا جانشیں ہرگز

خدا کا فضل ہے خوف قیامت کچھ نہیں پروین
نہ زحمت میں رکھیں گے رحمۃ للعالمیں ہرگز

س

دیدار کی ہوس نہ مجھے طور کی ہوس
ہے صرف تیرے عارض پرنور کی ہوس

اے یار تیرا طالب دیدار ہوں فقط
کافر ہوں گر ہو مجھکو رخ حور کی ہوس

ساری بہشت شیخ کے ورثہ میں آئیگی
کیا بڑھ گئی ہے روئی کے لنگور کی ہوس

واعظ کی ترشروئی مساجد سے مانگ لائے
دنیا میں جب بشر کو ہوا مجور کی ہوس

دیکھے نہ کوئی پیار سے یہ چاہتے ہیں وہ
پوری ہو کس طرح بت مغرور کی ہوس

ہے ہے شب وصال ہیں کیوں ہوگئی سحر
عاشق کو مشک کی تھی نہ کافور کی ہوس

صاحب سوال بوسہ پہ خفگی سے واسطہ
میں نے بھی اک مطابق دستور کی ہوس

خود دل میں جاگزیں ہوئی عقبیٰ کی آرزو
پروین نے مال و جاہ کی جب دور کی ہوس

نرگسیں آنکھ بھی ہے ابروئے خمدار کے پاس
دوسری اور بھی تلوار ہے تلوار کے پاس

دشمنوں کا مری قسمت سے ہے قابو مجھپر
یار کے پاس ہے، دل یار ہے اغیار کے پاس

یاد رکھنا جو ہوئی وعدہ خلافی ان کی
بستر آن جمیگا تری دیوار کے پاس

قیدی زلف کی قسمت میں ہے رخسار کی سیر
شکر ہے باغ بھی ہے مرغ گرفتار کے پاس

چہرہ بھی برق بھی دل لینے میں گیسو بھی بلا
ایک سا معجزہ ہے کافر و دیندار کے پاس

غیر بے جرم ہیں اور میں ہوں وفا کا مجرم
کون آتا ہے بھلا مجھ سے گنہگار کے پاس

قبر میں سوئینگے آرام سے اب بعد فنا — آئیگا خوابِ عدم دیدۂ بیدار کے پاس
اسکی کیا وجہ مرے ہوتے وہاں کیوں نہ رہیں — کیوں رہے زلف سیہ آپکے رخسار کے پاس

ہوشیاری سے ہو پردیسی چمن حسن کی سیر
دام اور دانہ ہیں دونوں رخ دلدار کے پاس

ش

مجھکو نہ سر کا ہوش ہی باقی نہ پا کا ہوش — کچھ ہوش ہے تو نالہ و آہ و بکا کا ہوش
جب تیغ میں نہ سر کا ہو باقی نہ پا کا ہوش — یارب ترا خیال ہو یا مصطفےٰ کا ہوش
بیمار ہجر کی تو پریشانیاں نہ پوچھ — کسکو دوا کا ہوش ہے کسکو دعا کا ہوش
اتنے سے عذر پر مرا دل صاف ہوگیا — ہمکو جفا کا ہوش نہ صاحب وفا کا ہوش
دنیا کا بھی خیال ہے عقبیٰ کا بھی خیال — ایک ابتدا کا ہوش ہے ایک انتہا کا ہوش
آئے ہو بزم غیر سے شاید پئے ہوئے — ٹوپی کا کچھ خیال نہ تم کو قبا کا ہوش
قسمت سے آگئے تھے عیادت کے واسطے — اس محویت میں کچھ نہ رہا التجا کا ہوش
ہو نشہ جوانی میں سرشار شک نہیں — پر عاشقوں پہ ہی نہیں جور و جفا کا ہوش

وارفتگانِ عشق کی اللہ رے محویت
ہمکو جفا کا ہوش نہ پردیسی وفا کا ہوش

پیسہ کے ساتھ جاتا رہا روزگار عیش — افلاس کی خزاں نے مٹادی بہار عیش
اک وقت زور شور پہ تھا روزگار عیش — جاتی رہی شباب کے ہمرہ بہار عیش
جب تک شراب سرخ سے ساغر بھرا رہا — دنیا میں کس بہار پہ تھا لالہ زار عیش

وہ رات کو تھا نشۂ مے سے عرق عرق
کیا کھینچ رہا تھا زور سے عطر بہار عیش

ہوشیار ہو کہ فانی ہیں دنیا کی لذتیں
لکھا ہوا ہے یہ سر لوح مزار عیش

کرتا مرے الم کدہ دل میں بھی مقام
رکھتا مرا خیال بھی اے شہسوار عیش

ہو جاتے ہیں فضول مصارف سے زیر بار
اُٹھتا نہیں کسی سے بھی دنیا میں بار عیش

اے دل موافقت پہ فلک کے نہ بھولنا
ناپائدار ہوتے ہیں قول و قرار عیش

پروین جن احمقوں نے نہ دولت کی قدر کی
تکلیف اُن گھروں میں رہی یادگار عیش

ص

میرے لئے ہزار کرے اہتمام حرص
میں وہ ہوں جس پہ ڈال سکیگی نہ دام حرص

ہے کچھ نہ کچھ ہر آدمی کو لا کلام حرص
لیکن نہ اسقدر کہ بنا لے غلام حرص

اے زلف پھیل پھیل کے رخسار کو نہ ڈھانک
کر نیمروز کی نہ شہ ملک شام حرص

واعظ شراب و حور کی الفت میں غرق ہے
ہے سر سے پاؤں تک یہ ستمگر تمام حرص

دل چھین عاشقوں کے مگر ہوشیار رہ
ایسا نہو کہ دل کو بنالے غلام حرص

ناقص رہیں گے سارے تلون سے کاروبار
کرنے نہ دیگی تجھکو یہاں کوئی کام حرص

قبضہ اُٹھائیگی نہ دل روزگار سے
جبتک نہ زندگی کا کرے اختتام حرص

مدت سے اشتیاق ہے بوس و کنار کا
گر حکم ہو شروع کرے اپنا کام حرص

پروین لگی ہوئی ہے خدا سے مجھے امید
دل کو مرے بنائے نہ اپنا غلام حرص

سچ کہتے ہیں ہوتی ہے محبت کی نظر خاص — جذب ستم و جور میں رکھتی ہے اثر خاص
وہ ظلم ہیں مجھپر جو کسی پر نہیں ہوتے — اغیار پہ ہے عام تو مجھپر ہے نظر خاص
ملتا ہے مرے نالۂ شبگیر کا انداز — یہ نغمۂ دلسوز ہے اے مرغ سحر خاص
ہر شخص مرے درپے آزار رہے گا — مشق ستم و جور میں بھی مجھکو نکر خاص
روتا ہوں بہت دن سے ادھر بھی ہو توجہ — رکھا ہے ترے واسطے یہ گنج گہر خاص
موجود ہیں سب تجھمیں علامات قیامت — ہے بعد شب وصل جدائی کی سحر خاص

اس جور و ستم پر بھی کبھی اُف نہیں لب پر
پہلو میں مرے سینہ میں ہے دل خاص جگر خاص

ض

یہاں تیر سے غرض ہے نہ تلوار سے غرض — مجھکو ہے ابرو و مژہ یار سے غرض
تمکو فقط ہے ظلم سے آزار سے غرض — سچ تو ہے کیوں ہو پھر دل بیمار سے غرض
اقرار سے غرض ہے نہ انکار سے غرض — کانوں کو صرف ہے تری گفتار سے غرض
جنت ہو باغ خلد ہو فردوس یا بہشت — ہرجا مجھے ہے کوچۂ دلدار سے غرض
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست — اسباب سے غرض ہے نہ گھربار سے غرض
تم میں ہو شمس میں ہو قمر میں ہو گل میں ہو — اس آنکھ کو ہے جلوہ دلدار سے غرض
مسجد ہو بتکدہ ہو صنم خانہ یا کنشت — سیری ہو مجھکو شربت دیدار سے غرض
گردوں رقیب یار مرا دل نصیب عقل — انمیں ہر اک کو ہے مرے آزار سے غرض
دل کے جگر کی ہاتھ کی لب کی نگاہ کی — نکلے گی کیا کسی کی نہ سرکار سے غرض

وعدہ پہ اپنے آکے نہ آ غضب رہے
گھٹ جانا ہے قلق ترے اقرار سے غرض

پروین کسی کا اور تو کچھ کر سکا نہ دل
خود جل گیا وہ آہ شرربار سے غرض

جو دل مرا نہیں مجھے اس دل سے کیا غرض
چلنی نہو جو راہ تو منزل سے کیا غرض

ڈوبوں گا گر یہی میرے مقدر میں ڈوبنا
غواص بحر عشق کو ساحل سے کیا غرض

وہ دل کو دیکھتا ہے نہ اعمال ظاہری
لیلیٰ کے خواستگار کو محمل سے کیا غرض

سنتا ہی کون عاشقوں کی آہ و زاریاں
گوش چمن کو شور عنادل سے کیا غرض

ہم اسکے شیفتہ ہیں رقیبوں سے واسطہ
گل سے غرض ہی فوج عنادل سے کیا غرض

مرتا ہوں ورنہ جا نہیں سکتا سوے عدم
مجھ ناتواں کو طوق و سلاسل سے کیا غرض

کیوں در پئے تلاش ہیں احباب و اقربا
پروین شہید ناز کو قاتل سے کیا غرض

ط

تم اور قصہ شب ہجراں غلط غلط
سو بار گر کہو تو کہوں ہاں غلط غلط

دنیا میں اک سے ایک زیادہ حسین ہے
کہدینا ہمکو بھر شہ خوباں غلط غلط

خود غرضیوں سے عارض تاباں کہو تو کیا
ابرو ہو تیغ برچھی ہو مژگاں غلط غلط

مرتا نہیں ہے کوئی مگر تم تو مر گئے
بیٹھے ہو جیتے یا کہو بیجاں غلط غلط

خود مطلبی ہو پردہ میں او نام عشق کا
کہتا ہوں صاف منہ پہ کہ ہاں ہاں غلط غلط

تم اور گلرخوں کے لئے جاں فدا کرو
طوطا پڑھے ہے کتاب گلستاں غلط غلط

رو کر کہا جو میں نے کہ طوفاں اشک ہے
ہنسکر کہا کہ نوح کا طوفاں غلط غلط

گر پاک عشق تجھکو ہوا عجاز چاہیئے
کافر ہو سید ہی طرح مسلماں غلط غلط

چاہے ہزار درہم و برہم ہو روزگار
پروین ہو مثل زلف پریشاں غلط غلط

ہر بات پر نہ کہیئے مریجاں غلط غلط
واللہ عدو نے باندھے ہیں بہتاں غلط غلط

ہر بات پر جو کہتے ہو ہاں ہاں غلط غلط
لیٹی ہے کب سے تم کو مریجاں غلط غلط

میرا علاج وصل ہے صرف ایک ورنہ اب
چھوڑیگی مجھکو آتش ہجراں غلط غلط

باز آئیں ظلم و جور سے ورنہ پھر اسکے بعد
کہلائیں آپ عیسیٰ دوراں غلط غلط

جاں بخش آج تک کوئی تمسا نہیں ہوا
یہ سب روایتیں ہیں مریجاں غلط غلط

کہتے ہیں بوسہ لیجیئے ایمان دیجیئے
سستے ملیں یہ لعل بدخشاں غلط غلط

کہتا ہوں کچھ وہ سنتے ہیں کچھ اسکا کیا علاج
کرتے ہیں نقل آپکے درباں غلط غلط

وعدہ پہ تم نہ آؤ تو کیوں بدگماں ہوں
وہم آتے ہی یہ ہے شب ہجراں غلط غلط

چھپ چھپ کے آنے جانے سے کیا فائدہ تمہیں
افواہیں اڑ رہی ہیں مریجاں غلط غلط

سو بار جا نکر وہ عدو کے مکاں پہ جائے
اور میرا بھول کے بھی ہو مہماں غلط غلط

پروین کا نام لینے میں خوف خدا کرو
وہ اور بیچے عشق میں ایماں غلط غلط

میں کیا بتاؤں کیا ہے درست اور کیا غلط
مجموعہ خیال ہے سب لے انتہا غلط

میں نے کہا درست ہے شکوہ تو بول اُٹھے
بالکل غلط ہے آپنے جو کچھ کہا غلط

برہم پیام وصل پہ ہیں کچھ خبر نہیں
قاصد نے میری سمت سے کیا کہدیا غلط

قول و قرار رسم حسیناں ہے دوستو
وعدہ پر اپنے آئے وہ رنگیں ادا غلط

سارا زمانہ ایک بشر کے لئے نہیں
وہ ہم سخن ہیں مجھ سے نظر غیر کی طرف

برآئے ہر مراد یہ ہے مدعا غلط
کرتے ہیں وار غمزہ و ناز و ادا غلط

پرویں تو اُس کے فضل و کرم پر نگاہ رکھ
مخلوق کا خیال نہ رکھے خدا غلط

سینہ یہ نقش تھا کبھی حرفِ وفا غلط
بدگوئیوں سے اُسکو ہو فرصت ذرا غلط
ہے دل جلوں کے خاک اُڑانے کیواسطے
جو رآفریں ہے تو تجھے سو ڈھنگ یاد ہیں
وہ منہ کہاں سے لاؤں جو جھٹلاؤں آپکو
دشمن کا نام لیکے گنہگار ہو گیا
معشوق کو بتائیں ستمگر ستم ہے یہ

اے شوخ میرے سامنے یہ ادعا غلط
واعظ سے ایک دم بھی ہو یاد خدا غلط
پیغام یار لاتی ہے باد صبا غلط
رہجائے تیرے ہاتھ سے کوئے جفا غلط
سچے ہیں آپ قول سراپا مرا غلط
کہنے لگے کہ جھوٹ دروغ افترا غلط
پھر مدعی وفا کے ہوں یہ مدعا غلط

جھوٹی ہے یہ نمود جہاں اک سراب ہے
پرویں خیال ہستی غیر خدا غلط

ظ

خزاں اگر وز آنی ہی گلستاں کا خداحافظ
ہماری بدنصیبی سے دوبارہ فصل گل آئی
زمانہ آئیگا اُس شوخ کے جوبن نکھرنیکا
سنا اے بلبل نالاں نہو نا بخت پر نازاں
قفس ہیں عمر بھر تڑپا کیا پھر جب بہار آئی

اجل تا اوپیں رہتی ہے مریجاں کا خداحافظ
یہی گر جوش وحشت ہے گریباں کا خداحافظ
مرے دل کا خدا مالک مریجاں کا خداحافظ
خزاں ہر سال آتی ہی گلستاں کا خداحافظ
یہ کہکر مر گیا بلبل گلستاں کا خداحافظ

جوانی آتے ہی برپا قیامت ہوگی عالم میں
بس اب اے عاشقو گردون گرداں کا خداحافظ

ہجوم یاس و حرماں سے نہیں سینہ میں جا خالی
بسا جاتا ہی دل میں میرے ارماں کا خداحافظ

خدا جانے عناصر اسکو کب نابید کر ڈالیں
نہو آٹھوں پہر پروین گریاں کا خداحافظ

ہزار شرم کرو وصل میں ہزار لحاظ
نہ بجھنے دیگا دل زار و بیقرار لحاظ

نہ گدگداؤ مجھے میں بھی تم کو چھیڑوں گا
میں کرچکا ہوں تمہارا ہزار بار لحاظ

نقاب اُٹھنے کی جرات کہیں نہ کر بیٹھے
بڑہ لئے کیوں دل مضطر کا اضطرار لحاظ

شراب پی چکے بیچارہ کو اجازت دو
کھڑا ہی دیر سے رخصت کو اے نگار لحاظ

میں مدح سنج ہوں دل سے ترے تلون کا
نہ پائدار ہے الفت نہ پائدار لحاظ

بتاؤ تو یہ رہیگا وصال میں کب تک
ہمارے ہاتھ کے بدلے گلے کا ہار لحاظ

کریں جو آپ تجاہل تو کیوں نہ سمجھاؤں
کرے حضور کہاں تک وفا شعار لحاظ

وہ اپنے سر کو ذرا بھی اُٹھا نہیں سکتے
جھکی ہوئی ہی جو گردن تو ہی سوار لحاظ

جو اُن سے پوچھو تو اُنکے خلاف ہی شوخی
جو ہم سے پوچھو تو ہمکو ہے ناگوار لحاظ

تکلف اُٹھتے ہی پروین وہ خوب کھُل کھیلے
ہوا ہے شوخیوں سے کتنا بیوقار لحاظ

ہر خاص کا لحاظ ہو ہر عام کا لحاظ
دنیا میں ہر شریف کو ہو نام کا لحاظ

تجکو اگر ہے خالق علام کا لحاظ
راحت کا کر خیال نہ آرام کا لحاظ

کم ظرف ہے جو رکھے فقط نام کا لحاظ
یہ کام کی جگہ ہے رہے کام کا لحاظ

بہکوں اگر میں بزم میں ساقی معاف رکھ
کچھ تو کروں میں بادہ گلفام کا لحاظ

عاشق کو مارے ڈالتا ہی پہلے موت سے
کچھ ہاتھ کا کچھ آپ کے صمصام کا لحاظ

مخلوق کو تمہاری محبت میں لے بتو
ایمان کا خیال نہ اسلام کا لحاظ

پروینؔ طریق عشق میں پاؤں سنبھل کے رکھ
رہگیر کو ضرور ہے ہر گام کا لحاظ

ع

ہے اپنے قتل کی دلِ مضطر کو اطلاع
گردن کو اطلاع نہ خنجر کو اطلاع

بے پردہ آج نکلے گا پردہ نشیں مرا
کر دے یہ کوئی مہر منور کو اطلاع

چھپ چھپ کے اب جو نکلو تو معلوم ہو مزہ
کر دی ہی میں نے آپکے گھر بھر کو اطلاع

بلبل نہ باز آئیو فریاد و آہ سے
کب تک نہو گی قلب گل تر کو اطلاع

کس طرح کر دیا دل نازک کو چور چور
اس واقعہ کی خاک ہے پتھر کو اطلاع

کیا کام انقلاب کا کچھ بھی نہیں یہاں
دورِ فلک کے دورہ ساغر کو اطلاع

ہٹ جائے اک طرف بت کافر کی راہ سے
دے کوئی جلد دوڑ کے محشر کو اطلاع

چلنے بھی وہ نہ پائے تھے اپنے مقام سے
پہلے سے ہو گئی دلِ مضطر کو اطلاع

میں سخت جاں ہوں قصد کرے دیکھ بھالکر
پہلے سے ہو گئی ہے یہ خنجر کو اطلاع

پروینؔ ریاض خلد میں کس کسکو جام دیں
پہلے سے ہے یہ ساقی کوثر کو اطلاع

سب انگلیاں ہیں پنجۂ نازک بدن میں شمع
کیوں دوستوں نے لا کے رکھی انجمن میں شمع

کیا موسم بہار میں روشن ہے سبزہ زار
گویا چراغ لالہ ہے صحن چمن میں شمع

ہر قلب میں ہے نور الٰہی کی روشنی
ہر بزم میں چراغ ہے ہر انجمن میں شمع

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی
روشن ہی سوز عشق سے بزم دہن میں شمع

ہر بزم میں ہم ایسے ہیں جیسے چمن میں خار
تم انجمن میں ایسے ہو جیسے لگن میں شمع

روشن کیا ہی نام محبت جہان میں
کیا تھی بجائے تیشہ کف کوہکن میں شمع

ہی شعلہ بار سوز نہاں بعد مرگ بھی
فانوس جسم زار ہی میں ہوں کفن میں شمع

پھیلی ہوئی ہی چاند سے مکھڑے کی چاندنی
وہ اپنے حسن سے ہے انجمن میں شمع

اسکے سبب سے بزم فصاحت میں نور ہے
پروین مری زبان ہے گویا دہن میں شمع

پروین میں اس طرح سے ہوں سوزاں جہاں نہیں
روشن ہو جس طرح سے بزم سخن میں شمع

سوز دروں سے ہی جو فروزاں بدن میں شمع
کہدوں جو حال دل تو ہو سوزاں دہن میں شمع

رونق جو میرے گھر میں ہے تیرے قدم سے ہی
تیرا وجود ہی مرے دار المحن میں شمع

دریائے عشق ہی مرا سینہ اور اسمیں دل
سوزاں ہے ایسے جیسے کہ نہر چمن میں شمع

تسکیں ہوئی مسافر بیت الحرام کو
جلتی ہوئی جہاز سے دیکھی عدن میں شمع

سوزاں ہے سوز عشق سے اپنا تمام جسم
گویا کہ جل رہی ہی ہمارے بدن میں شمع

بیٹھا وہ شمع رو ہے تو پر نور ہے مکاں
روشن تمام جسم ہے یا پیرہن میں شمع

اسکے سبب سے بزم سخن میں ہے روشنی
پروین مری زبان ہے میرے دہن میں شمع

تیرے بلبل سے تھا ای گل یہاں گلستاں باغ باغ
اور اڑکر خلد میں پہونچا تو رضواں باغ باغ

ہوگئے تجھ سے ہو نہ کیوں دنیا میں انساں باغ باغ
گل جو دل تھا داغ داغ اب ہے مرجاں باغ باغ

غالب آکر لالہ وگل پر ہی عارض شاد شاد
جیت کر سنبل سے ہی زلف پریشاں باغ باغ

چشم نرگس لالہ عارض زلف سنبل سرو قد
تو اگر جائے تو ہو سارا گلستاں باغ باغ

میرے دلمیں کیا خلش کرتا ہی خارِ بیکسی
روک کر جب مجکو ہوتا ہی نگہباں باغ باغ

تیرے آنیکی کہیں اُڑتی ہوئی پہونچی خبر
آج کیوں ہوتے ہیں مرغانِ گلستاں باغ باغ

جاتی ہی بادِ خزاں آنیکو ہے فصلِ بہار
کہتے پھرتے ہیں یہ مرغانِ خوش الحاں باغ باغ

نظم تو ہر نظم ہے لیکن شگفتہ ہے وہ شعر
سنکے پروین ہوں جیسے اکثر سخنداں باغ باغ

زلف ہی مار سیہ اور وہ رخ انور چراغ
کالے کے آگے جلا کس طرح اے دلبر چراغ

صبح بجھتا ہی ہمیشہ شام سے جلکر چراغ
رات دن جلتا ہو نہیں افسوس کیوں بنکر چراغ

غیر پروانوں کی صورت یار کو گھیری رہے
میرا دل اُس بزم میں بنکر جلا شب بھر چراغ

چاندنی سی کھل گئی سارے در و دیوار پر
وہ شبِ وصل آئے میرے گھر میں جب بنکر چراغ

سبزۂ خط میں ہی عارض اس طرح جلوہ نما
سبزۂ خنداں میں جیسے لالۂ احمر چراغ

پھیل جائے روشنی حسن ساری بزم میں
پھونکدے برقع کو بنکر چہرۂ انور چراغ

صبح پیری سر پر آئی اب تو ظالم باز آ
اے دل سوزاں جلیگا تا بکے بنکر چراغ

سرد مہری کرکے کہتے ہو کہ دل ٹھنڈا ہوا
اس ہوائے تیز میں جلتا رہے کیونکر چراغ

کوئی روشن دل نہیں ملتا جو پروین پوچھ لو
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کسکو مہر و مہ لیکر چراغ

دریافت کیجئے نہ مرے یار کا دماغ
ہے چوتھے آسمان پہ ستمگار کا دماغ

مانا کہ آسماں پہ ہے دلدار کا دماغ
پر جلگیا ہی کس لئے اغیار کا دماغ

شب کو مرے مکاں میں جو سویا وہ ماہرو | ہفت آسماں تھے یہ در و دیوار کا دماغ
آواز عندلیب بھی خاطر پہ بار ہے | نازک سوا ہے پھول سے سرکار کا دماغ
عشق بتاں نے سارے زمانہ سے کھو دیا | رفتار کا دماغ نہ گفتار کا دماغ
افسوس بوئے گل سے بھی لگتی ہے سخت چوٹ | از حد ضعیف ہے دل بیمار کا دماغ

ناچار تھک کے صبر و تحمل سے کام لوں
پروین نہیں ہے اب مجھے تکرار کا دماغ

ف

اکبار دیکھ لے جو رخ یار کی طرف | بھولے سے بھی نہ دیکھے وہ گلزار کی طرف
کل تک نگاہ کبک تھی کہسار کی طرف | اب دیکھتا ہے وہ ترے رخسار کی طرف
ہو کون مجھ سے بیکس و لاچار کی طرف | ساری خدائی ہوتی ہے زردار کی طرف
ساری خدائی اُس کی حمایت پہ متفق | کوئی نہیں مرے دل بیمار کی طرف
بخشے گئے گناہ تو محشر میں بے گناہ | حسرت سے دیکھتے ہیں گنہگار کی طرف
نکلے ہیں گھر سے دیکھنے کو لوگ ماہ عید | اور دیکھتے ہیں ابروئے خمدار کی طرف
گر اُسکی زلف زاہد صد سالہ دیکھ لے | تسبیح ترک کرکے ہو زنار کی طرف
سب کی نگاہ حشر میں اعمال نیک پر | اور میری آنکھ احمد مختار کی طرف

پروین مجھے شکست ملی دست حسن سے
دل سا رفیق ہو گیا دلدار کی طرف

اُسکو صرصر کی خبر ہے نہ صبا سے واقف | جو نہیں آج زمانہ کی ہوا سے واقف
واسطے اُنکو دئے میں نے تو فرماتے ہیں | ہم نہ ایمان سے واقف نہ خدا سے واقف

عمر گزری ہمیں اُس بت کی تمنا کرتے
ہم تو بالکل نہیں تاثیر دعا سے واقف

مجھ سے نفرت اُسے اغیار سے رغبت کیا خوب
یا الٰہی نہو وہ مہر و وفا سے واقف

میں ہوں یا قیس ہو سب عشق میں ہو جاتے ہیں
ہو کے دیوانے بت ہوش ربا سے واقف

کمسنی کا یہ تصدق ہے کہ گلزار جمال
ابھی صرصر سے نہ آگہ نہ صبا سے واقف

اے بتو ہمنے بڑا عشق میں دھوکا کھایا
کمسنی میں بھی ہو تم مکر و دغا سے واقف

جب یہ دیکھا کہ بڑھا ربط عدو سے اُن کا
میں نے دانستہ کیا جور و جفا سے واقف

کرتے پھرتے یہ حسین جور و جفا سے تو بہ
ہوتے عاشق نہ اگر مہر و وفا سے واقف

کل تو نوکر بھی تھے آقاؤں سے اپنے آگاہ
آج بندے بھی نہیں اپنے خدا سے واقف

ہائے پردیں نہیں دنیا میں کہیں حق کا لحاظ
کوئی بندوں سے نہ آگہ نہ خدا سے واقف

ق

دل میں تیر عشق ہے اور فرق پر شمشیر عشق
کیا بتائیں پڑ گئی ہے پاؤں میں زنجیر عشق

دیکھنے والے یہ کہتے ہیں کتاب دہر میں
تو سراپا حسن کا نقشہ ہے میں تصویر عشق

کوہکن اور قیس ملجائیں تو میں اُن سے کہوں
لے گئے کیا ساتھ ہی قبروں میں تم تاثیر عشق

واہ رے انصاف اتنا بھی نہ وہاں پوچھا گیا
یہ قصور حسن ہے یا اصل میں تقصیر عشق

بات کرنے سے بھی نفرت ہوگئی دلدار کو
واہ رے اظہار الفت واہ رے تاثیر عشق

کیا سبب کیا وجہ کیوں آ کر نکلجائے شکار
کیوں نشانہ پر نہ جائیگا ہمارا تیر عشق

پہلے اپنا سر قلم کروائے پھر تیار ہو
ہر کسی کا کام ہے جو لکھ سکے تفسیر عشق

دولتِ دیدار حسبِ مدعا حاصل ہوئی
مل گئی جس شخص کو تقدیر سے اکسیرِ عشق

حسنِ جاناں کی کشش دنیا میں باقی رہ گئی
بدنصیبی سے ہماری اڑ گئی تاثیرِ عشق

تو بھی گل کے آئینہ پر کھینچدے تصویرِ حسن
میں بھی بلبل کو سناؤں باغ میں تقریرِ عشق

کیا شکایت انکی پروین یہ تو ہوتی آئی ہے
پہلے الفت کی تھی عزت اور نہ اب توقیرِ عشق

مریضِ عشق و محبت ہے مبتلائے فراق
سوائے شربتِ وصل اور کیا دوائے فراق

مری نظر میں تو یہ ہے فقط سزائے فراق
فراق کو بھی کرے کوئی مبتلائے فراق

کمالِ عشق ہی شاید جو قبرِ مجنوں سے
برابر آتی ہے آواز ہائے ہائے فراق

میں مبتلائے تپِ غم ہوں اور علاج یہ ہے
بجھائے آبِ وصال آگ اگر لگائے فراق

کشیدگی کی شکایت پہ مسکرا کے کہا
کہ جرمِ عشق میں دی ہے تجھے سزائے فراق

کبھی نہ جائیگا عاشق سے دیکھ بھال کا روگ
پلاؤ لاکھ اسے بدمزہ دوائے فراق

ہوا تھا ملتے ہی مجھکو جدائی کا کھٹکا
پڑی ہے وصل کے ہاتھوں سے یہ بنائے فراق

میں پھول کی طرح مرجھا کے رہگیا افسوس
کچھ اس طرح سے چلی ان دنوں ہوائے فراق

خدا کے عشق میں خوبی ہے کسقدر پروین
نہ اشتیاقِ وصال اور نہ ابتلائے فراق

جاتا رہا قلب سے ساری خدائی کا عشق
قابلِ تعریف ہے تیرے فدائی کا عشق

کیسی مصیبت ہے یہ گل کو خموشی کا شوق
بلبلِ بیتاب کو ہرزہ سرائی کا عشق

پڑ گئی بکنے کی لت ورنہ یہاں تک نہ تھا
واعظِ نافہم کو ہرزہ سرائی کا عشق

کرتا ہوں جو بار بار بوسۂ رخ کا سوال
حسن کے صدقے سے ہے مجھکو گدائی کا عشق

تم کو خدا نے دیا ساری خدائی کا حسن
مجھکو عطا کر دیا ساری خدائی کا عشق

عاشق و معشوق کی ہائے نبھی کس طرح
اُنکو کدورت کا شوق مجھکو صفائی کا عشق

پوچھ لے پروین سے یا قیس سے دریافت کر
شہر میں مشہور ہے تیرے فدائی کا عشق

ک

کریں گے ظلم دنیا پر یہ بت او آسماں کبتک
رہیگا بیر یہ کب تک رہوگے تم جواں کب تک

خداوندا نہیں کسدن شعور آئیگا دنیا کا
رہینگی بے پڑھی لکھی ہماری لڑکیاں کب تک

پھریگا اور کتنے دن خیالی یار گھوڑے پر
اڑیگا شعر گوئی میں نہ انجن کا دھواں کب تک

عنان حکمرانی دیکھئے کسدن خدا لیگا
رہینگے قسمتوں پر حکمراں آسماں کب تک

دئے جائینگے کبتک شیخ صاحب کفر کے فتوے
رہینگی اُنکے صندوقچہ میں دینکی کنجیاں کب تک

چلے جائینگی ایک ہی رخ ہوا تاکے زمانہ کی
نہ پورا ہوگا تیرا دور سے اے آسماں کب تک

تحمل ختم ہوتے ہی بڑی بدنامیاں ہونگی
تمہارے خوف سے پروین نہ کھولیگی زباں کب تک

زمانہ گرد ہی نام خدا تم ہو جواں جب تک
اُسی دم تک ہے بلبل ڈھونڈھتی ہی بوستاں جبتک

زمیں والے نہ راحت پائینگے اے آسماں جبتک
اُبھر جائے نہ دنیا سے ترا نام و نشاں جبتک

جہاں والوں کی آنکھوں میں ہے کل اعزاز پیسہ کا
اُبھرتی ہی نہیں انساں کی ساری خوبیاں جبتک

کرے کیوں آدمی بدفعلیاں دوزخ میں پڑنیکو
کھلا ہے اُسکی رحمت سے در باغ جناں جبتک

خدا کے رو برو ذی مرتبہ سمجھا نہیں جاتا
نہ دیجائے سند انساں کو لیکر امتحاں جبتک

پسے جائینگے دانہ کی طرح دانا زمانہ کے
ہزاروں ٹھوکریں کھا کر بشر انساں بنا ہے
قیامت تک رہیگا منتظر یہ جاں بلب تیرا

بکھرے جائیگا سینہ پر زمیں کے آسماں جبتک
سمجھ ہی میں نہیں آتا بیاں ہو دو زباں جبتک
نہ جائیگا عدم کو تم نہ آؤ گے یہاں جبتک

جہاں جائیگا پرویں ہر جگہ الزام کھائیگا
نہ قابو میں رکھیگا آدمی اپنی زباں جبتک

جس طرح دو جہاں میں خدا کا نہیں شریک
تیرا جمال میں نہیں کوئی حسیں شریک

میں بھی ترا فدائی ہوں مجھپر بھی رحم کھا
مجھکو بھی کرلے بزم میں اے نازنیں شریک

وہ کرگئے ہیں عذر نہ موت آئیگی مجھے
جبتک ہے اس گماں میں کچھ بھی یقیں شریک

اسکے ستم ہی کم ہیں جو اوروں کا نام لوں
ہے آسماں شریک نہ اسمیں زمیں شریک

روز جزا امید ہے سب کو سزا ملے
اقدام قتل میں ہیں مرے سب حسیں شریک

اے بدر تیرا دعوی یکتائی سب غلط
جملہ صفات میں ہے ترے وہ جبیں شریک

سچ پوچھئے تو جان جہاں میرے قتل میں
ترچھی نظر کے ساتھ ہی چین جبیں شریک

واعظ تو باغ حسن کی اک بار سیر کر
ممکن ہی دلکشی میں ہو خلد بریں شریک

کیا وجہ تیرے ظلم و ستم میں مزا نہیں
اے دور چرخ آج وہ شاید نہیں شریک

بھیجا پیام جلسہ تو انداز سے کہا
عرصہ ہوا کہ ہم نہیں ہوتے کہیں شریک

پرویں غلط ہے ان کو سمجھنا جدا جدا
ہیں جسم و جاں کی طرح سے دنیا و دیں شریک

ستم کی حد بھی ہے آخر کہاں تک
کہاں تک اے بت کافر کہاں تک

خدا کے واسطے اے عشق گیسو
ہوئے جائیگا میرے سر کہاں تک

قیامت ہو گیا کیا شکوۂ غیر
ہوتے جاتے ہیں وہ تر بھر کہاں تک

چھپاؤں عمر بھر کیونکر غم عشق
نہو سوز نہاں ظاہر کہاں تک

سکوں تقدیر میں ہے یا نہیں ہے
فلک ہے دیکھئے دائر کہاں تک

دل و جاں دین و ایماں دے چکا ہوں
کئے جاؤں پھر اب خاطر کہاں تک

کہاں تک آئے گا لب پر نہ شکوہ
رہونگا صابر و شاکر کہاں تک

غزل خود آپ کہدیتی ہے پڑھ دیں
کوئی اس فن میں ہے ماہر کہاں تک

گ

خواب راحت جو فنا کر دے اُس افسانے سے بھاگ
ہمنوالی جب نہو تو ایسے یارانہ سے بھاگ

لگ گئی اکبار گر منہ سے تو چھٹنا ہی محال
مے سے گر بچنا ہی تجکو پہلے میخانہ سے بھاگ

جس نے تجکو دل دیا ہی اُسکا ہو کر شاد رہ
رنج کا گھر ہے زمانہ اس عزاخانہ سے بھاگ

اہل دنیا باؤلے ہیں باولوں کی تو نہ سن
نیند اُڑاتا ہو جو افسانہ اُس افسانے سے بھاگ

جال میں پڑنا نہو۔ دنیا کے نیک و بد سے بچ
دام میں پھنسنا نہو تو دام کے دانے سے بھاگ

آبرو چاہے تو حرص مال و زر سے دور رہ
موج دریا موت کا مسکن ہے در دانے سے بھاگ

صحبت خوباں میں لاکھوں ڈھونڈ رہیں پر وہیں کر عذر
عقل گم کر دینگے فوراً اس پریخانہ سے بھاگ

لایا ہی آج بزم میں رنج و ملال رنگ
یوسف بھی اُسکو دیکھ کے فوراً پکار اُٹھے

اُس شعلہ رو کا طیش کے مارے تھا لال رنگ
کیا بے نظیر چہرہ ہے کیا بے مثال رنگ

چاروں طرف سحر کے سپیدی جو کھل گئی
چہرہ سے اُڑ گیا مرے صبح وصال رنگ

پھیکی پڑی ہے شکر خدا دشمنوں کی بات
اُس بزم میں جما ہے ہمارا کمال رنگ

ہے اُنکی مٹھیوں میں دل درد آشنا
ہے میرے خون سے دست حنائی کا لال رنگ

لایا شباب اور ہی اس باغ میں بہار
جیسا ہے ابکی سال نہ تھا پارسال رنگ

دنیا کے داؤں میں کہیں آتے ہیں پختہ کار
بدلے ہزار طرح کے گو پیرزال رنگ

بوٹا سے قد کی بات ہے کچھ اور ہی دلا
گرگٹ کی طرح بدلا کریں نونہال رنگ

میدان امتحان سے ہٹیں گے نہ سر لئے
تم عاشقوں کا دیکھنا روز قتال رنگ

دندان و لب کا عکس ہے آپس میں پڑ رہا
یاقوت کا سپید ہے موتی کا لال رنگ

تم سے جوان ہوتے ہی چھپیگا بدر بھی
لائیگا ایک روز تمہارا کمال رنگ

اے شیخ ماہرو ترے دم میں نہ آئینگے
چہرہ پہ جھریاں ہیں نہ تو اپنے بال رنگ

پروین جو پختہ کار ہو جاہے جہاں بھر سے
لیکن ہمیشہ اپنا ہی رکھے بحال رنگ

ہے سوز غم سے سینہ و قلب و جگر میں آگ
جس طرح کشت لالہ سے گلزار بھر میں آگ

سوز دروں بجھاتا ہوں طوفان اشک سے
پانی سے کچھ سوا نہیں میرے نظر میں آگ

پھیلی ہے کیا سپیدی صبح شب وصال
جب سرخی شفق نے لگا دی سحر میں آگ

سنتے ہی ذکر غیر لہو کھولنے لگا
اللہ کیا بھری ہوئی تھی اس خبر میں آگ

جلتا ہے جسم زار یہ سوز فراق سے
گویا بھری ہے پردہ دیوار و در میں آگ

نکلے نہ وقت آہ دھواں منہ سے کس طرح
دل سوختہ برشتہ بھری ہے جگر میں آگ

جام شراب رکھدیا زاہد کے ہاتھ میں
جس طرح بھردے کوئی کف پیغمبر میں آگ

جس جا میں جاؤں گریہ ہے جس جا میں جاؤں سوز
یا بحر و بر میں آب ہے یا بحر و بر میں آگ

جس مال و زر کی وجہ سے دوزخ نصیب ہے
لگ جائے جلد غیب سے اُس مال و زر میں آگ

دیتے ہیں آپ کیوں لب شیریں سے گالیاں
ہمنے کبھی سنی بھی نہیں تھی شکر میں آگ

بجلی کی طرح جاتا ہے قاتل کا راہوار
چلتی ہے اپنے پاؤں سے گویا سفر میں آگ

پروین تمام خلق سے جلتا ہے آدمی
سچ پوچھئے تو رشک ہے قلب بشر میں آگ

اس طرح پوشیدہ ہے میرے دل مضطر میں آگ
جس طرح مہندی میں سرخی جس طرح پتھر میں آگ

جس طرح پھونکا ہے مجھکو پھونک دے سارا جہاں
شعلۂ حسن بتاں بنجائے بحر و بر میں آگ

اے صبا دامن بچا کر چل اگر چاہے بھلا
چار سو بھڑکی ہوئی ہے لالۂ احمر میں آگ

ہو گیا فی النار دشمن ایک ہی وہاتھ میں
آب ہے تیرے دم خنجر میں یا خنجر میں آگ

مرغ نامہ بر کے جس بازو میں تھا نامہ بندھا
بجلیوں نے گر کے بھڑکا دی اُسی شہپر میں آگ

کان میں بندا ہے اور بندہ پہ سرخی عکس کی
لو کی پرتو سے نہ لگ جائے کہیں گوہر میں آگ

کروٹیں جلنے لگیں کس واسطے اے سوز غم
کیا بھری ہے روئی کے بدلے مرے بستر میں آگ

چار چھینٹے شربت دیدار کے دیں ہجر میں
آپ چاہیں تو ابھی بجھ جائے اکدم بھر میں آگ

شرطیہ دعوا ہے پروین مہر و مہ ہیں کیا بلا
آہ سوزاں سے لگا دوں گنبد خضرا میں آگ

یہاں کھوٹے اور کھرے کی ہے قیمت الگ الگ
پہچانتے ہیں اہل بصیرت الگ الگ

مجھ سے بھی ہے رقیب سے بھی اُن کی رسم و راہ
دونوں سے ہے محبت و الفت الگ الگ

دن کو خجل ہے مہر تو راتوں کو ماہتاب
چھائی ہوئی ہے دونوں پہ حیرت الگ الگ

عرصہ ہوا کہ حضرت واعظ نہیں سے ملے
مدت ہوئی کہ رہتے ہیں حضرت الگ الگ

اک شخص مانتا ہے اسے اور اک نہیں
راحت الگ الگ ہے مصیبت الگ الگ

دل اپنی فکر میں ہی جگر اپنی فکر میں
ہر شخص پر پڑی ہے مصیبت الگ الگ

سمجھیں ہم اسکو گردشِ تقدیر تو بجا
جاتی ہی ہم سے بچ کے مسرت الگ الگ

جب میں نہونگا دل میں نہ پائینگے یہ جگہ
رہ ملینگے مجکو رنج و مصیبت الگ الگ

انکا بلائے فقر ہے انکا بلائے زر
ہر شخص کے ہیں رنج و مصیبت الگ الگ

شیریں ہیں لب بھی شہد بھی آواز خوب بھی
انمیں مگر ہر اک کی ہے لذت الگ الگ

نیکی کا نیک شخص کو بد کو برائی کا
بخشے گئے ہیں دونوں کو خلعت الگ الگ

واعظ تو ہوشیار رہیں دیوانہ یاد رکھ
ہر شخص کو ہے حکم شریعت الگ الگ

پرویں یہ دغدغہ ہے کہیں سالکان راہ
مجکو کہیں نہ روز قیامت الگ الگ

ل

زیور میں اتنے صرف ہوئے یاسمن کے پھول
گویا ہیں ایک شاخ میں سارے چمن کے پھول

گلگشت باغ حسن سے سیری ہو کس طرح
بہتر ریاض خلد سے ہیں اس چمن کے پھول

جو پھول اُنکے منہ سے جھڑے وقت گفتگو
لاریب لاکلام ہیں باغ دہن کے پھول

آراستہ ہے زیور گل سے وہ گلبدن
محفل میں سر سے پاؤں تک آیا ہی بنکے پھول

یاقوتِ لب ہیں دانت گہرہائے آبدار
ملک یمن میں رکھے ہیں باغ عدن کے پھول

راتوں کو ٹوٹتے نہیں تارے خدا گواہ
تم پر نثار ہوتے ہیں چرخ کہن کے پھول

ناقدریوں یہ بھی ہے بہت قدر شکر ہے
شاعر نہیں۔ بہار ہے لیکن کلام میں
خورشید و ماہ کی ہیں نگاہیں لڑی ہوئیں
میں مرگیا تو روکے عنادل نے یوں کہا
اُجڑے ہوئے دلوں میں گئی راحتوں کا دھیان

اب تک گرانبہا ہیں ریاضِ سخن کے پھول
محفوظ ہیں خزاں سے ریاضِ سخن کے پھول
پہونچیں گی تری بالیوں میں دونوں بنکے پھول
برسوں ہیں ایک کشتۂ رنج و محن کے پھول
ویرانہ میں سمجھ لو کہ رکھے ہیں بن کے پھول

آں را کہ عقل بیش غم روزگار بیش
پروین کبھی جہاں میں نہ ہشیار بن کے پھول

بدلی ہوئی ہے چرخ کی رفتار آجکل
علم و ہنر ہے ملک کو درکار آج کل
ہے اور ہی طریقہ بازار آج کل
غفلت کا دور ملک سے شاید گزر گیا
گلگونہ ترقی تہذیب و علم سے،
کیوں جانتے ہیں صنعت و حرفت کو باغ خلد
روشن ہے اپنی بے ہنری آفتاب سے
بگڑی ہوئی ہے میکدہ دہر کی ہوا
کیا کام ان سفید چڑیلوں کا ہند میں
ہر چیز کی گرانی نے ویران کر دیا
اس باغ میں ہے باد خزاں و باد قحط
بھولے ہیں اپنے فرض کو یہ خواجگانِ ہند

ہو بند راست گوئی کا بازار آج کل
ہم خود بھلے برے کے ہیں مختار آجکل
جنس نفیس کے ہیں خریدار آجکل
مخلوق ہوتی جاتی ہے بیدار آجکل
شکر خدا کہ سرخ ہیں رخسار آجکل
غیروں کی ہم نگاہ میں ہیں خار آجکل
ہے صبح کے قریب شب تار آجکل
ہو جائیں شیخ جی بھی نہ میخوار آجکل
کیوں ایسی شادیوں کی ہے بھرمار آجکل
صرف خزاں ہے ہند کا گلزار آجکل
ہر گل کے دل میں ہے خلشِ خار آجکل
حق دینے میں بھی کرتے ہیں انکار آجکل

شکر خدا کہ ظلم سے معذور ہے فلک
برطانیہ ہے خلق کی غم خوار آجکل

یارب ہمارے دل کو تو اپنی پناہ دے
دلدار ہو گئے ہیں دل آزار آجکل

مخصوص ہو چکی ہیں ارادی غلامیاں
ہے اک انار سیکڑوں بیمار آجکل

ایک ایک کر کے جتنے ہنر تھے وہ چھن گئے
ہم زندگی سے کیوں نہوں بیزار آجکل

اک جرم اور فرد جرائم میں بڑھ گیا
یعنی نہ درد دل کا ہو اظہار آجکل

جینے کی فکر کیجئے اور پیٹ کا خیال
موقوف کیجے عشق کا آزار آجکل

پابندیاں بھی چاہئیں انساں کو ضرور
آزادیوں کی کیوں ہی یہ بھرمار آجکل

ملتا نہیں کہیں دہن یار سے اناج
فاقوں سے جسم ہے کمر یار آجکل

ہے تنگدستیوں کے سبب ضعف اسقدر
سب کی ہیں آنکھیں نرگس بیمار آجکل

لاکھوں محال عقلی و عادی سہی مگر
کسب معاش سب سے ہے دشوار آجکل

کیا کیجے ترنوالوں کا موسم نہیں رہا
پچکے ہوئے ہیں یار کے رخسار آجکل

فاقوں سے ہے یہ حال اگر تول کر بٹھائیں
آدھے ٹکٹ میں جائے تن زار آجکل

گل کر دیا چراغ معیشت تو اے ہوا
معدہ کے بھی نہ گھس گئے کیوں خار آجکل

چاروں طرف بلند ہی فریاد ہائے ہائے
ماتم کدہ ہے قہقہہ دیوار آجکل

دولت جب آئیگی کہ وہی چیز ہم بنائیں
جو چیز چاہتے ہوں خریدار آجکل

بہتر ہے کارخانوں سے ہو ملک کا بھلا
اُگلیں گڑے خزانوں کو زردار آجکل

صنعت کا نام گنج ہے حرفت کا نام زر
علم شکم ہے ملک کو درکار آجکل

پرویں کی یہ دعا ہے رہے امن ملک میں
رب غفور تو ہی ہے غم خوار آجکل

ان دلبروں کے ہاتھ سے خالق بچائے دل
لیتے ہی کچھ نہیں یہ ستمگر سوائے دل

کب تک کیا کروں میں کہو ہائے ہائے دل
میری زباں سے کچھ تو سنو ماجرائے دل

اے دلربا تو تمکو دل آزاری کی قسم
جو کچھ ہے میرے پاس وہ لینا سوائے دل

مٹی ہوئی خراب بہت دن تو یہ کھلا
گر عقل دے خدا نہ بتوں سے لگائے دل

غمزہ وہ سحر ساز ادا وہ طلسم کار
اسپر نہ جائے جان کہ اُس پہ نہ آئے دل

مرجائینگے یہ بزم عدو میں نہ جائینگے
جانیکو دل مصر ہے تو سو بار جائے دل

دل میں بھری ہیں اُسکے جفا کی کدورتیں
چہرہ پہ چھا گئی ہے سیا کر صفائے دل

محشر تو کوئے یار میں جا کر بپا کریں
سینہ میں صور ہو جو ہمارے بجائے دل

دونوں طرح سے موت ہے یارب میں کیا کروں
قبضہ میں آئے یار نہ قابو میں آئے دل

آہ و بکا سے شور قیامت ہے یا نہیں
اک دن ہمارے کان سے سنئے صدائے دل

باغ وصال یار میں پہونچا تو کس طرح
نغمہ سرا ہے بلبل دستاں سرائے دل

تھی ہم کو ایک عمر سے دیوانہ کی تلاش
بازار کائنات سے ہم مول لائے دل

خوشیوں کو پیسے ڈالتی ہے تیرے ہجر میں
سینہ میں چلتی رہتی ہے روز آسیائے دل

پروین بتوں سے دوستی منظور تھی تو کیوں
سینہ میں سنگ پارہ نہ رکھا بجائے دل

زباں ہے بے خبر اور بے زباں دل
کہے کس طرح سے راز نہاں دل

نہیں دنیا کو دلداری کی عادت
سنائے کس کو اپنی داستان دل

نہ پوچھو بے ٹھکانوں کا ٹھکانا
وہیں ہم بھی ہیں سرگرداں جہاں دل

کٹی ہے زندگی سب رنج کھاتے
کہے کیا عمر بھر کی داستان دل

ہمیں بھی تھی کبھی ملنے کی لذت	ہمارا بھی کبھی تھا نوجواں دل
نہ باز آؤنگا میں الفت سے جب تک	اُٹھائے جائیگا جور بتاں دل
غم الفت غم دنیا غم دیں	اُٹھائے بار کیا کیا ناتواں دل
سمجھ میں خاک آئے عقل کی بات	گئے ہوش و خرد آیا جہاں دل

اُنہیں رحم آئے تو کیا آئے پروین
وہ لاپروا ہے میرا بے زباں دل

جس پر نثار میں ہوں اُسی پر نثار دل	اچھا دیا مجھے مرے پروردگار دل
روشن ہی شمع حسن تو پروانہ سیکڑوں	وہ بیچ میں ہے چار طرف بیشمار دل
میں مانتا ہوں جرم کبیرہ ہے دل لگی	اور کیوں جی آگیا ہو جو بے اختیار دل
سوزِ فراقِ یار بھی ضائع نہ جائے گا	بعد فنا بنے گا چراغ مزار دل
اب تک مری طرف سے کدورت نہیں گئی	بھیجا ہے اُس نے لکھ کے بخط غبار دل
طالب ہیں چشم و ابرو و رخسار و زلف یار	ملتے تجھے ہائے چاہنے والونکو چار دل

پروین خیال دولت و حشمت پہ خاک ڈال
مرنے کا گر یقین ہے تو کم بخت مار دل

م

فریاد روز حشر کریں گے خدا سے ہم	مارے گئے ہیں مکر و فریب و دغا سے ہم
تنگ آگئے ہیں آپ کے جور و جفا سے ہم	کرتے ہیں آج عرض بڑی التجا سے ہم
باز آئیں گے نہ الفت زلف رسا سے ہم	کتنے ہی مبتلائے بلا ہوں بلا سے ہم

یا باز آئیں پیشۂ جور و جفا سے آپ
یا ہاتھ اٹھائیں شیوۂ مہر و وفا سے ہم

ہرگز کریں نہ داور محشر سے کچھ سوال
مانگیں تجھی کو مانگیں اگر کبریا سے ہم

رخسار و زلف و بینی و چشم سیاہ کے
لے لیں گے چار بوسے کسی دن دغا سے ہم

ہونگے شراب وصل سے عاشق کبھی نہ سیر
ہاں ساقیا ہیں روز ازل کے پیاسے ہم

جب کی گئی دعا تو ہوا فوت مدعا
اب کوئی التجا نہ کریں گے خدا سے ہم

افسوس ذکر غیر پر اٹھکر چلے گئے
لائے تھے آج انکو بڑی التجا سے ہم

میں نے جو ذکر حشر کیا اسنے یوں کہا
تیرے کہے سے تو نہ ڈرینگے خدا سے ہم

جائیں گے روز حشر گلستان خلد میں
پر ویں طفیل حضرت خیر الورا سے ہم

حور و پری سے شکل میں بہتر کہیں ہو تم
انصاف سے جو پوچھو تو انساں نہیں ہو تم

خورشید رو و مہ رخ و زہرہ جبیں ہو تم
حسن و جمال بھی ہیں فدا وہ حسیں ہو تم

میرے دل شکستہ کے لائق نہیں ہو تم
ٹوٹے ہوئے مکاں میں ستم ہے مکیں ہو تم

رہتے ہو میرے سامنے دن رات اے بتو
میرے لئے نہیں ہو اگرچہ کہیں ہو تم

مہر و وفا جو تاج ہیں اسکا گہر ہوں میں
ناز و ادا انگوٹھی ہیں ان کا نگیں ہو تم

افسوس ہے جہاں کا عقیدہ بگڑ گیا
سب متفق ہیں دشمن ایمان و دیں ہو تم

وہ چاہتے ہیں کوئی کہے جائے رات دن
لاریب باجمال ہو بیشک حسیں ہو تم

کیا بات مکھیوں کی طرح گرتا ہے جہاں
دیکھو تو غور سے نہ کہیں انگبیں ہو تم

بیاسے خیال غیر میں کچھ گم ہو اس طرح
ہو بھی اگر جہان میں تو بھی نہیں ہو تم

ہر ناز میں دلہے اداؤں میں بانکپن
قائل ہے خود جمال کہ حسن آفریں ہو تم

معشوق مانتے ہیں تمہیں بادشاہ حسن
دربار دار اور ہیں مسند نشیں ہو تم

واللہ اس زمیں کو فلک سے ملا دیا
اور اسمیں کیا مبالغہ پرویں نہیں ہو تم

وصل میں سیراب تھے کوثر سے ہم
ہجر میں محروم ہیں ساغر سے ہم

دور ہیں جیسے بتِ کافر سے ہم
پھوڑتے ہیں سر کو ہر پتھر سے ہم

کہتی ہے میت تحجبوالوداع
جاتے ہیں صحرا کو اپنے گھر سے ہم

خنجر مژگاں سے کھولی جائے فصد
انس رکھتے ہیں اسی نشتر سے ہم

تیغ ابرو سے کرو تجکو حلال
ذبح ہوتے ہیں تمہیں خنجر سے ہم

غیر یوں ہم کو کہے اور ہم سنیں
چپ ہیں کیا جانے یہ کسکے ڈر سے ہم

ہوگیا سودائے زلف مشکبو
یہ بلا ٹالیں کہاں اب سر سے ہم

اُس جفا جو نے بلایا ہے ہمیں
اٹھ نہیں سکتے ہیں جب بستر سے ہم

اب جنازہ ہی اُٹھے گا دیکھنا
یوں نہ اُٹھیں گے تمہارے در سے ہم

سنگ در پر بھی نہ سجدہ کر سکیں
باز آئے ایسے درد سر سے ہم

ہوگیا بے قدر جا جا کے وہاں
تنگ ہیں پرویں دل مضطر سے ہم

کردیا صدمہ فرقت نے مرا کام تمام
آپ ہی ہوگئے رنج و غم و آلام تمام

کھو دیا جس کے لئے راحت و آرام تمام
حیف اُسنے کیا آخر کو مرا کام تمام

ہیں مرے ساتھ ہی غرق غم و آلام تمام
میں جو روتا ہوں تو روتے ہیں در و بام تمام

میری فریاد کا محشر میں یہ انجام ہوا
کہدیا اُسنے کہ جھوٹے ہیں یہ الزام تمام

میں جو پہونچا تو کہا ناز و ادا سے ہنسکر
آپ حبیب آئے ہیں کہ بٹ چکا انعام تمام

مہرباں ہوتے تم آجاؤ تو ہو خاطر جمع
کیا کہوں ہجر میں ابتر ہیں مرے کام تمام

ہائے کسوقت قرار آئیگا میرے دل کو
ہو گئی کس روز تو اے گردش ایام تمام

ڈہل گئی عمر تو رخسار پہ زردی چہائی
اڑ گئی جام سے گویا مے گلفام تمام

شوق دیدار کے ہیں چار طرف جال بچھے
دیکہکر چل کہ تری راہ میں ہیں دام تمام

میرے بدخواہوں نے وہاں تک نہ گزرنے دی
ہائے بیکار گئے نامہ و پیغام تمام

اپنے اوصاف سے کہلائے شریف و رذیل
ورنہ اک باپ کی اولاد ہیں اقوام تمام

آجتک سب کو ملا اور ملے گا پروین
نہ ہوا اور نہ ہوا اللہ کا انعام تمام

کاہش سے میری خوش ہو جفا اور جفا سے تم
میں طالب وفا ہوں خفا ہو وفا سے تم

کچھ روک ٹوک پر ہو مری جاں خفا سے تم
اچھا پڑو بلا میں ہماری بلا سے تم

آئی قیامت آئے گئے حشر ہو گیا
طرز خرام سیکھے ہو کس فتنہ زا سے تم

تم ہی کو جانتا ہوں تمہیں دو دل حزیں
تم ہی سے لونگا مانگ لو زلف دوتا سے تم

رکے گی ناز کی ستم بیحساب سے
ہاروگے ایک دن دل دردآشنا سے تم

اب جان بوجھکر تو نہ آئے گا دل کبھی
اسکی بدی نہیں ہو کہ لیلو دغا سے تم

دیکھیں تو کون کون کرے اپکے جان نثار
مانگو تو پھر ذرا اسی ناز و ادا سے تم

کے دن نبھے گی اور نمائش کی دوستی
کے روز دوگے اور مجھے دم دلاسے تم

غنچہ کھلا کے تمپہ ہنسے کیا ہی اس کا منہ
کچھ آگے چل نکلتے ہو باد صبا سے تم

چندرا ؤ لاکھ میں کہیں آتا ہوں داؤ میں
واقف نہیں ہو جیسے مرے مدعا سے تم

شکر خدا کہ سارا زمانہ ہے مہرباں
تنہا ہو میرے خون جگر کے پیاسے تم

نیچی نگاہ بھی ہے قیامت کی دلربا
شوخی کا کام لیتے ہو شرم و حیا سے تم

ہم چاہنے لگے تو یہ شہرت ہوئی نصیب
بھولے بھلے جہاں میں ہماری دعا سے تم

گردوں رفیق بخت موافق جہاں فدا
بے فکر ہو کسی کی دعا بد دعا سے تم

گر کچھ نہیں لگاؤ تو رونے دو زار زار
کیوں چونک چونک پڑتے ہو میری صدا سے تم

کمسن ہو کمسنی میں نہ محشر بپا کرو
ہے چار دن کی بات ابھی تھے ذرا سے تم

میں جاں بلب طبیب بشوخی وہ منحرف
اے دوستو دریغ نہ کرنا دعا سے تم

مجھ سے بھی پیش آؤ اسی طرح اے بتو
جس طرح پیش آتے ہو خلق خدا سے تم

پیر وہی دوبارہ مطلع تازہ رقم کرو
کچھ اور خوشہ چینی کرو جا بجا سے تم

ہرگز نہ باز آؤ گے جور و جفا سے تم
کیا چیز ہے بشر نہ ڈرو گے خدا سے تم

لو کام فوج غمزہ و ناز و ادا سے تم
سو قافلے ہوں دل کے تو لوٹو ادا سے تم

جنت کہاں یہ کوچہ کہاں میں نے کب کہا
شرمندہ کرتے ہو مجھے اس افترا سے تم

برہم ہوئی جو زلف دوتا خیر ہو گئی
گلشن میں کیوں الجھتے ہو باد صبا سے تم

محشر میں دیکھئے مری کب تک رسائی ہو
ڈرتا ہوں پہلے بڑھ کے نہ چڑھ دو خدا سے تم

زلفیں ہٹانے دو نگانہ رخ سے شب وصال
روئے سحر کو ڈھانک لو زلف دوتا سے تم

اغیار بھی وصال سے مایوس ہو گئے
بیٹھے رہو خدا کرے یونہی خفا سے تم

دل ہی میں گھر نہیں ہے تو ملنا فضول ہے
بیٹھو کہیں رہو کہیں میری بلا سے تم

بیمار غم کے مرنے سے خوش ہیں رقیب بھی
صحت بحال ہے جو خفا تھے شفا سے تم

اللہ رے ناز کی صنم گلعذار کی
رک رک گئے ہو چلتے ہیں بار قبا سے تم

کیا اس طرف سے ہو کے نکلنا بھی جرم ہے
چلتوں کو پھانس لیتے ہو زلف دوتا سے تم

یارو قدم سنبھال کے رکھنا جہان میں
غافل ہو نا روز سزا و جزا سے تم

فتنے اٹھائے چال نے فتنے بپا کئے
مشاق دلبری میں ہوئے ابتدا سے تم

جاتے ہو صبح و شام جو گلشن میں سیر کو
اٹکھیلیاں اڑاؤ گے باد صبا سے تم

کھل کھیلو جس طرح ہو رقیبوں کی آرزو
بندوں سے کیا ڈرے جو ڈرو گے خدا سے تم

دم دیکے لیگیا نہ تمہیں غیر بزم میں
اپنی جگہ جمے رہے میری دعا سے تم

رکھتی ہی تم سے گردش گردوں مخالفت
پروین دعا فراق کی مانگو خدا سے تم

خاک کر ڈالیں ابھی چاہیں تو میخانہ کو ہم
ایک ساغر کو بھرو تم ایک پیمانہ کو ہم

مجھ سے ہم آغوش ہو کر یوں کہا اور یہ کہا
ہوشیار اس طرح کر دیتے ہیں دیوانہ کو ہم

نزع میں آئے ہیں صد افسوس جیتے جی نہ آئے
وہ ہیں آنیکو تو اب تیار ہیں جانیکو ہم

سب نے نتیجہ اُن پہ مرنا یاد آتا ہے ہمیں
شمع پر جب دیکھتے ہیں مرتے پروانہ کو ہم

کوہکن اور قیس کی قبروں سے آتی ہی صدا
کیا تمام کر گئے الفت کے افسانہ کو ہم

ایک پتہ بھی نہیں ہلتا بجز حکم خدا
کس طرح آباد کر لیں اپنے ویرانہ کو ہم

ایک دن یہ ہے کہ ہیں اک شمع رو پر خود نثار
ایک دن وہ تھا برا کہتے تھے پروانہ کو ہم

ابروؤں نے پیچ کھا اُسکے اشارہ کی ہی دیر
دیکھتے بالکل نہیں پھر اپنے بیگانہ کو ہم

جان جائے یا رہے اُسکو سنائینگے ضرور
قیس کے پردہ میں پروین اپنے افسانیکو ہم

ن

ہزاروں کاہشیں لاکھوں تردد دلمیں رہتے ہیں
دل ارمانوں کا گھر ہی رہنے دو گردلمیں رہتے ہیں
صنم آنکھوں میں رنج و درد و حرماں دلمیں رہتے ہیں
محبت میں بجز ہاں ہاں کئے کچھ بن نہیں پڑتی
تمہیں رکتے ہوئے یاں بھی مری جان ہم آ آ ہی
تصور دونوں رخسار دنکا دل سی مٹ نہیں سکتا
خدا ہی جانتا ہے صدمہ فرقت کی تکلیفیں
ستم ہی قتل کی حسرت بھی پوری ہو نہیں سکتی
ہمارے ہر طرف ہے اژدحام حسرت و ارماں
حرم ہو دیر ہو آتشکدہ ہو یا کلیسا ہو

تمہارے چاہنے والے بڑی مشکل میں رہتے ہیں
ہمیں کیا ذکر ہم کیوں فکر لاحاصل میں رہتے ہیں
یہ اس منزل میں رہتے ہیں وہ اُس منزل میں رہتے ہیں
ہزاروں نقص اُنکے عذر لاطائل میں رہتے ہیں
خیال اچھے بُرے دونوں طرح کے دلمیں رہتے ہیں
ہمیشہ ھر دمہ یہاں ایک ہی منزلمیں رہتے ہیں
بڑی دقت میں کٹتی ہے بڑی مشکل میں رہتے ہیں
کہ زخمی ہوکے بھی ارمان دل بسمل میں رہتے ہیں
نہیں خلوت میسر رات دن محفل میں رہتے ہیں
رضامندی کے طالب اُسکی ہر منزلمیں رہتے ہیں

غم و فرحت کی جس فطری ہے پیرو بن جا نہیں سکتی
یہ جذبے تو بنی آدم کے آب و گِل میں رہتے ہیں

ہوئی ہیں جا بہ آنکھیں اُن سے اب جینے کے لالے ہیں
الٰہی جان و دل کی خیر ہو وہ آنیوالے ہیں
بھرے ہیں سرخ آنسو میری آنکھوں میں تو کہتے ہیں
ہمارا حق ہمارے خون کا حق اس کی پابوسی
پڑے ہیں چہرۂ گلنا رگوں پر گیسوئے مشکیں
چمن میں لالہ و گل پر تو عارض کے ہیں سائل

نہیں ترچھی نگاہیں پنجہ مژگاں میں بھالے ہیں
اداکی بانکپنیں ہیں ناز کے جنگی رسالے ہیں
کہ لالہ کے گلے میں موتیوں کے ہار ڈالے ہیں
حنا سے کم دو اپنی حد سے کیوں پاؤں نکالے ہیں
فرنگی کے گلے میں نرگیسوں نے ہاتھ ڈالے ہیں
کھڑے ہیں بہر استقبال ہاتھوں میں پیالے ہیں

خیال آیا کہ دنیا ظلم سے کیوں مٹ نہیں جاتی
کہا امید نے اے شخص ہم اسکو سنبھالے ہیں

نظر میں گفتگو میں جسم میں کیسی صفائی ہے
یہ بت بلور کے ہیں نور کے سانچہ میں ڈھالے ہیں

صباحت میں ملاحت ہی ملاحت میں صباحت ہے
تمہارے عارض و گیسو یہ گورے ہیں وہ کالے ہیں

وہیں سے آئے تھے پھر چار دنمیں ہے وہیں جانا
کرو گہری نظر ہم سب عدم کے رہنے والے ہیں

گماں ہوتا ہے انکی گیسوئے مشکیں پہ اے پریرو
دوبارہ خلد میں حوا نے کالے ناگ پالے ہیں

قایم رہے شباب گرفتار سیکڑوں
جب مال پاس ہے تو خریدار سیکڑوں

دل ایک اور تم سے دل آزار سیکڑوں
پھرتے ہیں مارے مارے خریدار سیکڑوں

وہ کہتے ہیں جہاں میں ہیں آزار سیکڑوں
میں کیا کروں جو مرتے ہیں بیمار سیکڑوں

فرماتے ہیں بتائیے کس کس کا دل رکھوں
ہیں ایک جان اور طلبگار سیکڑوں

چشم و لب و رخ و خط و بینی و زلف و خال
ہیں ایک اور ایسے ستمگار سیکڑوں

فریاد و آہ و نالہ و ارمان و رنج و درد
اک دل ہے اور اسمیں گرفتار سیکڑوں

جذبات معتدل ہیں تو انسان ہے آدمی
ویسے تو جنگلوں میں بھی خونخوار سیکڑوں

گو مختلف طرح کا ہو پر سب کو عشق ہے
مطلوب سیکڑوں ہیں طلبگار سیکڑوں

معجز نما ہے بتکدہ عشق جس میں ہیں
ہم اعتقاد کافر و دیندار سیکڑوں

ہے گرد چشم یار مژہ کا محاصرہ
اک ناتواں ہے اور ستمگار سیکڑوں

طالب ہیں میرے دل کے حسینانِ روزگار
گویا کہ اک انار ہے بیمار سیکڑوں

کیونکر نبھے گی تجھ سے حسینوں کی بندگی
اک خادم اور مالک و مختار سیکڑوں

جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ ہی کاٹ ہی کچھ اور
اور یوں تو باندھے پھرتے ہیں تلوار سیکڑوں

گردوں رقیب زلزلہ محشر قضا و برق
تم ہی نہیں یہاں ہیں ستمگار سیکڑوں

بیوقت موت کا مجھے پروا نہیں ہے غم
غم ہے تو یہ کہ روئیں گے غم خوار سیکڑوں

یہاں سے جاتے ہی کوئی کسی کا یار نہیں
میں اب وہاں جہاں کوئی غمگسار نہیں

جہاں میں کونسا انساں گناہگار نہیں
مگر بہت ہی برا ہے جو شرمسار نہیں

نہ کر خدا کے لئے مجھ سے بار بار نہیں
دوبارہ پھر یہ شب آئے کچھ اعتبار نہیں

جب اپنی جان ہی کا ہمکو اعتبار نہیں
تو پھر کسی کا زمانہ میں کوئی یار نہیں

کہے گیا میں تکلف سے بار بار نہیں
پیئے گیا ہی کہہ کے میگسار نہیں

ہمیشہ ایک طرح چرخ بے مدار نہیں
تغیرات زمانہ کا اعتبار نہیں

تم آدمی ہو کہ پارہ کہیں قرار نہیں
تمہاری بات کا واللہ اعتبار نہیں

بنے ہو مفت میں محفل کے مالک و مختار
تمہیں تو اپنے بھی اوپر کچھ اختیار نہیں

بتوں کی دوستی کا آسماں کی گردش کا
دو روزہ عمر کا دنیا میں اعتبار نہیں

لگا ہے تیر نظر یہاں رقیب کے دل میں
مگر ابھی کوئی سوراخ آر پار نہیں

لیا ہی دل تو بہت احتیاط سے رکھنا
تری نظر کا مرے دل کا اعتبار نہیں

پسِ فنا بھی مری کیوں کھلی رہی آنکھیں
اگر کسی کا مرے دل کو انتظار نہیں

محال ہی جو کسی قلب پر گراں گزروں
میں بوئے گل ہوں صبا کے لئے بھی بار نہیں

دئیے ہیں مجھ سے جو دل کھو کر تو دیتے جاؤ
بخیل ہی وہ عطا جسکی بے شمار نہیں

تری نگاہ کے پھرتے ہی پھر گئی دنیا
کوئی رفیق نہیں کوئی غمگسار نہیں

متانت اسکو سنبھالے ہے ورنہ ناممکن
میں بیقرار ہوں اور یار بیقرار نہیں

ذلیل کرتی ہے انسان کو بد اطواری	وگرنہ کوئی جہاں میں ذلیل و خوار نہیں

کسی کا قول یہ بالکل درست ہی پروین
کوئی کسی کا زمانہ میں غمگسار نہیں

نیک و بد کی جسے خبر ہی نہیں	شر ہے کمبخت وہ بشر ہی نہیں
وہ ہیں کس حال میں خبر ہی نہیں	سر بھی نیچا ہے اک نظر ہی نہیں
ہاتھ خالی ہے مال و زر ہی نہیں	کیا اڑیں جبکہ بال و پر ہی نہیں
مے کی بابت خیال کر واعظ	اسمیں نفعے بھی ہیں ضرر ہی نہیں
شرم سے تیرے روئے روشن کے	شمس بھی زرد ہے قمر ہی نہیں
جسکے باعث ہے زندگی بے لطف	لطف یہ ہے اسے خبر ہی نہیں
راہ ہر دل کو ہوتی ہے دل سے	میرے دل کی انہیں خبر ہی نہیں
یار تو قتل عام کر ڈالے	تیغ باندھے کہاں کمر ہی نہیں
ضبط کی نسبت آپکا ہے خیال	میں ہوں عاشق مرے جگر ہی نہیں
میرے سینہ کو چیر کر دیکھو	دل بھی روتا ہے چشم تر ہی نہیں
آسماں لاکھ بار دشمن ہو	کیا ہو برباد میرے گھر ہی نہیں
کون کہتا ہے مجھکو سودائی	ایک مدت سے میرے سر ہی نہیں
ہم قیامت سے بھی ہوئے بے فکر	شب ہجراں کی جب سحر ہی نہیں
پاؤں پھیلائے مست ہوتے ہیں	فقرا کیونکہ مال و زر ہی نہیں
وہ تو مجھکو جلائے جائینگے	بعد مردن بھی عمر بھر ہی نہیں
بعد مردن ہے حشر کا کھٹکا	میری جاں فکر سے مفر ہی نہیں

مرغ بے وجہ پیچھے جاتا ہے
یہ نہ بولے تو جانور ہی نہیں

ظلم پر اب تو ہے آسماں نادم
سر بھی نیچا ہے اک نظر ہی نہیں

توبہ توبہ ہزار ہا شرطیں
کیا بتاؤں اگر مگر ہی نہیں

پھرتے ہو سیکڑوں ند بدوں میں
تم کو خوف نظر گزر ہی نہیں

آدمی آدمی ہے عزت سے
آب جس میں نہو گہر ہی نہیں

کم ہے یہ زاد راہ لے پروین
تم کو اندازہ سفر ہی نہیں

یہ کیا کہا مجھے تری پروا ذرا نہیں
کیا تو خدا ہے مثل ترا دوسرا نہیں

تیرا عدو کا چرخ کا کوئی گلہ نہیں
سب عشق کی خطا ہے تمہاری خطا نہیں

دنیا ہے چار روز کی دار البقا نہیں
صرف ایک پاک ذات ہی جسکو فنا نہیں

واعظ تو اپنے عیب کیوں دیکھتا نہیں
سب ہیں گناہگار کوئی بے خطا نہیں

تو نے پیٹھ پیچھے کسی کی روا نہیں
سب سے برے ہیں ہم کوئی ہمسے برا نہیں

اے نازنین سبھی تجھے مری پروا نہیں نہو
کیا پردۂ زمیں یہ کوئی مہ لقا نہیں

مرنے پہ مستعد ہوں مگر یہ تو طے کرو
تم فاتحہ کو قبر پر آؤگے یا نہیں

میں ہوں عدو ہو چرخ ہو واعظ ہو کوئی ہو
دنیا میں کون ہے جو ترا مبتلا نہیں

کیوں میٹتے ہو ظلم سے نام و نشاں مرا
میں نسخۂ وجود یہ لفظ وفا نہیں

کوئے بتاں میں ظلم و ستم کیوں ہو اسقدر
کوفہ نہیں یہ شام نہیں کربلا نہیں

ظالم کا نام لیتے ہوئے کانپتا ہوں میں
کسکی خطا بتاؤں کسی کی خطا نہیں

مرنیکے بعد بھی یہیں گڑنا ہے حسرت تو
دل مستقل وطن ہے تمہارا سرا نہیں

پروین گناہگار رہے کس کی پناہ لے
یا رب ترے کرم کے سوا آسرا نہیں

جو چار آدمیوں میں گناہ کرتے ہیں
خدا کی دی ہوئی عزت تباہ کرتے ہیں

تو ننگے ہوتے جو منہ پر نگاہ کرتے ہیں
قسم خدا کی بڑا ہی گناہ کرتے ہیں

بڑا ہی ظلم خدا کی پناہ کرتے ہیں
ہم آہ آہ تو وہ واہ واہ کرتے ہیں

وہ بوسہ دیتے نہیں گورے گورے گالوں کا
تمہیں گواہ ہم اے مہر و ماہ کرتے ہیں

بتو تمہیں جو فدا ہیں تو تمہیں پہ نثار
یقیں نہو تو خدا کو گواہ کرتے ہیں

کبھی وہ دیکھتے ہیں اپنے تیغ و بازو کو
کبھی وہ غیظ سے مجھ پر نگاہ کرتے ہیں

مجال کیا ہے جو لوں نام اپنے قاتل کا
تمہیں یہ لوگ مگر اشتباہ کرتے ہیں

خیال رکھتے ہیں ہر وقت دوستی کا سر خلاف
اسی طرح سے ہمیشہ نباہ کرتے ہیں

گناہ کیا ہے جو دل سے عزیز رکھتے ہیں
بنے ہو یوسف ثانی تو چاہ کرتے ہیں

اگر ہو صبر و قناعت کی دولت اے پروین
گدا بھی کرتے ہیں وہ ہی جو شاہ کرتے ہیں

ضبط الفت نہ کیا جائیگا اب تاب نہیں
عشق سے جو مجھے روکیں مرے احباب نہیں

رونے دھونے کی تڑپنے کی مجھے تاب نہیں
موت ہی آئے شب ہجر اگر خواب نہیں

میٹھی باتوں سے میں گزرا مجھے دشنام ہی دو
نوش کمیاب سہی نیش تو کمیاب نہیں

آدمی ہی بھی نہیں تھی یہ تماشا دیکھو
یہی نایاب بھی ہی اور یہی نایاب نہیں

ماہتاب اُس رخ زیبا کے مقابل ہو غلط
اُسمیں یہ نور نہیں آب نہیں تاب نہیں

زہر کھا کر نہ کرونگا صف ماتم برپا
خیر اندیش ہو تمیں دشمنِ احباب نہیں

دہوکا دیتا ہے مسافر کو سراب دنیا
یہ نمائش ہی نمائش ہے فقط آب نہیں

وصل کا لطف نہیں منہ جو چھپائے رکھو
ہے شب تار اگر جلوہ ماہتاب نہیں

پھر یاں دیکھا ہی اُنکو تو یہی ہوتا ہے
جسکی تعبیر ہو الٹی وہ مرا خواب نہیں

تمکو گر میرا فسانہ نہیں سننا منظور
مجھکو بھی تذکرۂ غیر کی اب تاب نہیں

جو جوانی میں ہمیں کرنا ہے کر لو زندو
پھر اندھیری ہی ہمیشہ شب ماہتاب نہیں

خون سے سینچتے ہیں کشت محبت عاشق
اور جب دیکھتے ہیں غور سے سیراب نہیں

ہر بڑے کام میں خطرے ہیں محبت ہی میں کیا
کونسا بحر ہے جس میں کوئی گرداب نہیں

بحر الفت میں قدم سوچکے رکھنا پروین
ہے کنارہ ہی یہ غرقاب یہ پایاب نہیں

کچھ تو کمی ہو روز جزا کے عذاب میں
اب سے پیا کرینگے ملا کر گلاب میں

بھیجا ہے خط مگر مرے خط کے جواب میں
لاکھوں ہی بے نقط وہ لکھیں گے عتاب میں

عکس رخ نگار ہے جام شراب میں
ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب میں

اے آفتاب گرچہ وہ رخ بے نقاب ہیں
فرق آگیا ہے جب بھی تری آب و تاب میں

رخسار و چشم یار کی تصویر دیکھنا
نرگس کے پھول باندھ دئے ہیں گلاب میں

میں نے فقیر بنکے جو در پر صدا لگائی
گھر میں نہیں حضور کہا خود جواب میں

محشر میں بھی خلاف مرے فیصلہ ہوا
وہ ہوگئے دخیل سوال و جواب میں

سچ پوچھئے تو موت سے بدتر ہے درد ہجر
لذت کباب میں نہ مزا ہے شراب میں

کب تک تہ نقاب رکھیگی حیا و شرم
کب تک رہیگا ماہ دو ہفتہ سحاب میں

وہ آتے آتے غیر کے قابو پہ چڑھ گئے
ہر دم ترقیاں ہیں مرے اضطراب میں

بیشک نئے حسین کی بشارت ہے دوستو / ملتا ہے میرا خواب زلیخا کے خواب میں
جب اُسنے اپنے چاہنے والوں کو چن لیا / پہلے مرا ہی نام لکھا انتخاب میں
جلتا ہوں میں بھی اہل جہنم بھی ہاں مگر / وہ کم ہیں اور میں ہوں زیادہ عذاب میں
تمکو جوان ہوتے ہی کھینچے گا جذب عشق / سہنے نہ دیں گے چاہنے والے حجاب میں
گھبرا کے یہاں سے نکلے جو صبح شب وصال / ہر پھر کے آئے میرے ہی گھر اضطراب میں
ایمان و جان کے مالک و مختار ہو تو پھر / دل کس حساب میں ہے جگر کس حساب میں
اللہ رے چال باز تری چال بازیاں / جھوٹی تسلیاں دی مجھے اضطراب میں

پروین خلاف عادت معہودیہ غزل
لکھی گئی ہے ایک غزل کے جواب میں

کیوں پیئے کوئی شراب اچھا نہیں / اور پھر ہو آب آب اچھا نہیں
گالیاں دو بیحجاب اچھا نہیں / یہ تو انداز عتاب اچھا نہیں
اُن کا آنا بیحجاب اچھا نہیں / تیرے حق میں آفتاب اچھا نہیں
صاحبو شوقِ شراب اچھا نہیں / دین و دنیا ہوں خراب اچھا نہیں
عشق سے ہے خانہ خراب اچھا نہیں / مفت ضائع ہو شباب اچھا نہیں
غیر کو ترجیح مجھپر واہ واہ / آپ کا یہ انتخاب اچھا نہیں
منہ سے جو فرمائیے کیجے وہی / روز کا یہ انقلاب اچھا نہیں
وہ یہ کہتے ہیں کہ میرا حکم مان / آدمی حاضر جواب اچھا نہیں
تیرے ہوتے پھر چلے افلاک کی / دیکھ ایسا انقلاب اچھا نہیں
کیوں ستم کرتے ہیں اے دل کچھ نہ پوچھ / یہ سوال لاجواب اچھا نہیں

مجھ پہ ہی بوچھاڑ کیوں اوروں کے ساتھ
یاد رکھئے یہ گر اب اچھا نہیں

وہ دل ویراں کو یوں کہنے لگا
یہ تو بالکل ہے خراب اچھا نہیں

زلف دل دیتی ہوئے ورنہ نہ دے
روز کا یہ پیچ و تاب اچھا نہیں

عارض تاباں کا بہتر ہے عرق
جان من عطر گلاب اچھا نہیں

وہ یہ سمجھے گا کہ ہے دل میں جگہ
غیر پر اُن کا عتاب اچھا نہیں

میں ہی کیوں ہر جا نہ خدمت میں رہوں
غیر کیوں ہو ہمرکاب اچھا نہیں

پوچھتے ہیں وہ جو پرویں کا مزاج
اُن سے کہدینا جناب اچھا نہیں

۵۲ ایضاً

نئے غمزے نئے انداز نظر آتے ہیں
دن بدن حسن کے اعجاز نظر آتے ہیں

وہ شہید نگہ ناز نظر آتے ہیں
آجکل اور ہی انداز نظر آتے ہیں

سر جھکائے ہوئے چلتا ہوں ترے کوچہ میں
کیونکہ سرباز ہی سرباز نظر آتے ہیں

بہت اونچے نہ اُڑے ہیں نہ اُڑینگے گیسو
یہ کبوتر تو گرہ باز نظر آتے ہیں

جھوٹ خود بولنا اُلٹا مجھے جھوٹا کہنا
ہیچ ہی دمباز و نکو دمباز نظر آتے ہیں

بھیج تو دی ہی غزل دیکھیئے خوش ہوں کہ نہوں
کچھ کھٹکتے ہوئے الفاظ[1] نظر آتے ہیں

غمزہ و ناز و ادا مہر و وفا جور و جفا
سب کے سب خانہ برانداز نظر آتے ہیں

لطف آئے جو شب وصل موذن سو جائے
کیونکہ وہ گوش برآواز نظر آتے ہیں

عمر گزری ہمیں سرکار پہ مرتے مرتے
جان دیتے ہیں تو جانباز نظر آتے ہیں

بلبلوں سے نہیں گلزار زمانہ خالی
شکر ہے یاں بھی ہم آواز نظر آتے ہیں

بدگمانی بھی محبت کا نشاں ہے پرویں
غلطی ہو تو ہو ناراض[1] نظر آتے ہیں

[1] قافیہ کی غلطی کا اشارہ کردیا ہے - پروین مصنفہ ہذا

حلقے نظر آتے ہیں جو گیسوئے رسا میں — یہ بیڑیاں ڈالی گئی ہیں پائے بلا میں

بندہ یہ نظر کرکے پھنسا زلفِ رسا میں — لائی ہوس دانہ مجھے دام بلا میں

شاداں ہوں خیال رخ و گیسوئے دوتا میں — اب وصل کی تدبیر ہوئی صبح و مسا میں

گر دولتِ دیدار لٹے راہ خدا میں — داخل ہوں سلاطین بھی گروہ فقرا میں

کیا اور کوئی مقتل ہوا بزم جفا میں — ماتم سے بپا حشر ہے اربابِ وفا میں

اُسکے چمن حسن میں شاید نہیں گزری — گلدستۂ فردوس نہیں دستِ صبا میں

تو اپنی کریمی سے کبھی ڈال دے مولا — تاثیر کا ٹکڑا مرے دامانِ دعا میں

پوچھا نہ حسینوں نے تو زاہد نے یہ سوچا — پھر عمر بسر کیوں نہ کریں یادِ خدا میں

مقتل میں وہ ہیں زخمیوں کی سیر میں کیسوں
اٹھلاتے ہوئے پھرتے ہیں گلزار جفا میں

اب کوئی تیرا مثل نہیں ناز و ادا میں — انداز میں شوخی میں شرارت میں حیا میں

مغرور سے سرکش متواضع یہ ہوں قرباں — مٹی میں تو مٹی ہوں ہوا ہوں میں ہوا میں

کیا خوب وہ خود کرتے ہیں دل اپنی ستائش — آفت ہوں جلانے میں قیامت ہوں جفا میں

غیرت نہیں آتی تمہیں ہر بات میں ہیٹے — الفت میں محبت میں مروت میں وفا میں

جب ہو دم آخر تو بچا لینے کی طاقت — پھر خاکِ شفا میں نہ کہیں آب بقا میں

وہ چاہے تو سب کچھ ہے نہ چاہے تو نہیں کچھ — تعویذ میں گنڈے میں فتیلہ میں دعا میں

اک ذئی سا پردہ ہے اک ادنیٰ سا تفاوت — مخلوق میں معبود میں بندہ میں خدا میں

سرخی کے سبب خوب کھلا ہے گل لالہ — عارض میں لبوں میں کف دست و کف پا میں

عشاق کی خونریزی سے کیا فائدہ ظالم — مشغول ہو لاکھے میں تو مصروف حنا میں

عاشق تو ہمیشہ ہے محبت کی بدولت | الزام ہیں تقصیر میں عصیاں میں خطا میں

ہم بھی تھے کبھی خوبیِ تقدیر سے پرویں
عرفات میں مزدلفہ میں مکہ میں منا میں

اک سلطنت کی ایک خدا کی پناہ میں | یہ فرق ہے فقیر میں اور بادشاہ میں
کنجی قبول کی ہے کفِ دادخواہ میں | بھر دی ہے کوٹ کوٹ کے تاثیر آہ میں
پیکاں ترے مژہ کا لگے تیر آہ میں | تو عرش تک نہ ٹھیرے کوئی اُسکی راہ میں
شرمندگی شریک رہے ہر گناہ میں | مقبول ہے خدا کی بھی بارگاہ میں
یکساں ثواب میں ہے برابر گناہ میں | جو کچھ فقیر میں ہے وہی بادشاہ میں
جب دوستی ہو دوستی کا پاس چاہیئے | تعریف یہ ہے فرق نہ آئے نباہ میں
اس واسطے کیے تھے دکھانے کے واسطے | اعمال نیک بھی رہے فردِ گناہ میں
کیا ضد ہی عقل و عشق میں اللہ کی پناہ | جا لپٹا سرو سے میں ترے اشتباہ میں
کچھ مستی شباب ہے کچھ نشۂ شراب | آ لپٹے مجھ سے غیر کے وہ اشتباہ میں
اے چشمِ شوق تو نے کیا مبتلائے عشق | پکڑا گیا ہوں مفت پرائے گناہ میں
تم برقِ طور بنکے تجلی دکھاؤ گے | اس طرح آئے جیسے نہ آئے نگاہ میں

پرویں سیاہ بختیوں میں بھی میں شاد ہوں
زلفوں کا رنگ ہے مرے روزِ سیاہ میں

ہمتو بے مثل بتو نام خدا کہتے ہیں | ہاں مگر اہلِ شریعت تمہیں کیا کہتے ہیں
توبہ توبہ بت کافر کو خدا کہتے ہیں | وہ برا کرتے ہیں جو اسکو بھلا کہتے ہیں
صدمہ ہجر سے جانباز تو پہونچا در گور | آپ اسے غمزہ و انداز و ادا کہتے ہیں

تم سلامت رہو کہنے سے بگڑتے کیوں ہو
بد دعا کہتے ہیں یا اسکو دعا کہتے ہیں

اپنے بیگانہ سے بیوجہ بگڑتے کیوں ہو
تم بُرے ہو تو تمہیں لوگ بُرا کہتے ہیں

چرخ تک ہی دم اعجاز نما کی شہرت
کہ ملک آکے مسیحا کی دعا کہتے ہیں

خلق کہتی ہے جسے کوئے بتاں اے پروین
ہم اُسے کعبہ ارباب وفا کہتے ہیں

بہت سے زمیں میں دبائے گئے ہیں
بہت اُنکے عاشق جلائے گئے ہیں

ہمیشہ سے عاشق ستائے گئے ہیں
ہمیں کیا نئے یہاں جلائے گئے ہیں

اندھیرا نہ ہونے دیا وصل کی شب
وہ شمعوں پہ شمعیں جلائے گئے ہیں

نہیں بے سبب اُنکو مجھ سے رکاوٹ
بہت ہی سکھائے پڑھائے گئے ہیں

نہیں وصل کی اُن سے فرمائش آساں
بہت منہ بگاڑے بنائے گئے ہیں

اداؤں کے نازوں کے غمزوں کے مجھیر
بہت چور پہرے بٹھائے گئے ہیں

نگاہوں کی چھریاں اداؤں کے خنجر
بہت میرے دل پر لگائے گئے ہیں

لڑایا ہے شہ دیکے لوگوں نے ہم کو
بہت روز نقشے جمائے گئے ہیں

ہیں نالاں نہ تھا تیرے جور و جفا سے
زمانہ کے دل کیوں دکھائے گئے ہیں

دل و دیدہ دو گھر ہیں تشریف لائیں
سنوارے گئے ہیں سجائے گئے ہیں

یہ دنیا ہے اسمیں ہمیشہ سے انساں
بگاڑے گئے ہیں بنائے گئے ہیں

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ مٹی سے ہم تم بنائے گئے ہیں

زمیں سے ہی آئے زمیں ہی میں جانا
اسی سے بگاڑے بنائے گئے ہیں

ہمیں پر نہیں ظلم دنیا میں پروین
بہت لوگ یہاں آزمائے گئے ہیں

دو غزلہ کی حاجت نہ تھی بلکہ پروین
قوافی مگر بٹھائے گئے ہیں

بہت وہ سکھائے پڑھائے گئے ہیں — قیامت کے فتنے اُٹھائے گئے ہیں
شب وصل وہ خون رلائے گئے ہیں — کہ ہاتھوں میں مہندی لگائے گئے ہیں
ہمیں کیوں نہ جائیں سوئے بزم جاناں — جب اُس جا سب اپنے پرائے گئے ہیں
غم و رنج و خونِ جگر زخم دھو کا — کھلایا جو تم نے وہ کھائے گئے ہیں
اگر بزم جاناں میں پوچھا کسی نے — یہ کہدینگے ہم بھی بلائے گئے ہیں
بڑی مشکلوں سے صفائی ہوئی ہے — مہینوں کے بعد آپ بلائے گئے ہیں
فلک اسقدر عاشقوں کا ہے دشمن — نشانِ لحد تک مٹائے گئے ہیں
نہ ہو اُنکی خفگی سے مایوس اے دل — جو روٹھے ہیں اکثر منائے گئے ہیں
کہیں قبر میں چین سے سو نہ لے — قیامت سے پہلے جگائے گئے ہیں
بہت ہاتھ جوڑے ہیں پاؤں پڑے ہیں — بڑی منتوں سے منائے گئے ہیں

فلک خوش نہو مار کر ہم کو پروین
کہیں مٹنے والے مٹائے گئے ہیں

کبھی زیور اُتر ناہی کبھی بنتے سنورتے ہیں — کبھی آنے پہ راضی ہیں کبھی اغماض کرتے ہیں
مجھے گستاخ کرلینا بڑی عاشق نوازی ہے — مگر نازک مزاجی سے تری ہر وقت ڈرتے ہیں
ہماری دشت گردی کی انہیں تکلیف کیا ہونچے — جو گھر میں پاؤں پھیلائے ہوئے آرام کرتے ہیں
مرا شکوہ بھی بیجا اور مری فریاد بھی جھوٹی — نہ اُسپر غور کرتے ہیں نہ اُسپر کان دھرتے ہیں
چرا لیتا ہے کاجل آنکھ کا دزد حنا اُنکا — اُڑا لیتا ہی دل جب ہاتھ وہ سینہ پہ دھرتے ہیں

دلِ حسرت زدہ کو شمع بنکر پھونک دیتی ہی
وہ انگشت حنائی جب مرے سینہ پہ دھرتے ہیں

جو پہنچے خیریت سے وہاں تو یہ کہدیجیو قاصد
جو دلمیں ٹھان رکھی تھی وہ ہم اب کر گزرتے ہیں

شب وعدہ سحر کر دینگے وہ حیلوں بہانوں سے
کبھی کپڑے بدلتے ہیں کبھی بنتے سنورتے ہیں

سناؤں انکو چالاکی سے اک گردوں کی تعریفیں
جو پوچھیں اُسپہ مرتے ہو تو کہدوں تمپہ مرتے ہیں

غلامی عمر بھر کیجیے مگر جب مانگئے بوسہ
الجھتے ہیں جھگڑتے ہیں بگڑتے ہیں بپھرتے ہیں

خدا واقف ہے بالکل زندگی سے تنگ ہوں پر وہ
ابھی اک بات کہتے ہیں ابھی کہکر مکرتے ہیں

کئی بار ہم آزمائے ہوئے ہیں
مصیبت میں اپنے پرائے ہوئے ہیں

پسینے میں بالکل نہائے ہوئے ہیں
کہاں سے خدا جانے آئے ہوئے ہیں

وہ مجھ سے جو تیور چڑھائے ہوئے ہیں
پڑھائے ہوئے ہیں سکھائے ہوئے ہیں

اٹھاؤ نہ ترچھی نگاہوں کا خنجر
بہت دن سے ہم زخم کھائے ہوئے ہیں

کہیں مرگ عاشق کا جلسہ ہے شاید
کہ مہمان اپنے پرائے ہوئے ہیں

نہایت ہی تم اے بتو سنگدل ہو
کئی بار ہم چوٹ کھائے ہوئے ہیں

ہمیشہ یونہی مجھکو غش آئے یارب
کہ زانو کا تکیہ لگائے ہوئے ہیں

جو دربان نے روکا تو یوں ہمنے ڈانٹا
نہ روکو ہمیں ہم بلائے ہوئے ہیں

نہ یہاں خاک عاشق نہ یہاں خون بسمل
وہ کیوں اپنے دامن اٹھائے ہوئے ہیں

محبت گناہ کبیرہ نہیں ہے
یہ سب جھگڑے بیٹھے بٹھائے ہوئے ہیں

نہیں کام بننے کی امید اس سے
مقدر کو ہم آزمائے ہوئے ہیں

اگر دل نہیں ملتا خالق کی مرضی
وہ آنکھیں تو مجھ سے ملائے ہوئے ہیں

ہمیں دیکھکر بھونکتے ہیں جو دربان
یہ کتے تمہارے سدائے ہوئے ہیں

معزز زمانہ میں وہی ہیں پروین
جو خود اپنی عزت بچائے ہوئے ہیں

لینی دہوکے سے بلا میں مجھے منظور نہیں
اتنی جرأت نہیں ہمت نہیں مقدور نہیں

کون ہے وہ جو تری بزم میں مسرور نہیں
ہاں مگر میری مسرت تجھے منظور نہیں

سچ کہا ہے نشۂ عشق میں جو چور نہیں
آدمیت میں ترقی اُسے منظور نہیں

بے نقاب آنے میں مختار ہو مجبور نہیں
ہم تو موسیٰ نہیں تم نور مکاں طور نہیں

جان سے مال سے حاضر ہوں اگر راضی ہو
سلطنت بخشدوں اتنا مجھے مقدور نہیں

شرکتِ جلسہ کو دل میرا تڑپتا ہے مگر
بن بلائے میں چلا جاؤں یہ دستور نہیں

تم بلاتے ہو مگر غیر مجھے روکتے ہیں
تم کو منظور ہے تقدیر کو منظور نہیں

بارہا عشق مجازی تو کیا اے واعظ
اب کے ہو عشق حقیقی مجھے کچھ دور نہیں

حیف کچھ ساقی نے پلانے سے کیا تھا انکار
اب کے لازم ہے تجھے لے دل مجبور نہیں

نکیا پاس وفا تمنے تو اب موت ہے پاس
تمسے دوری ہی جیئے تو اجل دور نہیں

آدمی شرع پہ ہر حال میں چل سکتا ہے
حیلے ہی حیلے ہیں پروین کوئی معذور نہیں

زمیں جو خون بہانے سے لال کرتے ہیں
حرام چیز کو واعظ حلال کرتے ہیں

ہم آنے راہ میں جب عرض حال کرتے ہیں
سوال وصل کریگا خیال کرتے ہیں

جو چہرہ کو مہ کامل خیال کرتے ہیں
اب اور کیا کہوں پروین کمال کرتے ہیں

جو وار اوچھا ہے الزام دیجئے بازو کو
حضور تیغ سے یہ کیا سوال کرتے ہیں

نشان رہنے سے بدنامیوں کا خوف ہی کیا
جو میری قبر کی وہ دیکھ بھال کرتے ہیں

مرے جنازہ کی مٹی خراب ہوتی ہے
نہ دفن کرتے نہ وہ پائمال کرتے ہیں

میں اور اُنکے بھلا عذر لنگ کو مانوں
جو چال چل نہیں سکتے وہ چال کرتے ہیں

بتوں کے قبضہ میں ہے انتہا ہی دولت حسن
پھر اُس پہ دل کا یہ سب سے سوال کرتے ہیں

رکھیں نہ شیخ بط بادہ کے گلے پہ چھری
حرام کرکے اُسی کو حلال کرتے ہیں

خدا کی راہ دو خلوت میں بوسہ اے شہ حسن
فقیر گوشہ نشیں ہیں سوال کرتے ہیں

غلط ہے روح پہ طاری ہو موت اے پروین
فقط یہاں سے وہاں انتقال کرتے ہیں

جو منبروں پہ تبرائے عام کرتے ہیں
ہم اُنکو دور سے جھک کر سلام کرتے ہیں

مرے جنازہ پہ کیوں اژدہام کرتے ہیں
مرے ہوئے کا وہ بدنام نام کرتے ہیں

فضولیوں میں جو دولت تمام کرتے ہیں
ضرورتوں کے لئے قرض وام کرتے ہیں

اجل تو لینے کو آتی ہے ہجر میں ہر روز
تمہارے وعدے مگر روک تھام کرتے ہیں

ہم اور شیخ جھگڑتے ہیں دختر رز پر
حلال کرتے ہیں ہم وہ حرام کرتے ہیں

ہمارے طائر دل کو تو چھوڑ دے صیاد
ادا ابھی ترے دانہ کے دام کرتے ہیں

خیالی باتوں سے عالم میں کچھ نہیں ہوتا
جو کام کرتے ہیں دنیا میں نام کرتے ہیں

خدا کا شکر کہ ہوتی ہے آج رنجش دور
مری مصیبتوں کا اختتام کرتے ہیں

بگاڑ کیا ہے کسی کا جلا کریں حاسد
وہ نام پاتے ہیں پروین جو نام کرتے ہیں

دستگیر بیکساں اُسکے سوا کوئی نہیں
سچ ہے جیسا وہ ہے ویسا دوسرا کوئی نہیں

سب ہیں طالب اُسکے مطلوبِ خدا کوئی نہیں
جز ابوالقاسم محمدؐ مصطفےٰ کوئی نہیں

دم کے لینے کے ہیں درپے اور نہیں کچھ دل کی قدر
سارے دل آزار ہیں یہ دلربا کوئی نہیں

جن سے دل روشن ہی میرا آسمان حسن پر
اُن میں سب کچھ رشید رو ہیں مہ لقا کوئی نہیں

پنجۂ مژگاں میں خنجر ہی تو دنیا میں ہے دہک
تیرے قبضہ میں تو شمشیر القضا کوئی نہیں

واہ تیرے معتقد ہیں کیسے پختہ اعتقاد
تجھپر ایماں لاکے پھر تجھ سے پھرا کوئی نہیں

وصل کے طالب ہیں فرقت کی نہیں کچھ اُنکو قدر
سب ہیں لذت آشنا درد آشنا کوئی نہیں

لکھتے لکھتے تھک گیا میں جاتے جاتے نامہ بر
جب کہا آیا تھا کوئی تو کہا کوئی نہیں

پہلے جو موجود تھا اُسکی بہ نسبت دہر میں
اب زیادہ ہے مگر خوفِ خدا کوئی نہیں

جب سے عقل و شرع کی تقلید ہمنے چھوڑ دی
مشکلیں صد ہا مگر مشکل کشا کوئی نہیں

آدمی کے جانچنے کا یہ بڑا معیار ہے
جو برا سب کچھ کہے اُس سے برا کوئی نہیں

سارے جھگڑے اسلئے ہیں حق طلب کرتے ہیں سب
اور اپنا فرض اب کرتا ادا کوئی نہیں

جسکا میں بیمار ہوں وہ ہی کریگا کچھ علاج
ان طبیبوں میں مرے غم کی دوا کوئی نہیں

کھانے پینے چین کرنے پر ہے دنیا شیفتہ
اُنکے نزدیک اس سے بہتر مدعا کوئی نہیں

خضر کی صورت ہیں پر دیں خضر کی پوشاک میں
راہزن ہے راہزن ہیں رہنما کوئی نہیں

آج ظاہر اسے اے رشک قمر کرتے ہیں
تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتے ہیں

جیسے ناقدر ہیں ابنائے زمانہ معلوم
زندگی کاٹتے ہیں انہیں بسر کرتے ہیں

بزم احباب میں پھر مجھکو بلایا کیوں تھا
آپ جب کرتے ہیں غیروں پہ نظر کرتے ہیں

آپ چاہیں تو شب ہجر نہ آنے پائے
مفت کیوں کالی بلا کو مرے سر کرتے ہیں

پہلے جاکر عدم آباد سے لائیں مضمون
شعرا اُسکا اگر وصف کمر کرتے ہیں

سب سے پیش آتے ہیں جو لوگ بخاطر داری
آپ وہ خاطر مخلوق میں گھر کرتے ہیں

اُن کا درباں تو پھٹکنے نہیں دیتا مجکو
نالہ و شور و فغاں جاکے خبر کرتے ہیں

وصل میں جور و جفا بھول گئے تنا درہو
پچھلی باتوں سے ہم اب قطع نظر کرتے ہیں

رات دن شام و سحر اُنکے سوا ہے پروین
جستجو کس کی کہو شمس و قمر کرتے ہیں

یہ فیض محبت سے ہی تاثیر دعا میں
معقول کمی ہے ستم و جور و جفا میں

دم لینے ہی پاتا نہیں دنیا کی ہوا میں
پھنس جاتا ہی سو طرح سے انسان بلا میں

ماتم میں کبھی محو کبھی آہ و بکا میں
گزری ہی مری عمر اسی آب و ہوا میں

ہی زندگی و موت مری دست حنا میں
سو جائیں نہ مہندی وہ لگا کر کف پا میں

آپ آبھی گئے اور مرے عشق سے انکار
دل میں نہو الفت تو اثر ہو نہ دعا میں

رائج ہوئی جس روز سے انگریزی کی تعلیم
یو بھی نہیں اخلاص کی دنیا کی ہوا میں

غیروں کی ترے قلب سے کیوں اُڑ گئی الفت
تاثیر کے پر لگ گئے کیا میری دعا میں

مسجد میں ہیں زہاد تو مندر میں برہمن
گرجا میں ہیں قسیس تری حمد و ثنا میں

گاہک ہیں مری جاں کے دوا یجہ و مژگاں
دل اور بلا میں ہے جگر اور بلا میں

بگڑی ہوئی تقدیر کی ہے شعبدہ بازی
تاثیر دوا میں ہے نہ تاثیر دعا میں

کم عمر کو شوخی و شرارت نہیں آئی
یا سر سے قدم تک ہے وہ کچھ شرم و حیا میں

گلگشت کو گلزار میں آئے ہیں وہ شاید
مستی سے ہی لغزش قدم باد صبا میں

جب وعدہ کیا قتل کا جھوٹا نہیں ہوتا
ہی طرز وفا بھی ترے انداز جفا میں

دل میں جو ترے نشترِ مژگاں کی جگہ ہے　　کانٹا کبھی کھٹکا نہ ہمارے کفِ پا میں

محمود و ایاز ایک ہی حالت میں ہیں پروینؔ
کچھ فرق زمیں نے نہ رکھا شاہ و گدا میں

سر جھکائے ہوئے ہے مجلس میں
شرم کتنی ہے چشمِ نرگس میں

سر جھکائے وہ آئے مجلس میں
رکھدے شرم و حیا خدا جس میں

کوئی جاں باز کوئی خود مطلب
میرے یہاں عاشقوں کی ہیں قسمیں

بے جگر ہے مرا یہ قلبِ حزیں
اب سمجھ لو رہو گے تم کس میں

لڑ گئی شاید اس پری سے آنکھ
ہے ندامت سی چشمِ نرگس میں

تلخ گوئی بھی مسکراہٹ سے
شہد اس نے ملا دیا بس میں

مختلف رنگتوں کے ہیں معشوق
سیکڑوں ہیں گلاب کی قسمیں

آنکھ لیتی ہے دل کہ زلفِ رسا
دیکھیں زیادہ کشش ہے یہ کس میں

ہائے بیماریوں سے اے پروینؔ
زور باقی نہیں کسی حس میں

یہ ہی دل ہے جگر رہیں جس میں
اس میں آرام کیجے یا اس میں

خود جفا و وفا پہ غور کرو
اس میں کچھ فائدہ ہے یا اس میں

زلف و رخسار میں ہی سرگرداں
شام اسمیں ہے اور سحر اس میں

تیری آنکھوں سے اسکو کیا نسبت
کم ہی سرمہ ہے چشمِ نرگس میں

آپ ڈھونڈیں نہ غیر میں اخلاص
سیم کی خاصیت نہیں مس میں

لائے اس بت کو میرے گھر شبِ وصل
اتنی قوت بجز خدا کس میں

کون دنیا سے اُٹھ گیا پروین
کیسا ماتم بپا ہے مجلس میں

میری عزت بڑھ گئی اک پان میں — فرق کیا آیا تمہاری شان میں
اُن کو دیکھا تو کہا یوں کان میں — کیوں خلل ڈالا مرے ایمان میں
عاشقی ہے بحر ناپیدا کنار — کشتی دل آگئی طوفان میں
ہے یہی پہچان بالی عمر کی — بالیاں وہ دو فقط ہیں کان میں
تیرے صدقے کے لئے حاضر ہیں سب — در سمندر میں جواہر کان میں
دیکے دل اُس بت کو اپنا کر لیا — اس تجارت میں نہیں نقصان میں
کیا مرے گلگوں سے رونق گھٹ گئی — رنگ بلکہ آگیا ایمان میں
اُس بت کافر کو سجدہ کر لیا — اس سے کیا آیا خلل ایمان میں
تم پری کا فخر ہو حوروں کا نار — کاش ہوتے فرقہ انسان میں
اُسکے رخساروں پہ ہے خط کی نمود — حاشیہ یہ ہے نیا قرآن میں
گیسوئے پیچاں ترے رخسار پر — سورۂ واللیل ہے قرآن میں
عارض تاباں پہ ہے خط کی نمود — حبشیوں کی فوج یا ایران میں
کہہ و بیش آیا کرے اچھی طرح — چل نکالے مجھ میں اور دربان میں
وہ کریں ظلم اور تم لب پر نہ لاؤ — ورنہ گستاخی ہے اُنکی شان میں
سنتے سنتے واعظوں سے ہجو مے — ضعف سا کچھ آگیا ایمان میں
یوں کہونگا دوں کہونگا تھا خیال — روبرو کچھ بھی نہ آیا دھیان میں

اُس کی قدرت سے نہیں پرویں بعید
رائی کو پربت بنا دے آن میں

بازی یہ دل لگا ہی کوئی دل لگی نہیں
یہ بھی ہے کوئی بات کبھی ہاں کبھی نہیں

جس نے کچھ احتیاط جوانی میں کی نہیں
عقلِ سلیم کہتی ہے وہ آدمی نہیں

دل مانگو تو جواب ہی اُن کا ابھی نہیں
گویا ابھی نہیں کا ہے مطلب کبھی نہیں

واعظ کو لعن طعن کی فرصت ہے کس طرح
پوری ابھی خدا کی طرف لو لگی نہیں

عاشق پہ اُنکا ایک ذرا سا ہے التفات
اور وہ بھی اس طرح کہ کبھی ہے کبھی نہیں

جیسا کہ آپ چاہتے ہیں شخص پاک و صاف
ایسا تو شہر بھر میں کوئی متقی نہیں

تنہا جیئے تو خاک جیئے لطف کیا لیا
اے خضر یہ تو زندگی میں زندگی نہیں

ہم سب ہیں راہگیر تصادم کا کیا سبب
دنیا ہے شاہراہ کچھ ایسی گلی نہیں

دل میں نشاط آئے تو چہرہ ہو تابناک
جبتک جناب چاند نہیں چاندنی نہیں

پرویں جلاؤ شمع عمل گور کے لئے
سورج کا نور چاند کے وہاں چاندنی نہیں

وحشت آباد تجھے کیوں دلِ مضطر نہ کہوں
ایسے اُجڑے ہوئے گھر کو میں کبھی گھر نہ کہوں

آنکھیں پھوٹیں مری جو صبح مہِ انور نہ کہوں
بہتر اُس رخ سے کہاں تجھکو برابر نہ کہوں

کر لیا تم نے نگاہوں سے زمانہ کا شکار
سب تجھے کہتے ہیں صیاد میں کیونکر نہ کہوں

وہ ستم کرتے ہیں اور اُسپہ ستم یہ ہے اوس
کبھی بھولے سے بھی میں اُسکو ستمگر نہ کہوں

اُس نے دل لینے سے پہلے یہ قسم لی ہے
بھولکر بھی میں کبھی اُس کو ستمگر نہ کہوں

جبتک افسردہ دلی دور نہ کر دو میری
ابنِ مریم کے کبھی تم کو برابر نہ کہوں

پھر ہے وہ کونسی صورت جو سناؤں قصہ
تم سے ہنسکر نہ کہوں حال ہیں وگر نکہوں

تم دغاباز ہو سفاک ہو خود مطلب ہو
جانمن یہ تو کہے جاؤنگا کیونکر نکہوں

اے تو سنگدلی کی کوئی حد بھی ہوگی
اور پھر یہ کہ جواہر کہوں پتھر نہ کہوں

شرم آتی ہے سب الزام لگاؤں اسکو
مجھپہ جو گزری ہی کیوں اسکو برابر نکہوں

چاہیے وقت سمجھے دیکھ لے فرصت اپنی
میں بھی کچھ ڈالوں کہ لے داور محشر نکہوں

کھو کے ان سب کو لیا ہے مرے دل نے تمکو
کیوں تمہیں جان سے ایمان سے بہتر نہ کہوں

ہیچ ہے بحر رواں اشک رواں کے آگے
کیا میں اندھا ہوں سمندر کو سمندر نہ کہوں

خود تو سنتے نہیں پروین کا غم دل اسیر
حکم یہ ہے کہ پھر اوروں سے بھی جلکر نہ کہوں

وقت پر آتے ہیں نہ جاتے ہیں
روز اقرار بھول جاتے ہیں

وہ جو پوچھو مسکراتے ہیں
سینکڑوں وہم دل میں آتے ہیں

اشک حسرت نکل کے دامن میں
جان سے ہاتھ دھو کے آتے ہیں

جب تم آتے نہیں ہو وعدہ پر
ملک الموت کو بلاتے ہیں

سوگیا بخت جب سے رو رو کر
سارے ہمسایوں کو جگاتے ہیں

انکو شرم و حیا نہیں آتی
دل چرا کر نظر چراتے ہیں

بے خطا ہے وہ آسماں مجرم
اسکو الزام کیوں لگاتے ہیں

جانکر بن گئے ہیں ہم بھولے
چٹکیوں میں کسے اڑاتے ہیں

تیرے کوچہ میں ہم بھی اب تھک کر
دل کے مانند بیٹھے جاتے ہیں

غیر کیا اور اس کی ہستی کیا
آپ کیوں مفت خوف کھاتے ہیں

کوئی تازہ ستم کیا ایجاد — دیکھ کر وہ جو مسکراتے ہیں
آگ پانی میں کیوں لگاتے ہو — نیک جو لوگ ہیں بجھاتے ہیں
تم مرے دل میں ہو تو دیکھو نہیں — حور و غلماں کہیں سماتے ہیں
میں نے پوچھی جو وجہ قتل کہا — ٹھیرو دم لیکے ہم بتاتے ہیں
عشق تیرے طفیل دنیا کے — طنزیں سنتے ہیں طعنے کھاتے ہیں

بے سبب کیا بگڑنے کا باعث
آپ پروین کو کبھی بناتے ہیں

دل پکارا کفن سے کوئے یار میں — روک رکھا ہے مجھے گلزار میں
فرق کیا مقتل میں اور گلزار میں — ڈھال میں ہیں پھول پھل تلوار میں
لطف دنیا میں نہیں تکرار میں — لیکن اُن کے بوسۂ رخسار میں
تھا جو شب کو سایۂ رخسار میں — تازگی کتنی ہے باسی ہار میں
فرط مایوسی نے مردہ حسرتیں — دفن کردی ہیں دل بیمار میں
شاد ہو جاتی ہو دنیا اے روپے — کیا کرامت ہے تری جھنکار میں
آتشِ الفت کی بھڑکن بڑھ گئی — گر پڑا دل شعلۂ رخسار میں
آہ کے قبضہ میں ہے تاثیر یا — تیغ ہے دست علم بردار میں
نشتر مژگاں کی تیزی کے سبب — ایک کانٹا ہے دل پرخار میں
آب پیکاں پاس ہے لیکن نصیب — پھر بھی خشکی ہے لبِ سوفار میں

خیر ہو پروین دل مضطر مرا
لے چلا پھر کوچۂ دلدار میں

میں چپ ہوں تو گویا رنج و غم نہاں ہوں
بولوں تو سر سے پا تک حسرت کی داستاں ہوں

مسرور ہو تو مجھ سے میں تجھ سے شادماں ہوں
تو میرا میہماں ہو میں تیرا میزباں ہوں

کہتی ہے انکی مستی ہوش آئے تو میں پوچھوں
اے بیخودی بتا دے اس وقت میں کہاں ہوں

ارشاد پر نظر ہے خاموش ہوں کہ گویا
چاہو تو بے زباں ہوں چاہو تو بازباں ہوں

جاں گھل چکی ہے غم میں اک تن ہے وہ بھی مہمل
معنی نہیں ہیں بالکل مجھ میں اگر بیاں ہوں

میں ہوں جنوں کے ہاتھوں مخلوق کا تماشہ
نامہرباں ہوں خود پر دنیا پہ مہرباں ہوں

اللہ رے اسکی چوکھٹ ہے بوسہ گاہ عالم
کہتا ہے سنگ اسود میں سنگ آستاں ہوں

کہتا ہے میرا نالہ لب تک میں آتے آتے
سو جاتا ہوں رہ میں اس درجہ ناتواں ہوں

نفرت ہو جسکو مجھ سے ملنے کا اس سے حاصل
نظروں میں کیوں سبک ہوں خاطر پہ کیوں گراں ہوں

مدت میں تم ملے ہو کیوں ذکر غیر آئے
میں اپنے سایہ سے بھی خلوت میں بدگماں ہوں

چپ رہ گیا پیامی لیکن یہ خیر گزری
خط نے کہا کہ سنئے پروین کی میں زباں ہوں

تجلی نور کی دیکھی صنم کے روئے تاباں میں
ہے عکس حسن سے پانی بھرا سیب زنخداں میں

نظر اک نور آیا مصحف رخسار جاناں میں
ثواب عین ہے آنکھیں لگا لینے دو قرآں میں

لے آئی غنچہ لب کی یاد جب ہمکو گلستاں میں
پڑی زنجیر بن کر بوئے گل طوق گریباں میں

ہوا کے ساتھ زور ناتوانی سے اڑا لاشہ
بندھی ہے ضد مرے تابوت و تخت سلیماں میں

کھڑے ہو جائینگے پلہ پہ پروین احمد مرسل
مرے اعمال تولے جائینگے جسوقت میزاں میں

کھلایا پرتو رخسار نے کیا گل سمندر میں
حباب آکر بنے ہر سمت سے بلبل سمندر میں

ہمارے آہ و نالہ سے زمانہ ہے تہ و بالا
کبھی ہے شور صحرا میں کبھی ہے غل سمندر میں

کسی دن مجکو لے ڈوبیگا ہجر یار کا صدمہ
چراغ ہستی موہوم ہوگا گل سمندر میں

نہ چھیڑو مجکو میں غواص ہوں دریائے معنی کا
نہ ڈھونڈو مجکو مستغرق ہوں میں بالکل سمندر میں

تمہیں دریائے خوبی کہدیا غرق ندامت ہوں
کہاں یہ ناز و غمزہ عارض و کاکل سمندر میں

پڑا تھا عکس روئے نازنیں عرصہ ہوا اسکو
پرا ابتک تیرتا پھرتا ہے شکل گل سمندر میں

اٹھی موج صبا جنباں ہے شاخ آشیاں ہم
چلی جاتی ہے گویا کشتی بلبل سمندر میں

وہ پائیں باغ میں چھپتے ہیں میں نکلوں نہیں ڈوبا ہو
تماشا ہے کہ گل گلشن میں ہے بلبل سمندر میں

ابھی تو سیر کو جانا لب دریا وہ سیکھے ہیں
ابھی تو دیکھئے کھلتے ہیں کیا کیا گل سمندر میں

خیال یار کیونکر آگیا طوفان گریہ میں
خدا معلوم کس شے کا بنایا پل سمندر میں

کبھی گریہ کا طوفاں ہے کبھی حیرت کا سناٹا
کبھی بالکل ہوں صحرا میں کبھی بالکل سمندر میں

وہ ظالم عاشق آزاری کی پروین مشق کرتا ہے
دکھا کر بلبلوں کو ڈالتا ہے گل سمندر میں

رلایا ہے مجھے تو نے سپہر سفلہ خو برسوں
کیا ہے مجمع احباب میں بے آبرو برسوں

رہی ہے لاگ حسن و عشق میں اے خوبرو برسوں
جھکا ہوں تجھسے میں برسوں کھنچا ہے مجھسے تو برسوں

ترے جانباز نے ہر سمت کی ہے جستجو برسوں
رہا ہے دربدر برسوں پھرا ہے کوبکو برسوں

جہاں نام آگیا اس شوخ کا بہنے لگے آنسو
رکھا ہے چشم گوہر بار نے بے آبرو برسوں

کسی کے سنگ در سے ایک مدت سر نہیں اٹھا
محبت میں ادا کی ہیں نمازیں بے وضو برسوں

نہ بولے وہ تو کیا شکوہ دہن تھا بے نشاں انکا
مگر مینے زبانی کیوں مجال گفتگو برسوں

جو دھبے لگ گئے وہ لگ گئے ابتک نہیں چھوٹے
کیا ہے جامہ ہستی کو گرچہ شستشو برسوں

ہوئے ہیں تو ہر گھر میں چرچے میرے رونیکے
رہا ہوں فرقت معشوق میں بے آبرو برسوں

وہ دل میں جلوہ فرما تھا مگر تقدیر کی گردش
تلاش یار میں پھرتا رہا میں کو بکو برسوں

ملایا تو ہی تو نے خاک میں پروین سے مخلص کو
مگر روئیگا سر پر ہاتھ رکھکر اسکو تو برسوں

اے گلو تم سے مجھے شکوہ گلا کچھ بھی نہیں
جانتا ہوں تم میں خوشبوئے وفا کچھ بھی نہیں

وائے قسمت پھر اسکی منتیں کرنی پڑیں
جب مسیحا نے کہا اسکی دوا کچھ بھی نہیں

ایسے ویسے گورے کالے پر نہیں کچھ منحصر
دل کا آنا شرط ہی اچھا برا کچھ بھی نہیں

بات جب بنتی ہی الفت میں کہ قسمت ہو رسا
ورنہ آہیں نارسا ہوں یا رسا کچھ بھی نہیں

کس بنا پر ہی مریجاں بے سبب کی چھیڑ چھاڑ
مفت ہوتے ہو خفا میں نے کہا کچھ بھی نہیں

غیر کو منہ پھیر کر میں کہہ رہا تھا کچھ برا
اس نے پوچھا تو پلٹ کر کہدیا کچھ بھی نہیں

وصل ہی کے ساتھ تھے وہ چہچہے وہ قہقہے
ابتو فرقت میں بجز آہ و بکا کچھ بھی نہیں

تمکو گر حسرت بھری آنکھونسے دیکھا کیا ہوا
کیوں خفا ہونے لگے میں مانگتا کچھ بھی نہیں

میری ضد سے یار کو بدنام کرتے ہیں رقیب
ہی فقط شہرت ہی شہرت واسطہ کچھ بھی نہیں

عاشقوں کو نامرادی اور معشوقوں کو عید
آپکا سب کچھ ہی دنیا میں مرا کچھ بھی نہیں

پاس ہے ملک عدم پروین ذرا ہمت نہ ہار
ایک دم کی راہ ہے اس سے سوا کچھ بھی نہیں

میں ہی اک تنہا نہیں مجنوں تمہارے عشق میں
اک زمانہ کا ہی دل پرخوں تمہارے عشق میں

حسن کہتا ہی تمہارا ایک دن ہو جائے گی
لیلی پردہ نشیں مجنوں تمہارے عشق میں

آتے آتے آئیگا مہندی لگانے کا شعور
روئیگا سارا زمانہ خون تمہارے عشق میں

تم اگر ہو بحر خوبی قلب ہے دریائے شوق
بن گئے ہیں سیکڑوں جیحوں تمہارے عشق میں

نامہ اعمال بنجائے مرا بے اختلاف
داستانِ قیس گر لکھوں تمہارے عشق میں

جو تمناؤں کا چشمہ تھا وہی باقی نہیں
بہہ گیا گھل کر دل پرخوں تمہارے عشق میں

آنکھ خاطی قلب مجرم عقل اندھی لب بتاؤ
بد دعا انہیں سے کسکو دوں تمہارے عشق میں

رات دن رہتا ہے سرگرداں نہیں دلکو قرار
گردشیں ہیں صورت گردوں تمہارے عشق میں

کون لیلا کیسی لیلا کیا ہے لیلا اب تو ہیں
ہم تمہاری چاہ میں مجنوں تمہارے عشق میں

دونوں یکساں ہیں پریشاں دونوں یکساں بیقرار
دل کے پنجہ میں دل محزوں تمہارے عشق میں

اُسنے پرویں سے کہا کیا ہے ارادہ تو کہا
اپنی ہستی کو فدا کر دوں تمہارے عشق میں

وصل میں بھولے سے بھی جب چار آنکھیں ہوگئیں
جھک گئیں شرما گئیں بیمار آنکھیں ہوگئیں

یا ہے بیمارانِ الفت کی محبت کا اثر
یا ہمارے صبر سے بیمار آنکھیں ہوگئیں

ہمنے ملنے کی قسم کھائی تھی اُس بت سے مگر
پھر مروت آگئی جب چار آنکھیں ہوگئیں

دولتِ دیدار سے محروم کرکے خاک آئے
روتے روتے ہجر میں بیمار آنکھیں ہوگئیں

اُسکے ابرو کا اشارا اک قیامت ہو گیا
لیکے خنجر قتل پر تیار آنکھیں ہوگئیں

دل چرایا ہے انہیں نے کل ہمارا یا نہیں
کس طرح پھر آج ساہوکار آنکھیں ہوگئیں

دیکھکر اُنکے کرینگے ہم بھی معشوق انتخاب
اب ہماری بھی بہت ہوشیار آنکھیں ہوگئیں

بے تکلف دیکھتے ہو چار جانب کس لئے
کیا جواں ہوتے ہی خودمختار آنکھیں ہوگئیں

گوہر مقصد نظر آیا نہ پرویں عمر بھر
ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے بیکار آنکھیں ہوگئیں

کبھی بھولے سے نہ آنا غم دوراں دل میں
بلکہ جاناں رہے یا حسرت جاناں دل میں

ہنستے کیا ہو کبھی دیکھو تو گلستاں کی بہار
زخم خنداں سے ہیں صد ہا گل خنداں دل میں

عاشقوں سے کوئی پوچھے خلش دل کا مزا
نوک مژگاں پہ رہی یار کی مژگاں دل میں

کر گیا کون گلستانِ مسرت تاراج
چار جانب ہے بیاباں ہی بیاباں دل میں

پھر نکلنے دیں یہاں سے تو ہمارا ذمہ
ایک لمحہ تو وہ آئیں کسی عنواں دل میں

قدر اس روز کرینگے وہ وفاداری کی
بیوفائی سے ہوئے جبکہ پشیماں دل میں

ستم و جور پہ ممکن نہیں افسوس نہ آئے
جلد یا دیر سمجھ لیتا ہے انساں دل میں

غیر کے واسطے دنیا میں نچھوڑا کچھ بھی
لے چلے رنج و غم و حسرت و ارماں دل میں

ایسے مجمع میں بلانا انہیں منظور نہیں
کہ ہزاروں ہیں غم و حسرت و ارماں دل میں

حسرت و رنج و غم و درد و تاسف پروین
وہ نہیں ہیں تو بھرے رہتے ہیں مہماں دل میں

بہت دن درس الفت میں کٹے ہیں
محبت کے سبق برسوں رٹے ہیں

جنوں میں ہو گیا ہے اب یہ درجہ
کہ ہے حالت ردی کپڑے پھٹے ہیں

حرم سے واپسی پر میری دعوت
ہوئی میخانہ میں میکش ڈٹے ہیں

بہت پیر مغاں ذی حوصلہ ہے
شراب ناب کے ساغر لٹے ہیں

ریاض و زہد کے جتنے تھے دھبے
وہ سارے نقش باطل اب مٹے ہیں

تبرک تھے مری توبہ کے ٹکڑے
بجائے نقل محفل میں بٹے ہیں

الم کے درد کے حسرت کے غم کے
مزے جتنے ہیں سارے چٹپٹے ہیں

نہیں بیوجہ واعظ رونی صورت
یہ حضرت آج رندوں سے پٹے ہیں

ہوئے جاروب کش اُس در کے پرویں
کہ ساری گرد مٹی میں اٹے ہیں

مصروف ہو تو اشہد ان لا الہ میں
آ ما سوا سے اپنے خدا کی پناہ میں

روشن ہی شمع کوچۂ زلف سیاہ میں
غافل ہی وہ اُلجھ کے جو رہ جائے راہ میں

دیکھا ہی بے حجاب اُسی جلوہ گاہ میں
اندھا ہوں اب جو پھر سمائے نگاہ میں

اُس روئے تابدار کی ہی بات ہی کچھ اور
گو وہ ہی نور مہر میں ہی وہ ہی ماہ میں

اب بھی نظر نہ آئے تو آنکھوں کا نقص ہے
جب شمع شمع طور سی ہو جلوہ گاہ میں

اچھا ہے مرمٹوں تری پابوس کے لئے
ملجاؤں بنکے خاک تیری گرد راہ میں

واقف ہوں خوب گردش لیل و نہار سے
دنیا کا سب سفید و سیاہ ہے نگاہ میں

غافل سرائے دہر میں جاگ اور زر لٹا
سونا بہت مضر ہے مسافر کو راہ میں

گر ہے عزیز دولت ایمان سنبھل کے چل
خطرہ ہی رہزنی کا مسافر کو راہ میں

وہ زلف و رخ چھپائیں کہ رخ سے نقاب اٹھائیں
کیا دخل ہے کسی کی سفید و سیاہ میں

نغمہ وہی الاپیں ہیں شیخ و برہمن
لیکن یہ اپنی راہ میں وہ اپنی راہ میں

یہاں بھی اُسی کا نور وہاں بھی اُسیکا نور
اک شمع ہی کنشت میں اور خانقاہ میں

رخسار یار کا ہے مجھے تیس دن خیال
کیا حال ہو گیا ہے مرا ایک ماہ میں

پرویں عدم کو جاتے ہیں ہم سب سے مل چلے
بالکل ہٹو بچو نہیں اس شاہ راہ میں

اب کوئی ترا مثل نہیں ناز و ادا میں
انداز میں شوخی میں شرارت میں حیا میں

کیا خوب وہ خود کرتے ہیں یوں اپنی ستائش
آفت ہوں نہیں شوخی میں قیامت ہوں حیا میں

غیرت نہیں آتی تمہیں ہر بات میں ہٹ کی
الفت میں محبت میں مروت میں وفا میں

جب ہو دم آخر تو بچا لینے کی طاقت
ہے خاک شفا میں نہ کہیں آب بقا میں

وہ چاہی تو سب کچھ ہی نہ چاہے تو نہیں کچھ
تعویذ میں گنڈے میں فتیلہ میں دعا میں

اک دنی سا پردہ ہی اک ادنی سا تفاوت
مخلوق میں معبود میں بندہ میں خدا میں

سرخی کے سبب خوب کھلا ہی گل لالہ
عارض میں لبوں میں کف دست وکف پا میں

عشاق کی خونریزی سے کیا فائدہ ظالم
مشغول ہو لاکھے میں تو مصروف حنا میں

عاشق تو ہمیشہ ہے محبت کی بدولت
الزام میں تقصیر میں عصیاں میں خطا میں

تھے ہم بھی کبھی خوبی تقدیر سے پروین
عرفات میں مزدلفہ میں مکہ میں منا میں

و

محفل وعظ میں مجکو بھی ذرا جانے دو
خوب گذریگی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

مر گیا میرا دل زار تو مر جانے دو
اب جو ہونا تھا ہوا پہر خدا جانے دو

چشم گریاں کے مرے پاس ہیں پیمانے دو
شربت دید میں چلتا ہیوں پیمانے دو

اس سے کیا لیجئے ہو میرے لیے جانے دو
وہ تو فرماتے ہیں مرتا ہے تو مر جانے دو

عشق بھی شاکی ہی اور حسن بھی فریادی ہے
لکھے جائینگے مرے قتل پہ پروانے دو

ٹوٹ جائے نہ کہیں رشتۂ الفت دیکھو
گتھیاں پڑ گئیں لے دوستو سلجھانے دو

شمس دن کو ہے قمر رات کو محو دیدار
کیا گرے پڑتے ہیں اک شمع پہ پروانے دو

سوتے وقت آج تو جانا نہ کہیں جاگی قسمت
اسنے دربان کو ڈانٹا کہ انہیں جانے دو

تم سلامت رہو زلفو نہ کرو کچھ پروا
گھر گیا ہو نہیں بلاؤ نہیں تو گھر جانے دو

خوب سنیئے گا مرے منہ سے مفصل احوال
عرض کرتا ہوں ذرا دل کو ٹھہر جانے دو

قیس و فرہاد نہیں چھوڑتے پیچھا میرا
ساتھ رہتے ہیں جہاں جاؤں یہ دیوانے دو

شور و فریاد کئے جاؤ برابر پروین
سقف گردوں بھی جو گرتی ہے تو گر جانے دو

جو دیا ہو تجھے اچھی طرح فیاض بنکر دو
بیاباں ہوں تجھے رشک چمن بلکہ عدن کر دو

حیا کہتی ہے باتیں بھی کرو تو سر جھکا رکھو
جوانی کہتی ہے گر گالیاں بھی دو تو تن کر دو

بھوؤں کو چار جانب وار کرنیکی اجازت دو
خدا نے جیسے بخشے ہیں تم شمشیر زن کر دو

ہوا جو کچھ ہوا انکو وہ نہیں معلوم ہے عادت
دل نالاں کو واپس تم بگڑ کر دو نہ بنکر دو

فنا فی اللہ کیا ہے پھر بقا باللہ ہو جاؤ
خودی سے خود سمجھکر ترک اپنا ما و من کر دو

تمہارے لطف کا طالب ہوں تحفل کی نہیں پروا
اگر چاہو تو اپنی ذات کو خود انجمن کر دو

یقیں جانو کہ دوزخ سے نکلکر خلد میں پہونچے
مدینہ کے لئے پروین اگر ترکِ وطن کر دو

ناز و انداز بس اے رشک قمر جانے دو
انہی باتوں میں ہو جائے سحر جانے دو

وعدہ وصل نہ لوتا ہے مؤذن باقی
پہلے اس دشمن انصاف کو مر جانے دو

واعظو کعبہ و بتخانہ ہے دل کو یکساں
سخت کافر ہے جدھر جائے ادھر جانے دو

دوستوں نے جو کہا آپ پہ وہ مرتے ہیں
ہنسکے فرمایا کہ مرتے ہیں تو مر جانے دو

سبکو معلوم ہے بیمثل ہو معشوق ہمیں
تو بھی پردہ میں رہو رشکِ قمر جانے دو

یاد آتا ہے شب وصل یہ کہنا ہر بار
ہو گئی ہو گئی وہ دیکھو سحر جانے دو

قتل عالم کے لئے تیغ نہ باندھو للہ
بال سے بھی کہیں پتلی ہے کمر جانے دو

عیش میں طیش میں تکلیف میں یا راحت میں — جس طرح عمر گزرتی ہے گزر جانے دو

مجھکو بھی وسعت رحمت کا یقیں ہے پروین
عرصہ حشر میں بے زاد سفر جانے دو

غش میں ہوں زلف معنبر ہی سونگھا دو مجھکو — جھوٹ کہتا ہوں تو کوڑوں کی سزا دو مجھکو
غیر تقصیر کرے اور سزا دو مجھکو — مدعا یہ ہے کہ دنیا سے مٹا دو مجھکو
آرزو یہ ہے محلہ کا پتا دو مجھکو — یہ نہیں ہے تو فقط نام بتا دو مجھکو
خیر پہلو میں نہیں دل میں تو جا دو مجھکو — اور یہ بھی نہیں تو زہر کھلا دو مجھکو
میری موجودگی سے آپکی شہرت ہے بہت — کوسنے غیر کو دو اور دعا دو مجھکو
بگڑے جاتے ہو تنے جاتے کھنچے جاتے ہو — میری تقصیر ہے کیا یہ تو بتا دو مجھکو
بے سبب ابروؤں پر بل کی ضرورت کیا ہے — خود گلا کاٹ لوں شمشیر اٹھا دو مجھکو
میں تو خاموش ہوں وہ کرتے ہیں تمکو بدنام — کوسو غیروں کو مری جان دعا دو مجھکو
تم نے چھوئی نہیں سونگھی نہیں دیکھی بھی نہیں — یہ تو سب سچ ہے مگر منہ تو سنگھا دو مجھکو
فتنہ پرداز ہو عیار ہو عاشق کش ہو — بد دعا دو کہ مری جان دعا دو مجھکو
اب تو مضبوطی سے کرتے ہو تم اقرار وفا — دیکھو ایسا نہو آخر میں دغا دو مجھکو
خواب غفلت میں ہوں سرشار الٰہی تو یہ — دوستو پند و نصیحت سے جگا دو مجھکو
ڈالدو کوچہ جاناں میں تن خشک مرا — آندھیو تم ہی ٹھکانہ سے لگا دو مجھکو
فرط الفت سے ہے ہر بات یہ جی ہاں جی ہاں — ورنہ بھولا ہوں جو باتوں میں اڑا دو مجھکو
بیخودی میں نہ بھڑک اٹھے کہیں آتش عشق — اپنے دامن کی نہ للہ ہوا دو مجھکو
بوالہوس لاکھوں مگر عاشق صادق معدوم — ایک تو مجھ سا زمانہ میں بتا دو مجھکو

اعتراضات کی بھر مار ہے سب پر یونہیں
کس طرح رہتے ہیں دنیا میں سکھادو مجھکو

یہ قاعدۂ عام ہے گر بہتری چاہو
پھر جاؤ جدھر چلتی زمانہ کی ہوا ہو

بیباکی و شوخی ہو کبھی شرم و حیا ہو
اتنا تو بتادو مجھے تم اصل میں کیا ہو

محشر سے ڈرو غیب کے پردہ میں بھی کیا ہو
ممکن نہیں ظالم کا طرفدار خدا ہو

ہوتا ہے وہی جو کہ مقدر میں لکھا ہو
کوسے سے کسی کے نہ بھلا ہو نہ بُرا ہو

بیماری ہو معلوم تو کچھ اُسکی دوا ہو
ناراض ہو غصہ ہو مکدر ہو خفا ہو

ہے نشتر مژگاں سے محبت مجھے آئیں
دنیا کے ہوں خار اور ہمارا کفِ پا ہو

اے ظالمو اس بات پہ لرزہ نہیں چڑھتا
تم ظلم کرو اور خدا دیکھ رہا ہو

ممکن ہے کہ لادے یہ کبھی غیر کا پیغام
کیوں میری طرف سے گزر بادِ صبا ہو

خط لکھنے میں سفاک کی ہیں سینکڑوں شرطیں
جل جاتے ہیں تحریریں گر لفظ وفا ہو

دیکھو فلک پیر کو راحت ہے نہ آرام
جو سب کی برائی میں ہو کیا اُسکا بھلا ہو

مر جائے مگر سمت درِ یار نہ بھولے
دل کی یہی تعریف ہے خود قبلہ نما ہو

اعلا اگر اوصاف بشر ہیں تو یہی ہیں
الفت ہو محبت ہو مروت ہو وفا ہو

ابن مریم نے دیا کچھ نہ سہارا ہم کو
زندگی آپ نے بخشی ہے دوبارا ہم کو

رشک نے پھونک دیا رشک نے مارا ہم کو
کوئی دیکھے۔ نہیں اتنا بھی گوارا ہم کو

ایک سا وقت زیادہ نہیں رہتا ہرگز
سحر و شام یہ کرتے ہیں اشارا ہم کو

سبب موت ہوئی ہے غضب آلود نگاہ
بنکے سم شربتِ دیدار نے مارا ہم کو

وہ کہاں وصل کی راتیں یہ کہاں ہجر کے دن
جتنا گردوں نے چڑھایا تھا اُتارا ہم کو

خوب محفل میں ہوئے شربت دیدار سے سیر
آج ساقی نے پلائی ہے دوبارا ہم کو

خوف یہ ہے کہ نہو جائے کہیں شادی مرگ
کہکے کیوں عاشق جانباز پکارا ہم کو

توبہ کرتے ہی بنی لال پری سے واللہ
آج واعظ نے وکا شیشہ میں اُتارا ہم کو

اب کسی سے نہیں دنیا میں وفا کی امید
اک ترے فضل و کرم کا ہی سہارا ہم کو

بھولے چوکے سے نہیں وار پڑا قاتل کا
دیکھکے جان کے پہچان کے مارا ہم کو

صاف دل صاف کہا کرتے ہیں منہ پر پرویں
دنیا سازی کی نہیں آتی مدارا ہم کو

گر دل نہ ہو دماغ نہو اور جگر نہو
دکھ درد کی کسی کی کسیکو خبر نہ ہو

ممکن ہے میرے جذبۂ دل میں اثر نہو
ملنے کا اشتیاق ادھر ہو اُدھر نہ ہو

دشوار ہے بشر کی طبیعت میں شر نہو
پتھر وہ کونسا ہے کہ جس میں شرر نہ ہو

بیتاب میں ہوں اور ترے دل کو خبر نہو
نالہ نہیں وہ نقل ہے جس میں اثر نہو

ممکن نہیں کہ آہ و فغاں میں اثر نہو
سب جانتے ہو جان کے تم بے خبر نہ ہو

مشہور ہے جو چیز کہ جادو کے نام سے
کیوں اے مبصرو کہیں اس کی نظر نہ ہو

لوگوں کے پند و وعظ سے الفت سے باز آؤں
ایسا قصور مجھ سے کبھی عمر بھر نہ ہو

ایمان و دیں اُڑائے وہ کافر ہزار میں
اس طرح دل میں آئے کسی کو خبر نہ ہو

یوں بن سنور کے دیکھ نہ آئینہ بار بار
مجھکو یہ وہم ہے تجھے اپنی نظر نہ ہو

بے اُسکے آئے میں نہ گیا ہوں نہ جاؤں گا
اے موت بس خدا کے لئے میرے سر نہو

پروین نے آہ و نالہ سے محشر مچا دیا
پتھر ہے دل نہیں اگر اب بھی اثر نہو

وعظ میں کہتے ہو جو بات تم اسے جلادو ۔۔۔ جو نہ سمجھا ہو دلائل سے اُسے سمجھا دو
گال پر سرخ نشاں صاف نظر آتا ہے ۔۔۔ اصلیت اسکی سمجھ جاؤں تو مجھکو کیا دو
آنسوؤں کا مرے اچھا نہیں جاری رہنا ۔۔۔ ملک میں ورنہ بڑھیجائیں کہیں دریا دو
ماتمی رنگ میں آئی ہو اگر اے زلفو ۔۔۔ مرگیا دل مرا الفت میں مجھے پرسا دو
اک نشانی کی ضرورت ہی نہ کرنا انکار ۔۔۔ داغ چھلے کا نہ دو بلکہ مجھے چھلا دو
ایک بوسہ کی طلب ہے، کوئی دولت کی نہیں ۔۔۔ اُسکے دینے سے بھی انکار کرو یا تم دو
تم عیادت کے لئے میرے سرہانے آکر ۔۔۔ ملک الموت کو چاہو تو ابھی ٹہلا دو
وعظ سننا ہی سعادت۔ مگر ایسا تو نہو ۔۔۔ اب ہوں حیراں راہ پر اس سے بھی مجھے بہکا دو
مجکو صدمے نے کیا واعظ کو بیاں سے فنے ۔۔۔ ایک کے بدلے زمانہ میں ہوئے رسوا دو
اُڑگیا طائر جاں رہ گیا پنجرہ باقی ۔۔۔ تم ہو مختار اسے گاڑ دو یا جلوا دو
کبھی ملنے کبھی رکنے کا میں مطلب سمجھا ۔۔۔ آتش شوق کو تم چاہتے ہو بھڑکا دو
کیا تماشا ہے کہ سب کہتے ہو مجھکو مجنوں ۔۔۔ اچھا مجنوں ہوں تو مجھکو مری لیلا لا دو

عار تو گر ہے بہت غرق معاصی پروین
اپنی محفل میں اسے آخری صف میں جا دو

دولتِ علم کی پروا نہیں زرداروں کو ۔۔۔ اور تحصیل کی وسعت نہیں لاچاروں کو
حشر میں موقع دیا جائیگا لاچاروں کو ۔۔۔ یہ خبر کردو زمانہ کے ستمگاروں کو
میری جاں روشنی حسن جہاں میں پھیلی ۔۔۔ زیر برقع نہ رکھو چاند سے رخساروں کو

نشہ عشق میں ہیں دونوں جہاں سے فارغ　　کیسے آزادی ملے تیرے گرفتاروں کو
جیب سے ابر نے ترے مات کیا بجلی کو　　خلق بیکار سمجھنے لگی تلواروں کو
جو مقدر کی ہو ساقی نہیں دیتے مجھکو　　کون کوثر پہ پلائے گا گنہگاروں کو
اتنی امید پہ زندہ ہوں کہ روز محشر　　تیرے دربار میں لائیں گے گنہگارونکو
غیر محرم ہیں رقیب ان سے تو آنکھوں کو بچا　　تندرستوں سے جدا رکھتے ہیں بیماروں کو
عید قرباں ہی یہی روز ہے قربانی کا　　آج آزاد کرو اپنے گرفتاروں کو
حملہ ور چار طرف سے ہوا شوقِ دیدار　　کر دیا نظروں نے چھلنی تری دیواروں کو
سخت جاں مجھکو نہ کہنا مرے قاتل ہرگز　　تاکہ عاری نہ کرو تم تری تلواروں کو
ہو چکی اُن کی مداوات طبیبو للّٰہ　　سونپو اللہ کو تم عشق کے بیماروں کو

عشق میں اُنسے سوا ہمکو ہی گردش پروین
ایک عرصہ ہوا ثابت ہے یہ سیارونکو

بجز تیرے فنا رنج و مصیبت ہو تو کیونکر ہو　　مسیحا سے علاج درد فرقت ہو تو کیونکر ہو
کبھی گردونکی دہشت اور کبھی صیاد کا دھڑکا　　نہیں یکسوئی خالق کی عبادت ہو تو کیونکر ہو
رخ مہتاب یا مہتاب رخ ہیں نور کے چشمے　　شب فرقت کی ظالم دور ظلمت ہو تو کیونکر ہو
نہ داغ دلکی سی سوزش نہ عارض کی سی تابانی　　مقابل اُنکے خورشید قیامت ہو تو کیونکر ہو
نہیں جب دل ہی پہلو میں تو مجکو اہلِ عالم سے　　محبت ہو تو کیونکر ہو عداوت ہو تو کیونکر ہو
فلک درپے زمانہ ناموافق بخت برگشتہ　　گزارہ پھر بجز صبر و قناعت ہو تو کیونکر ہو
درشتی تلخ گوئی تندخوئی تیرا شیوہ ہے　　تری باتونمیں اے واعظ حلاوت ہو تو کیونکر ہو
نہ انمیں شرع کی عزت نہ انمیں عقل کی وقعت　　عزیزو دور دنیا کی مصیبت ہو تو کیونکر ہو

رقیبوں کا ہی پہرہ اُسکے در پر رات دن پروینؔ
کبھی بھولے سے بھی صاحب سلامت ہو تو کیونکر ہو

مہرباں فریاد سے وہ بیمروت ہو تو ہو
اسکے پردہ میں نہاں شور قیامت ہو تو ہو

ابتو اُسکے دھیان میں رہتا ہی کافر دل مرا
ہاں بڑہاپے میں مصروف عبادت ہو تو ہو

ہے دمِ عیسیٰ سے بہتر تیری گویائی مگر
زندہ اب تک تیرا بیمار محبت ہو تو ہو

اپنے پاؤں سے وہ لگجائے عدم کی راہ پر
تیرے بیمار الم میں اتنی قوت ہو تو ہو

جتنی حرمت کے ہیں قائل میکدہ میں بادہ خوار
زاہدو نہیں دختِ رز کی اتنی حرمت ہو تو ہو

شرق سے تا غرب سب ہیں تیرے مشتاقِ جمال
خلق کو اسکے سوا کچھ اور حسرت ہو تو ہو

چرخ یاور ہو نہیں سکتا موافق روزگار
آپکے نزدیک ممکن کوئی صورت ہو تو ہو

یہ صباحت یہ ملاحت ان بتوں پر ختم ہے
حور جنت کیا کہوں چینی کی مورت ہو تو ہو

کیا کہوں پروینؔ ملائک کرتے ہیں دل کا طواف
محترم تر اس سے کعبہ کی عمارت ہو تو ہو

پاکے اغیار کو افسوس کیا گم مجھکو
چند ہی روز میں یوں بھول گئے تم مجھکو

کوستے کیوں ہو مجھے میری تو خواہش ہے یہی
تم سلامت رہو اللہ کرے گم مجھکو

گلشنِ دہر میں قدرت نے کیا مجھسے بخل
خندہ پھولوں کو دیا اور تبسم مجھکو

بحر الفت کے جو حالات ہیں مجھسے پوچھو
پیش آتے ہیں نئے روز تلاطم مجھکو

میری تقدیر کی دنیا میں مسرت ہی نہیں
گریہ خندہ ہے مجھے نالہ تبسم مجھکو

شہر میں آتے ہی ہو جاتی ہے وحشت مجھکو
راس آتی ہی نہیں صحبت مردم مجھکو

ہو گیا فرط محبت سے نہایت شکی
گھیرے رہتے ہیں جہاں بھر کے توہم مجھکو

کیوں کرو حضرت عیسیٰ کا مجھے منت دار — لب جاں بخش سے کہدو نہ تمہیں قم مجھکو
چارہ جو سے نہو گی کبھی تسکیں میری — دیدے اکبارگی اے پیر مغاں خم مجھکو
کیوں دکھایا تھا مجھے موسیٰ کی طرح نور جمال — بخشنا تھا نہ اگر فخر تکلم مجھکو

جانتے ہیں وہ محبت کی نشانی پروین
شاد ہوتے ہیں جو آتے ہیں تو ہم تجھکو

اے فلک تو نے چھڑایا ہی مرے جانی کو — تو ہی اب دور کر اس صدمہ روحانی کو
کیا تعجب ہے ستمگاری سے تائب ہوتے — تم بھی گر دیکھتے عاشق کی پریشانی کو
وہ ہی آسان کریگا مری دشواری کو — جس نے دشوار کیا ہے مری آسانی کو
صبح تک روز ڈراتی ہے شب غم مجھکو — موت آتی نہیں اس غول بیابانی کو
لاکھ بجلی میں تڑپ ہو نہیں پاتی لیکن — خنجر ابروئے خمدار کی برانی کو
نہیں امید کہ دل میں بھی پشیماں ہونگے — عیب جو لوگ سمجھتے ہیں پشیمانی کو
ڈر ہے پڑھکر نہ کہیں درہم برہم ہو جائیں — خط میں لکھوں میں اگر اپنی پریشانی کو
یہ کوئی چیز نہیں دیکھنے دیتا مجھکو — کیا کروں میں ترے رخسار کی تابانی کو
کاش اگر خوبی تقدیر سے حاصل ہو جائے — بادشاہی سے نہ بدلوں تری دربانی کو
دوستو اس کو مع الخیر چلا آنے دو — وہ نہیں تو نہ چھوو بادۂ ریحانی کو
ہمکو بھی ایک دن آزاد کریگا اللہ — لوگ چھیڑیں نہ غم ہجر کے زندانی کو
تانتے کیوں ہو بھویں مجھسے کشیدہ ہوکر — کھینچئے کیوں ہو تم اس تیغ صفاہانی کو
خوف ہے مجھکو ڈبو دے نہ الم کا دریا — روک لیتے تھے تم اس بحر کی طغیانی کو
ناصحا روک نہ رونیکو یہ رکنے کا نہیں — ناخدا چھوڑ دے اس کشتی طغیانی کو

دیکھ لینے سے بھڑک جاتی ہے سوزِ فرقت
اور تصویر بڑھاتی ہے پریشانی کو

تیرے قدموں کی قسم کھاتا ہوں تیرے بدلے
دے زلیخا تو نہ لوں یوسفِ کنعانی کو

تو سفر میں بھی اکیلا نہیں حاشا للہ
میرا دل ہے تیرے ہمراہ نگہبانی کو

جس نے ویران کیا ہے مری آبادی کو
وہ ہی آباد کرے گا مری ویرانی کو

جسقدر جلدی سے ممکن ہو مری جاں آجاؤ
جلد آبادی سے بدلو مری ویرانی کو

ضبط باقی ہے نہ تسکین نہ تحمل نہ حواس
پوچھتے کیا ہو مری بے سروسامانی کو

دل ہے پتھر تو نہیں غور کرینگے پروین
سوچکر دینگے ہم اس یوسفِ کنعانی کو

شادمانی کیا نہوگی خاطرِ ناشاد کو
غیب سے کوئی نہ کوئی آئیگا امداد کو

کیا خیال آیا خدا جانے مرے جلاد کو
سی دیا کفناتے لب فریاد کو

کیوں اجاڑا زاہدو تجا نہ آباد کو
مسجدیں کافی نہوتیں کیا خدا کی یاد کو

پیر و مرشد خوب تسکیں ہے دلِ ناشاد کو
آنے والے قبر میں بھی آئیں گے امداد کو

ایسے کمسن کی جفاؤں کا گلہ کیا سچ کیا
جو برابر جانتا ہو داد کو بیداد کو

بے تعلق عالمِ اسباب میں کوئی نہیں
دیکھ لو پابندِ گلشن سرو سے آزاد کو

پھرنیوالے پھر ہی دیتے ہیں مرادست مراد
سننے والے سن ہی لیتے ہیں مری فریاد کو

حشر کے دن کیا گواہوں سے نہونگے شرمسار
رات بھر ہمسائے سنتے ہیں مری فریاد کو

میں بھی جوئے شیر لاؤنگا اگر ہمت ہوئی
جان شیریں سونپ دونگا تیشۂ فرہاد کو

دیکھکر خاموش مثلِ شمع جلتے ہیں رقیب
چھیڑ کر بھڑکائیں گے پھر شعلۂ فریاد کو

آبِ خنجر کی روانی دیکھکر حیراں ہوں میں
معجزہ سے تم نے پانی کر لیا فولاد کو

ہیچ ہے پروینؔ ہرکسے را بہر کارے ساختند
وہ ہیں میرے بھولنے کو میں ہوں اُنکی یاد کو

غیروں سے بیحجاب سر بزم تو نہ ہو | اور ہو تو میرے بعد مرے روبرو نہ ہو
مجھ سے کشیدہ وصل میں اتنا بھی تو نہ ہو | ہو جائے صبح اور ہم گفتگو نہ ہو
اُس بزم میں بہار نہیں جس میں تو نہ ہو | جیسے چمن میں گل نہ ہو غنچہ میں بو نہ ہو
اے شیخ ہم سے بحث کی بے آبرو نہ ہو | حضرت سے آپ آپ سے تم تم سے تو نہ ہو
آساں نہیں ہے زخم محبت کا اندمال | بلکہ رفوگروں سے بھی انہیں رفو نہ ہو
بیہودگی سے خلق میں کیوں ہو وقار ہو | بیٹھا رہے جو حوصلہ گفتگو نہ ہو
دریا کی تہ میں کون ہی موتی کا قدرداں | جب تک وطن سے دور نہ ہو آبرو نہ ہو
فرش زمیں پہ گرتے ہی دی اشک نے صدا | ایسی جگہ نہ جائے جہاں آبرو نہ ہو
جو ٹوٹ جائے بیعت پیر مغاں نہیں | واعظ خطا معاف یہ تیرا وضو نہ ہو
مقصود ہے خدا تو خدائی کو چھوڑ دے | آمادہ نماز کبھی بے وضو نہ ہو
کیسی شراب شیخ بھڑکتا ہے نام سے | اتنا بھی کوئی منکر لا تقنطوا نہ ہو

پروینؔ مرے دماغ میں ہے ایک ہی خیال
جس کی طلب ہے وہ ہی کہیں چار سو نہ ہو

آئینہ کر رہا ہے جو دعویٰ جواب دو | تیغ نگہ اُٹھاؤ خدارا جواب دو
ہے واں زبان تیغ بھی تیغ زباں کے ساتھ | کون ایک بات کہکے سنے گا جواب دو
دن کٹ گیا تو پھر وہی شرم و حیا یہ کیا | کیا میں نے شب کا نام لیا تھا جواب دو
کس کی مجال آپ سے آنکھیں لڑا سکے | آپ اپنی چشم عربدہ جو کا جواب دو

کس کے لئے ہیں خنجر مژگاں تنے ہوئے
یہ کس کے قتل کا ہے اشارا جواب دو

کیا کہہ رہی ہیں نیچی نگاہیں بتاؤ تو
جھوٹا ہوں میں نہ تھا کوئی وعدا جواب دو

پہلے زبان کاٹ لی پھر مجھ سے بات کی
پھر اُس پہ بار بار تقاضا جواب دو

اللہ اب وہ کہتے ہیں یہ میری لاش پر
کس واسطے ہو چپ مرے شیدا جواب دو

پروین کسی کی عرض تمنا کو سن کے یوں
چپ رہنے کی سند نہیں یہ کیا جواب دو

رخسار پر ضیا ہیں مہ و آفتاب دو
یہ سیب باغ حسن میں ہیں لاجواب دو

مست مئے شباب ہے وہ بزم غیر میں
میرے دل و جگر کے ہیں حاضر کباب دو

ساقی کے چشم مست نے دیوانہ کر دیا
تکلیف شرع مجھ پہ نہیں اب شراب دو

بے گنتی میں نے بوسے لئے اور وہ یہ کہتے ہیں
یہ مال مفت کا تو نہیں تھا حساب دو

لب بند ہیں اگرچہ میرے رعب حسن سے
حسرت بھری نگاہ ہے سائل جواب دو

بازار کائنات سے چن لائے درد عشق
گر میرے دل کو آپ حق انتخاب دو

وہ بے نقاب آئے ہیں اور غیر ساتھ ہے
پہلو میں ایک دل ہے مگر اضطراب دو

درد فراق طعنۂ ابنائے روزگار
جان حزیں پہ ہوتے ہیں میرے عذاب دو

پہلے تو وصل ماہ عرب پھر وصال خود
پروین نے ایک رات میں دیکھے ہیں خواب دو

۵

عارف خزاں کو دیکھ نہ فصل بہار دیکھ
ہر چیز میں ہے قدرت پروردگار دیکھ

گلکاریاں جو عشق کی ہیں لے نگار دیکھ
لالہ کی طرح دل ہے مرا داغدار دیکھ

آئینہ کی نظر بھی نہ ہو جائے وہم ہے
اے مہ لقا نہ آئینہ کو بار بار دیکھ

اسکے خیال میں رہ بلا سے شراب پی
تو جام میں بھی جلوہ روئے نگار دیکھ

جیسے ہو تجھ سے شربت دیدار کو پلا
اغیار کر نہ جائیں کہیں زہر مار دیکھ

آیا تھا کل جہاں سے تو مایوس و ناامید
جاتا ہے پھر وہیں دل امیدوار دیکھ

وہ کہتے ہیں جنوں ہی تو اس کوچہ سے نکل
جا کوئے دشت دیکھ کوئی کوہسار دیکھ

آہستہ چل کہ دل میں ہزاروں ہیں حسرتیں
پامال ہو نہ جائے مرے شہسوار دیکھ

یہ کس کے کشتگانِ جفا ہیں جواب دے
تازہ بنے ہوئے ہیں ہزاروں مزار دیکھ

گھر سے نکل کے سیر چمن کو کہاں چلا
تو آئینہ میں حسن کے اپنی بہار دیکھ

جو ہو رہا ہے خلق میں پروین تو دم نہ مار
خاموش بیٹھ قدرت پروردگار دیکھ

پہلو و پشت و سینہ و رخسار آئینہ
ہے رزمگاہ حسن کا یہ چار آئینہ

کف آئینہ بر آئینہ رخسار آئینہ
ہے سر سے پاؤں تک وہ ستمگار آئینہ

ہٹتا نہیں جو سامنے سے اسکے رات دن
ہم سے سوا ہے طالب دیدار آئینہ

یہ تو مرا رقیب ہے میں مانتا نہیں
کیوں دیکھتا ہے آپ کو ہر بار آئینہ

رخ کا ہی عکس دل میں تو رخ میں ہی دل کا عکس
ہے آئینہ کے سامنے ہر بار آئینہ

خلوت میں اسکے نور سے عالم ہے طور کا
ہیں آب و تاب سے در و دیوار آئینہ

غش کھا کے گر پڑے نہ کہیں رعب حسن سے
اس واسطے ہے پشت بدیوار آئینہ

کس میں ہے آب و تاب سوا دیکھ لیجئے
اکبار اس کا چہرہ اور اکبار آئینہ

رخ کا اور اس کا ہو گیا اکبار فیصلہ
اچھا ہوا کہ مان گیا ہار آئینہ

لبریز ہے شعاع رخ دلفروز سے
لے آب حسن ساغر سرشار آئینہ

پروین جہاں میں اسکی جھپکتی نہیں پلک
حیرت کا آپ کرتا ہے اقرار آئینہ

بقائے عفت و عصمت کا اک اسرار ہے پردہ
یقیناً آگ میں اور گھاس میں دیوار ہے پردہ

اگر شوہر ہو بہت کچھ جب بھی ذمہ دار ہے پردہ
دلوں میں خیر ہو تو آہنی دیوار ہے پردہ

رہے دشوار یورپ میں اگر دشوار ہے پردہ
جہاں شرم و حیا کا کال ہے بیکار ہے پردہ

بہت سی خوبیوں کا آج دعویدار ہے پردہ
وہ بیہودہ ہیں خود جو کہتے ہیں بیکار ہے پردہ

اگر کیسی ہی نظریں تیز ہوں پر پا نہیں سکتا
رہو آرام سے تم آہنی دیوار ہے پردہ

برائی عورتوں کو گھورنا جو بد نظر چاہیں
کھٹکتا انکی آنکھوں میں مثال خار ہے پردہ

نہوں یاجوج و ماجوج اسکے درپے کہدو اے پروین
نہ چاٹا جائیگا وہ آہنی دیوار ہے پردہ

میں چپ کم رہا اور رویا زیادہ
یقیناً زمیں کم ہے دریا زیادہ

شب وصل مرغ سحر یاد رکھنا
زباں کاٹ لونگا جو رویا زیادہ

میں نازک مزاجی سے واقف ہوں صیاد
اسی وجہ خط میں نہ لکھا زیادہ

دو بجے سے لئے اسنے دو گالیاں ہیں
نہ لینا زیادہ نہ دینا زیادہ

وہ سیر چمن کے لئے آ رہا ہے
اکڑنا نہ شمشاد اتنا زیادہ

وہ اتنا ہی بنتا ہے حرص مجسم
خدا جس کو دیتا ہے جتنا زیادہ

عمل پر مجھے اعتماد اپنے کم ہے
خدا کے کرم پر بھروسا زیادہ

جو آنکھیں ترے خاک در سے ہیں روشن
ملایا ہے شاید ممیرا زیادہ

سب مجھے الفت زلف جب سے ہے پروین
بتاتے ہیں وہ جوشش سودا زیادہ

کیوں آپ مجھے دیتے ہیں غم اور زیادہ
سمجھانے سے ہوتا ہے الم اور زیادہ

کر ظلم سب تجھے میری قسم اور زیادہ
دیکھیں تو بڑھے کس کا قدم اور زیادہ

وہ کرنے لگے جب سے ستم اور زیادہ
مقبول ہوئے درد والم اور زیادہ

سنتے تھے کبھی خضر کو اے حضرت زاہد
آپ اُن سے بھی ہیں سبز قدم اور زیادہ

جب جھوٹ کے منوانے کی ہوتی ہی ضرورت
بڑھ جاتی ہے تعداد قسم اور زیادہ

دنیا کا سفر ضعف سے دشوار تھا مجکو
دشوار ہوئی راہ عدم اور زیادہ

تعریف کروں جور وجفا کی تو یہ غم ہے
بڑھ جائے نہ وہاں شوق ستم اور زیادہ

بتخانہ سے جتنا کہ مجھے روکتے ہیں لوگ
ہوتا ہے سب مجھے شوق صنم اور زیادہ

کان اُنکے بھرا کرتے ہیں جسوقت بد اندیش
کرتے ہیں مرا ناک میں دم اور زیادہ

سمجھے نہ کوئی جور وجفا پر ہوئے نادم
گردن نہ کرو جان کے خم اور زیادہ

اے بادشہ حسن جو خود منہ سے نہ مانگے
دیتے ہیں اُسے اہل کرم اور زیادہ

مسجد ہی کے سایہ میں ہی بتخانہ بھی اے واعظ
آئے ہو تو اک چار قدم اور زیادہ

جو مقصد اصلی ہے ادا ہو نہیں سکتا
رکتا ہے یہیں آکے قلم اور زیادہ

امید نہیں یار کے پیکان نظر سے
محفوظ رہیں صید حرم اور زیادہ

سب جلنے وہ ستنے جاتے ہیں شمشاد کے آگے
لیتا ہی وہ جھک جھک کے قدم اور زیادہ

دو ہاتھ سوا اُسکو لگانے پڑے پروین
عشاق میں جب سے ہوئے ہم اور زیادہ

اہل وفا کے ہاتھ نہ اہلِ جفا کے ہاتھ — نیکی بدی ہو سارے جہاں کی خدا کے ہاتھ
افسوس آج ٹوٹ گئے کیا دعا کے ہاتھ — بابِ قبول تک نہ گئے التجا کے ہاتھ
دل بک چکا ہے عشق میں اُس لڑکے ہاتھ — الفت میں اب ہے شرم ہماری خدا کے ہاتھ
وہ اُسکا مجھ سے لطف عنایت ملا کے ہاتھ — اور غیر کو بگڑ کے جھڑکنا چھوڑ اسکے ہاتھ
میں کیا بتاؤں کتنا غم و رنج گھٹ گیا — گردن میں اُسنے ڈالدیئے جب بڑھا کے ہاتھ
مہندی لگا کے باندھے نہیں اُسنے دست پا — باندھے گئے ہیں اصل میں زد حنا کے ہاتھ
جب تک ہے تن میں جان نہ چھوڑونگا یہ قدم — کھاتا ہوں میں قسم ترے سر کو لگا کے ہاتھ
وہ چالبازیوں میں زمانہ میں فرد ہیں — اور دیکھے دل ملائیں گے مجھسے ملا کے ہاتھ
تیرے قدم سے ہے چمن حسن کی بہار — لیتی بلائیں ہے تیرے جو باد صبا کے ہاتھ
پڑھتے ہیں پھول لالہ رخسار پر درود — دیتا ہے سرو قد کو دعائیں اٹھا کے ہاتھ
دیکھو شکست موت کو ہوتی ہے یا نہیں — ہٹ جاؤ میری لاش کو بس تم لگا کے ہاتھ

پروین نے بیوفائی کا شکوہ جو کچھ کیا
رخ پھیر کر وہ ہنس دیئے منہ کو لگا کے ہاتھ

جہاں میں ہے یہ فیض عام کعبہ — جسے دیکھو وہ ہے خدام کعبہ
فرشتو اور کچھ اونچا اُٹھاؤ — فلک سے جا نہ اُلجھے بام کعبہ
نہ ہے نور و صفائے صحن و دیوار — سحر پر طعنہ زن ہے شام کعبہ
رسول اللہ جب تشریف لائے — گرے سجدہ میں سب اصنام کعبہ
خدا کے سامنے سمجھو کہ یہ سچے — لیا جس وقت دل سے نام کعبہ
دکھائیں گر رسول اللہ اعجاز — کہیں انت بنی اصنام کعبہ

مسیحا چرخ چارم پر جو پہونچے
تو یہ سمجھے کہ یہ ہے بام کعبہ

دل دانا ہے ہر جا اسکا نخچیر
جہاں ہے بندۂ بے دام کعبہ

کہیں پیر فلک کھائے نہ ٹھوکر
جھکے اخلاق آخر بام کعبہ

جو حج کر آئے وہ ہی جانتے ہیں
خوشی سے بڑھکے تھے آلام کعبہ

گرفتار محبت ہے زمانہ
جہاں بھر میں بچھا ہے دام کعبہ

سبیل شربت کوثر لگی ہے
بنا ہے چاہ زمزم جام کعبہ

وہی کہلاتے ہیں واں حور و غلماں
یہاں پر جو ہیں خاص و عام کعبہ

خلیل اللہ حبیب اللہ دونوں
اک آغاز اور اک انجام کعبہ

زمیں ہو یا فلک سب اسکے خادم
یہ فراش اور وہ خیام کعبہ

جو دولت مند حج کرنے نہ جائے
وہ بیشک ہے تہ الزام کعبہ

پلٹ اے فتنۂ محشر پلٹ جا
نہ اکھڑینگے کبھی اقدام کعبہ

جو سچ پوچھو تو ہے یہ بات پرویں
ہیں مخدوم جہاں خدام کعبہ

پھر دل میں دوبارہ ہے تمنائے مدینہ
کہہ اٹھتے ہیں ہم خواب میں بھی ہائے مدینہ

طوبےٰ کے طلبگار نہ کوثر کی تمنا
جنت سے سوا ہے مجھے صحرائے مدینہ

اک وقت وہ تھا جبکہ سفر میں تھی یہ ناچیز
اور دلمیں یہ ارمان کہ کب آئے مدینہ

اب بخت سے امید نہیں یہ کہ وہ پہونچائے
گو دل میں دوبارہ ہی تمنائے مدینہ

اس خطہ کفار میں رہنے پہ تبرا
جبتک ہے کسی دل میں تولائے مدینہ

گر اُس کی عنایت ہو تو آسان ہے پروینؔ
پھر کھینچ بلائے مجھے مولائے مدینہ

فشار قبر و سوال محشر الٰہی توبہ الٰہی توبہ
کبھی پریشاں کبھی ہوں مضطر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

حرامکاری شرابخواری کیا غضب ہے جناب باری
پھر اُس پہ امید جام کوثر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

عجیب مسکن ہے کوئے جاناں کوئی ہے بسمل کوئی ہے بسمل
مچا ہے ہر سمت شور محشر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

تمہاری ابرو تمہاری مژگاں ہوئی ہیں ہم پر غضب ستم ہیں
جگر میں برچھی گلے پہ خنجر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ملا جو تنہا تو دل نمانا خلاف مرضی لیا ہے بوسہ
تو اُسنے فوراً کہا بگڑ کر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ہزاروں ڈر ہے ہزاروں دشمن ہزاروں بدگو ہزاروں بدظن
ہزاروں صدمے ہیں ایک سر پر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

عجب ہے پروینؔ برا زمانہ نہیں برائی کا کچھ ٹھکانا
جو پہلے بد تھا وہ اب ہے بدتر الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ہجر میں غم کی چڑھائی ہے الٰہی توبہ
کیا نصیبے کی برائی ہے الٰہی توبہ

کتنے کانوں کے وہ کچے ہیں کہ اللہ کی پناہ
کیا رقیبوں کی بن آئی ہے الٰہی توبہ

نالہ ہو آہ ہو فریاد ہو یا زاری ہو
یار تک سب کی رسائی ہے الٰہی توبہ

ہو چکا قتل جہاں تیغ بھی اُٹھنے کی نہیں
کس قدر نرم کلائی ہے الٰہی توبہ

شیخ صاحب بھی نہیں بچکے یہاں سے نکلے
کس قدر اُنکو پلائی ہے الٰہی توبہ

دل لگی آپ سے کی خلق میں بدنام ہوئے
نیکنامی یہ کمائی ہے الٰہی توبہ

چاہ کر تمکو بھلا اور کو کیونکر چاہوں
واہ کیا دل میں سمائی ہے الٰہی توبہ

لے گئے چھین کے دل میل نہیں چتون پر
کتنی دیدہ میں صفائی ہے الٰہی توبہ

بوسہ مانگا تو کہا شکر خدا اچھا ہوں
بات کیا جلد اُڑائی ہے الٰہی توبہ

نہیں معلوم کہ کس شخص کا منہ دیکھا ہے
آج پھر غم کی چڑھائی ہے الٰہی توبہ

کوچۂ عشق کی سچ پوچھو تو ہم نے پروین
کس قدر خاک اُڑائی ہے الٰہی توبہ

جان دینی بھی کچھ وفا ہے یہ
بلکہ معشوق پر جفا ہے یہ

دل وحشی کو یہ ہوا کیا ہے
اپنے دشمن پہ کیوں فدا ہے یہ

ہوش میں آ تو اے بت طناز
مجھ سے عاشق پہ کیوں جفا ہے یہ

مار کر بھی نہ تجھکو صبر آیا
رو دیئے قبر پر دلا ہے یہ

گالیاں دیں رقیب یوں ہم کو
عشق کے جرم کی سزا ہے یہ

موت آجائے گر تو جی جائے
تیرے بیمار کو شفا ہے یہ

دل پروین کو دیکھ رکھکر ہاتھ
ہاتھ رکھنا بھی کچھ خطا ہے یہ

گزرتی ہے جو روضہ سے ہوا یا حضرت حمزہ
وہی پہنچاتی ہے بادِ صبا یا حضرت حمزہ

کرو میری مدد بہر خدا یا حضرت حمزہ
برائے مرتضیٰ و مصطفےٰ یا حضرتِ حمزہ

ہوا جاتا ہے میرا دم فنا یا حضرت حمزہ
خدا سے کیجئے آپ التجا یا حضرت حمزہ

مریض جاں بلب ہے لا دوا یا حضرت حمزہ
ہوئے ہو ہند کے مشکل کشا یا حضرتِ حمزہ

مریض جاں بلب کی زندگی مرنے سے بدتر ہی
عنایت کیجئے مجھکو شفا یا حضرت حمزہ

نہ اب سہنے کی حالت ہی نہ اب کہنے کی حاجت ہے
کہ خود ظاہر ہی میرا مدعا یا حضرتِ حمزہ

میری اس عقدۂ لاحل کو بھی للہ حل کیجے
برائے حیدر من مشکل کشا یا حضرت حمزہ

ملا ہو گوہر مقصد جسے اس آستانہ سے
نہ ہو روضہ پہ وہ کیونکر فدا یا حضرت حمزہ

ذرا اگر دیدۂ باطن سے دیکھیں دیکھنے والے
نظر آتی ہے شانِ کبریا یا حضرتِ حمزہ

ہزاروں آفتیں لاکھوں مصائب اور میں تنہا
سنبھالو ورنہ میرا دم چلا یا حضرتِ حمزہ

جگہ دوں آشیانِ قلب میں ہاں کی پرندوں کو
گرا کے طائرِ جاں بچ گیا یا حضرتِ حمزہ

مرادیں پوری بر آئیں تو واللہ تا دمِ محشر
نہ ہوگا شکریہ ہرگز ادا یا حضرتِ حمزہ

اگر صیدِ اجل بھی اڑ کے اس روضہ پہ جائے
خجل ہو کر پلٹ جائے قضا یا حضرتِ حمزہ

مجھے گھیرے ہوئے ہے چرخِ گرداں۔ اس ستمگر سے
تمہیں ہو سکتے ہو عہدہ برآ یا حضرتِ حمزہ

سخی کے در سے بے مانگے ملا کرتا ہے سائل کو
نہ کیجئے گا زیادہ التوا یا حضرتِ حمزہ

کمال ضعف سے یہ خوف ہے اس بابِ عالی تک
پہونچتی بھی ہے پردیں کی صدا یا حضرتِ حمزہ

ی

دونوں عالم کے ہو سلطان رسولِ عربی
ہے یہی خلق کا ایمان رسولِ عربی

جاؤں میں صاحبِ ایمان رسولِ عربی
میری بستی نہ ہو ویران رسولِ عربی

حشر کے روز کہ ہر شخص پریشان ہوگا
آپ کے ہاتھ ہے میدان رسولِ عربی

چاک میں کرتا ابھی جامۂ ہستی اپنا
اس میں ہوتا جو گریبان رسولِ عربی

میری امداد یہاں بھی ہو شفاعت واں بھی
دونوں عالم کے نگہبان رسولِ عربی

تازہ تر جلوے ہیں اربابِ بصیرت کے لئے
کل یوم ہو فی شان رسولِ عربی

نار کا خوف نہ جنت کی تمنا اس کو
جز ہوا آپ کا مہمان رسولِ عربی

شرع کا راستہ سیدھا ہے گر ہائے مجھے
پہ چلنے دیتا نہیں شیطان رسولِ عربی

آپ کا سکہ و خطبہ ہے جہاں کی رونق ۔ آپ ہیں ناسخ ادیان رسولِ عربی
آپ مختار دو عالم ہیں خدا کے نائب ۔ پنجوقتہ ہے یہ اعلان رسول عربی
سچ تو یہ ہے کہ ڈبویا ہے اسی نے مجھکو ۔ نفس ہے نوح کا طوفان رسول عربی
آپ کے دین کی اتباع سے جائیں عزت ۔ یہ بھی ہے آپ کا فیضان رسولِ عربی
قوم کا حال یہی ہے تو ہماری شوکت ۔ ایک دو دن کی ہے مہمان رسول عربی
ہو چکی ہے تری امت سے شریعت رخصت ۔ اس کا اللہ نگہبان رسولِ عربی
ہم نہ اس وقت ہوئے ہائے ہماری قسمت ۔ رہ گیا دید کا ارمان رسول عربی
یاد آتا ہے مدینہ کا سماں صلِ علےٰ ۔ تھے کبھی آپ کے مہمان رسول عربی
یہ فقط آپ کا رتبہ ہے کہ معراج کی شب ۔ لامکاں پر ہوئے مہمان رسولِ عربی
مرض شرک سے دی آپ نے دنیا کو شفا ۔ سب یہ ہے آپ کا احسان رسول عربی
آپ ہی سب کو قیامت میں دلائینگے نجات ۔ خلق جب ہوگی پریشان رسول عربی

یہ کنیز آپ کی پر دیں تو ہے تنہا کیا چیز
خاندان آپ پہ قربان رسولِ عربی

بھولی باتوں پہ پیار آتا ہے ۔ اور بے اختیار آتا ہے
لو مرا شہسوار آتا ہے ۔ آفتِ روزگار آتا ہے
گریہ بے اختیار آتا ہے ۔ اور پھر بار بار آتا ہے
اُن کا ہر ناز اُن کا ہر غمزہ ۔ جان کا خواستگار آتا ہے
دیکھکر مجھکو شوخیوں نے کہا ۔ دیکھنا وہ شکار آتا ہے
کیا یکایک جوان ہوتے ہیں ۔ رفتہ رفتہ ابھار آتا ہے

بیقراری بھی ابتو کہتی ہے
دیکھیے کب قرار آتا ہے
دیکھکر دل کو بولا چاہِ ذقن
وہ مرا یار غار آتا ہے
ہم نشیں اُنکے عہد و پیماں کا
مجھکو اور اعتبار آتا ہے

ہائے پروینؔ کو شدتِ غم سے
درد سر ہے بخار آتا ہے

سب کی یہی خواہش ہے کہیں گو نہ زباں سے
ہم پھانسیں خلایق کو کوئی ہم کو نہ پھانسے
صورت سے عیاں ہے نہ کہو نگا میں زباں سے
پوشیدہ نہیں واقف اسرار نہاں سے
تیور سے عیاں ہے نہ کہیں گو وہ زباں سے
ہیں تو متاثر مری فریاد و فغاں سے
یہ تو کہو اس شان سے آتے ہو کہاں سے
یا حور نکل آئی ہے گلزار جناں سے
لکھتا ہوں جو اُس حور شمائل کے میں اوصاف
مضمون چلے آتے ہیں گلزار جناں سے
جو کہتا ہوں اُس شوخ سے دم دیتا ہوں تم پر
فرماتے ہیں دیجے یہ کسی اور کو جھانسے
اللہ نہ کر ظلم میں اُس شوخ کی تقلید
اے پیر فلک تو نہ بر آئے گا جواں سے
اللہ رے صیاد کہ دل ہو گیا بسمل
چلنے بھی نہ پایا تھا ابھی تیر کماں سے
جس طرح کہ مردہ کیا دم بھر میں نہیں سے
تم چاہو تو زندہ مجھے کر دو ابھی ہاں سے

ہر وقت ہے پروینؔ مجھے عقبیٰ کا تصور
جانا ہے پلٹ کر وہیں آئے ہیں جہاں سے

جب آپ ہیں شفیع حق آمرزگار ہے
پھر ہم کو کیا تردد روزِ شمار ہے
ثابت ہی حرف حرف سے قرآں کے مصطفٰے
ختم رسل ہے خاصہ پروردگار ہے
پیک صبا مدینہ سے آتا ہے صبح و شام
اے قلب مضطرب تجھے کیوں انتشار ہے

مختار دو جہاں ہے تو محبوب کبریا
دنیا تری فدائی ہے عقبیٰ نثار ہے

گردوں پہ آفتاب جو روشن ہے خسروا
تیرے رخ منیر کا آئینہ دار ہے

یہ صاف کہہ دیا ہے خدا نے کہ حشر میں
الفت ہے جس کو تجھ سے وہی رستگار ہے

آنکھیں ہوں اور خاک مدینہ ہو اور میں
کیا کیا خیال خاطر امیدوار ہے

بیشک تو ہی ہے باعثِ ایجاد کن فکاں
دونوں جہاں میں تیرا بڑا اختیار ہے

ہر ذرہ خاک راہ مدینہ کا دوستو
مہر سپہر عظمت و عز و وقار ہے

بیتاب ہو رہا ہوں مدینہ کے شوق میں
لے چل صبا اڑا کے یہ مشت غبار ہے

لیتا ہے یہ بلائیں مدینہ کی بار بار
خم اس لئے سپہر عقیدت شعار ہے

لو اہل حشر وہ لب معجز نما کھلے
جنت ہی خوش جحیم کو کیا انتشار ہے

بے سایہ تو ہے سایہ خلاق دو جہاں
نور خدا ہے رحمت پروردگار ہے

دیکھا جمال پاک تو ثابت یہی ہوا
احمد جمال قدس کا آئینہ دار ہے

پروین بھی اک فدائے شفیع انام ہے
کیا اُس کو خوف پرسش روز شمار ہے

یہ دل کو کیا ملال ہے کیوں اشکبار ہے
کیا جوش عشق خاصہ پروردگار ہے

سیما نور یار سے صاف آشکار ہے
احمد جمال قدس کا آئینہ دار ہے

دل اشتیاق باغ مدینہ میں آج کل
مانند مرغ قبلہ نما بیقرار ہے

سایہ پڑا ہے گوہر دنداں کا اس لئے
بحر عرب میں جیسے گہر آبدار ہے

بوئے مدینہ لیکے چلی ہے نسیم صبح
گلشن میں آج آمد فصل بہار ہے

گر حسرت زیارت فرش گاں مصطفیٰ
برچھی سبنے تو سینہ عاشق کے پار ہے

تیری نگہ سے آہوئے وحشی کو رشک ہو
تیری کمند زلف کا عالم شکار ہے

نقش سم براق ہے یا ماہ آسماں
مہر منیر یا ترا آئینہ دار ہے

گل نے کیا ہے چاک گریباں ترے بغیر
سنبل نے بال کھولدئے اشکبار ہے

والشمس تیرا طرہ دستار مانیئے
یٰسین ترے گلوئے مبارک کا ہار ہے

تیری زیارت اے شہ واللیل والضحےٰ
کیونکر کہوں کہ رویت پروردگار ہے

گر بیٹھے بیٹھے بھی نہ رہوں محو روئے یار
تو یہ بھی مجھ پہ اک ستم روزگار ہے

پیراہن شفاعت عالم ترے لئے
کیا چست جامہ اے قدر رحمت شعار ہے

محشر میں طرقوا کی صدائیں بلند ہیں
آتا ہی کون کسپہ شفاعت کا بار ہے

یہ حال ہے فراق مدینہ میں یا نبی
لب خشک چہرہ زرد ہی دل داغدار ہے

اکسیر ہے کہ سرمہ ہی یا خاک کوئے دوست
خاک شفا ہی سودۂ مشک تتار ہے

صنعت سے اپنی روئے محمد بنا دیا
نقاش باغ دہر عجب دستکار ہے

دار و مدار کون و مکاں تیری ذات ہے
تجھ سے ثبات گردش لیل و نہار ہے

گر چند روز اور جہاں میں جئے تو کیا
تیرے بغیر دار جہاں مثل دار ہے

روئے نبی کا مجھکو تصور ہے ہر گھڑی
فضل خدا سے دل مرا آئینہ دار ہے

پر دیں بہت ہے عاصی و درماندہ یا نبی
تیری نگاہ لطف کی امیدوار ہے

کس واسطے زمانہ رشک نگارچین ہے
صحرا یہ کس کی خاطر فرش زمردیں ہے

عشق رسول اکرم دل سے ہوا ہی توام
یہ جسم ہی وہ جان ہی یہ نقش وہ نگیں ہے

شیطان سے بچے گر کیا مطمئن ہو خاطر
نفس لعیں ستمگر یک مار آستیں ہے

ہوں گرچہ بتغیرینہ مارا ہے بیکسی نے
پہونچا دے گر مدینہ تو رب العالمیں ہے

واللیل اذا سجی کی تفسیر زلف احمد
والشمس کی مفسر پیشانی مبیں ہے

شمس و قمر سے پوچھو دنیا میں تم پھرے ہو
ایسا کوئی مکرم ایسا کوئی حسیں ہے

نقط دنی سے شاہا یہ ہو رہا ہے پیدا
تو اُس کا ہم نفس ہے وہ تیرا ہمقریں ہے

مینا کے بدلے وہاں پر ہے سلسبیل و کوثر
ساغر ہے تیرا نور ساقی مہ مبیں ہے

ورد زبان گل ہے وہ خاتم الرسل ہی
صل علی سراپا گلشن میں یاسمیں ہے

انجم کے انجمن میں یہ ذکر ہو رہا ہے
تو آفتاب دنیا تو ماہتاب دیں ہے

باد صبا یہ کیا ہے نافہ کوئی پھٹا ہی
دوش نبی نہ ہلتی یا زلف عنبریں ہے

دل ہے سوئے مدینہ جاں کربلا یہ مائل
تن ہند میں پڑا ہی ہر شئے کہیں کہیں ہے

کس شان سے چلے ہیں امت کو بخشوانے
پیشانی ہے کشادہ اور چشم سرگیں ہے

وعدہ وفا کرینگے کوثر یہ وہ ملیں گے
ہمدم ہمیں نبی کی ہر بات کا یقیں ہے

پرویں ہمارے دل میں ورد کی آب و گل ہیں
جز عشق روئے احمد فکر دگر نہیں ہے

سگ در بنکے رہوں آج سے ٹھانا ہے یہی
میں بھی ہوں آل نبی میرا ٹھکانا ہی یہی

آپ کا نام جپوں ہاتھ میں لیکر سمرن
غیر کا ذکر نہ ہو دل میں سمانا ہے یہی

جلوہ خاص سے آنکھیں مری روشن کیجئے
یہی حسرت یہی ارمان تمنا ہے یہی

چھوڑ کر عشرت عالم ترے روضہ پہ رہوں
نفس امارہ کا ہاتھوں سے مٹانا ہے یہی

چشمۂ فیض سے ہو جائے اشارہ ساقی
مے الفت کے پیاسوں کا ٹھکانا ہے یہی

گرچہ ناقابل نسبت ہوں مگر اے شاہا
آپکا فیض بھی اک عام بھروسا ہے یہی

اپنے دیدار سے پرویں کو مشرف کیجے
اصل مقصد ہے یہی اصل تمنا ہے یہی

موثر ہے کہ نالہ بے اثر ہے
مرے دل یا ترے دل کو خبر ہے

زمیں پر تم دماغ افلاک پر ہے
یہ کیا انداز اے رشک قمر ہے

مری دونوں طرف یکساں نظر ہے
زمیں پر تم قمر افلاک پر ہے

لگاؤ تیر مژگاں شوق سے تم
یہ پہلو ہے یہ دل ہے یہ جگر ہے

وہ تنکر چلتے ہیں کس ناز کے ساتھ
یہی نخل جوانی کا ثمر ہے

ادھر ہے خال ادھر ابروئے خمدار
حسینوں کے لئے تیغ و سپر ہے

بڑی مشکل ہے یوں دل چھین لینا
تری باتوں میں جادو کا اثر ہے

جہاں سجدہ میں ہے قبلہ کی جانب
مری خواہش در جاناں کدھر ہے

غم جاناں سے کہتا ہے مرا دل
رہا کر شوق سے تیرا ہی گھر ہے

دلوں میں بھی یونہی ہے آتش عشق
نہاں جس طرح پتھر میں شرر ہے

خدارا شام سے رو و نہ پرویں
ابھی سر پھوڑنے کو رات بھر ہے

پی ہے خوشی سے خوب دوا کا بہانہ ہی
ظالم ہے مست لغزش پا کا بہانہ ہے

تم جانتے ہو نزع میں ہوں درد ہجر سے
بے موت مارتے ہو شفا کا بہانہ ہے

لیتے ہو وصل میں بھی کلیجہ میں چٹکیاں
دیتے ہو مجھکو زہر دوا کا بہانہ ہے

تم دونوں ہاتھ اٹھا کے مجھے خوب کوس لو
میں خوب جانتا ہوں دعا کا بہانہ ہے

مہندی لگا کے لیٹ رہی ہو شب وصال
واللہ غضب کا حیلہ بلا کا بہانہ ہے

مطلوب ہے نثار کرے وہ جان کو
میں جانتا ہوں ناز و ادا کا بہانہ ہے

عادت ہی ہے خدا کی بنانا بگاڑنا
پروینؔ فقط بقا و فنا کا بہانہ ہے

جان آمادہ ہے دم بھر میں نکلنے کے لئے
اجل آتی ہے کہیں ہجر میں ٹلنے کے لئے

تری انگشت حنائی سے مقابل نہ ہوئی
شمع آئی تھی فقط بزم میں جلنے کے لئے

دُہری دُہری ہے محبت میں مصیبت دلبر
یہ ہے بجھنے کے لئے یہ ہی جلنے کے لئے

ہے شب وصل مرے دل میں تلاطم برپا
کشمکش کرتے ہیں ارمان نکلنے کے لئے

خود ہی پژمردہ ہے دل اُسکو نہ کیجے پامال
پاؤں چلنے کے لئے ہیں کہ کچلنے کے لئے

واعظ شہر بھی اک فقرہ میں لغزش کہا جائے
پاؤں آمادہ ہیں ہر وقت پھسلنے کے لئے

زر ہو زیور ہو مکانات ہوں یا اہل و عیال
کچھ کھلونے ہیں یہ بچوں کے بہلنے کے لئے

چڑھ گئے غیر کے ہتھے وہ لگا کر مہندی
عمر بھر اب کفِ افسوس ہیں ملنے کے لئے

ہم کو ہے سینہ بسینہ یہ پرانی تعلیم
جام بھرنے کے لئے خم ہیں اُنڈلنے کے لئے

آگئی بزم میں پروینؔ بھی تو کیا ہے الزام
پاؤں بخشے ہیں خدا نے اُسے چلنے کے لئے

شب وصل ساری بسر ہو گئی ہے
کہا مان جاؤ سحر ہو گئی ہے

محبت خدا جانے کیا رنگ لائے
سنا ہے اُنہیں بھی خبر ہو گئی ہے

قیامت سے بدتر ہے اُن کا بگڑنا
خدائی ادھر سے اُدھر ہو گئی ہے

نہیں مدتوں ہجر میں آنکھ جھپکی
یونہی روتے روتے سحر ہو گئی ہے

اگر آج شب کو نہ آؤ تو جانیں
ہماری دعا کارگر ہو گئی ہے

نظر ہے کہ بجلی نگہ ہے کہ خنجر
پڑی ہے جدھر کارگر ہو گئی ہے

فلک اپنی فتنہ گری پر نہ پھولے
تری آنکھ بھی فتنہ گر ہو گئی ہے

مقدر پہ اپنے نہ ہو ناز کیوں کر
تری ٹھوکروں میں بسر ہو گئی ہے

تصور ہی آٹھوں پہر گیسوؤں کا
یہ کالی بلا میرے سر ہو گئی ہے

مرا منتیں کرنا اور اُن کا کہنا
نہ روکو نہ روکو سحر ہو گئی ہے

نہیں حوصلہ اُس میں پہلا سا پروین
مرے دل کو تیری نظر ہو گئی ہے

جز ترے کبک دری کا سا چلن کس کا ہے
دلکو جو چھین لے بیساختہ پن کس کا ہے

دہر گلزار ہے لیکن یہ چمن کس کا ہے
گل سا رخ کس کا ہے غنچہ سا دہن کس کا ہے

جو سراپا ہے ترا رشکِ چمن کس کا ہے
گل سا رخ کس کا ہے غنچہ سا دہن کس کا ہے

لب پہ گویائی کا قبضہ ہے کہ خاموشی کا
کچھ تو فرمائیے یہ لعل یمن کس کا ہے

جس طرح آئے اُسی طرح چلے جائیں گے
بیوطن کون ہے یہاں اور وطن کس کا ہے

جنکو خط لکھا ہے ہم بھی ہیں خبردار اُن سے
جز رقیب اور لقب مشفق من کس کا ہے

امرا اُسکے ہیں شاکی غربا اس سے تنگ
پہلے کس کا تھا اور اب چرخ کہن کس کا ہے

رخ سمن غنچہ دہن لالہ بدن قد شمشاد
غیر کا ہے کہ مرا کہہ یہ چمن کس کا ہے

مجھکو الزام بہت دیتے ہیں ناصح لیکن
یہ بھی فرمائیں کہ بے داغ چلن کس کا ہے

مجھکو شکوہ نہیں لیکن یہ بتا پروین کو
تیر سینہ میں مرے تیر فگن کس کا ہے

زندگی میں کیا نہ تھا لطف و کرم میرے لئے
روتے ہو کیوں بعد مردن اے صنم میرے لئے

اے منجم اپنے گھر جا بیٹھ آئے گا وہی
ہو چکا ہوگا ازل میں جو رقم میرے لئے

واہ کیا الطاف ہیں مہر و کرم غیروں کا حق
واہ کیا انصاف ہے جور و ستم میرے لئے

گر نہیں اے چرخ یاں رہنے کو چپہ بھر زمیں
ہے ابھی خالی پڑا ملکِ عدم میرے لئے

فتح کر دنیا کو تو اور میں لکھوں تیری ثنا
ہے علم تیرے مناسب اور قلم میرے لئے

تو سراپا حسن ہے اور میں سراپا عیب ہوں
مدح تیرے واسطے ہے اور ذم میرے لئے

کوچہ الفت میں کیا آیا قیامت آ گئی
سینکڑوں خطرے ہیں یاں تیری قسم میرے لئے

بادشاہوں سے کہیں بڑھ چڑھ کے ہے اسکا فقیر
کاسۂ دریوزگی ہے جام جم میرے لئے

سب ہیں داخل اسمیں پرویں میں ہوں وہ ہوں غریب
آ چکا ہے صرف کیا جف القلم میرے لئے

خدا کی دی ہوئی نعمت ہے عقل کام تو لے
نہ کر مضائقہ پینے میں اک دو جام تو لے

نہ کر معالجہ گرتے ہوئے کو تھام تو لے
اگر کلام کی فرصت نہیں سلام تو لے

شب فراق نہ کر اجتناب نشہ سے
اگر تو پختہ نہیں ہے شراب خام تو لے

مرے غبار نے خاک جھونکی آنکھوں میں
کسی طرح ہو رقیبوں سے انتقام تو لے

میں اور آپکی غیبت کروں معاذاللہ
رقیب آ کے مرے منہ پہ میرا نام تو لے

حلال کرنے سے پہلے گناہ ثابت کر
ہمارے باب میں تو رائے خاص و عام تو لے

گر ایک شخص بھی ہو منحرف تو میں ضامن
تو اپنے ہاتھ میں دنیا کا انتظام تو لے

نہ پی سبوئے گلگوں سبھی پلا تو سہی
خدا کے واسطے بوتل سنبھال جام تو لے

ہے میرے ذہن میں پرویں بھی قابل خدمت
امیدواری میں دو چار روز کام تو لے

نہ تنہا سرو قد غنچہ دہن ہے
مرا گل رو سراپا اک چمن ہے

ہجوم حسرت و حرمان و غم ہے
مری خلوت بھی رشک انجمن ہے

نہ بتخانہ نہ کعبہ ہے نہ ہے عرش
مرا دل اُس سہی قد کا چمن ہے

ہزاروں داغ ہیں لالہ کھلا ہے
مرا سینہ عجب رشکِ چمن ہے

جنوں ہوتا ہی چھا جاتی ہی حیرت
کمال عقل اک دیوانہ پن ہے

یہ وحدت سے محبت کے اثر سے
کہ شیریں کوہکن ہے نل دمن ہے

ہی داغ دل اگر خورشید تاباں
تو مطلع اُس کا چاک پیرہن ہے

اگر باقی نہیں ہے وہم ہستی
تو پھر کیوں یہ خیال ما و من ہے

غم الفت غم فرقت غم دل
مرا سینہ ہے یا دار المحن ہے

یہاں کچھ امتحاں دینا ہے ورنہ
فضائے قدس پروین کا وطن ہے

ایسا اللہ کرے نام جفا جو سے نکلے
انگلیاں اُٹھیں زمانہ کی جدھر تو نکلے

اپنی تقدیر کو روتا ہوں تمہارا کیا ہی
رہ گئے کیوں ہوا گر آنکھ سے آنسو نکلے

کس قیامت کی ہی رفتار تری رشک مسیح
مردے جی اُٹھتے ہیں جس سمت جدھر تو نکلے

پردہ پردہ میں کیا کام ہمارا پورا
حضرت دل بھی غرض دشمن پہلو نکلے

بھولے میزان محبت میں تجھے تول لیا
جب مرے دلمیں سے تیر ترازو نکلے

منہ سے اف کر نہ سکی تو تو نے قسم لی ہی
آنکھ سے بھی ستم ایجاد نہ آنسو نکلے

لطف آمیز ستم ہے کہ نہ گھبرا جاؤں
بات وہ کرتے ہیں جس میں کوئی پہلو نکلے

دل وہ کیا دل ہی کہ جس میں غم عشق ترا
آنکھ کیا آنکھ نہ جس میں کبھی آنسو نکلے

گیسو تکتے ہی رہے زلفوں نے کام اپنا کیا
سانپ تو تھے ہی غضب قہر یہ بچھو نکلے

جور تو ایسا کہ جو اُٹھ نہ سکے ہائے ستم
اور یہ تاکید خبردار نہ آنسو نکلے

وہ ستمدوست ہوں کہتا ہوں شب وصل میں بھی
میرے گھر سے نہ الٰہی وہ جفا جو نکلے

زندگی کا مزا آجائے گا اللہ کرے
جان عاشق کی تمہارے تہ زانو نکلے

سچ تو یہ ہے کہ جو میزان نظر میں تولیں
حسن یوسف ترا پاسنگ ترازو نکلے

دل نہ دے بیٹھنا بھولیسے تم اُسکو پرویں
کیا خبر کیسا دل آزار وہ گلرو نکلے

طریق عشق بھی ای دل عجب سنسان رستا ہی
سراسر شہر خاموشاں اسی رستہ میں بستا ہی

نہ آئیں وہ نہ آئیں پر اجل ہی سے کوئی کہدو
کہیں آ جلد ترا مشتاق مدت سے ترستا ہی

بر آئے دیکھئے کس کی تمنا آج مقتل میں
کہ وہ تیغ و سناں لیکر کمر چپکے سے کستا ہی

دل و دین جان و ایمان دیکے گر مانگے تو کیا مانگے
خدا ناکردہ کیا بوسہ تمہارا ایسا سستا ہی

ہماری آہ و زاری میں سدا ساون کا جوبن ہے
کہ اس سے برق گرتی ہی تو اُس سے مینہ برستا ہی

نہ پوچھو کوئے قاتل کا کہ وحشتناک قصہ ہے
کوئی مرتا تڑپتا ہی کوئی سڑتا اُبستا ہی

مژہ کی یاد میں زیر مغیلاں اپنا مسکن ہے
جسے سب خار کہتے ہیں ہمیں پھولوں کا دستا ہی

ہوئے ہم جب سے عاشق اقربا تک ہوگئے دشمن
کوئی بیوجہ لڑتا ہی کوئی ناحق کھنستا ہی

برا ہو سخت جانی کا مرا سر سنگ سے توڑو
تمہاری تیغ ٹوٹی ہی مری خاطر شکستا ہی

کیا کرتا ہی واعظ روز غیبت بادہ خواروں کی
برائی آگ میں کمبخت اپنا منہ جھلستا ہی

ہنسی بھاتی نہیں گردوں کو خاک ہی میں ملاتا ہے
اگر پژمردگی سے بھی کوئی غنچہ بکستا ہی

سہا بھالے کی صورت چرخ پر پروین کی منڈھی تھی
پر اب نا قدر دانوں میں ذلیل و خوار خستہ ہے

کیا پوچھتے ہو ہجر میں کس طرح ہم رہے
صد ہا قلق ہزاروں الم لاکھوں غم رہے

ملنے کی راحتیں کبھی چھٹنے کے غم رہے
دنیا میں جب سے آئے دو عملی میں ہم رہے

جور و جفا سہی کبھی لطف و کرم رہے
ہم تو ہمیشہ تختہ مشق ستم رہے

لاکھوں برس اگر ترے کوچہ میں ہم رہے
عشرت کے دن گزرتے ہیں یوں پھر بھی کم رہے

ساقی کا لطف پیر مغاں کا کرم رہے
جام سفال ہاتھ میں یا جام جم رہے

مطلب یہ ہے کبھی یہ زمانہ رہے فدا
میری بلا سے دیر رہے یا حرم رہے

آئی بہار توبہ شکن جام مے لئے
بالائے طاق ہی مری قول و قسم رہے

گھر کس کا شام کو کبھی مسجد میں پڑ رہے
عاشق کی موج ہے کبھی مندر میں رم رہے

انساں ہنسے تو اتنا کہ آنسو نکل پڑیں
روئے تو اسقدر کہ نہ آنکھوں میں نم رہے

دل میں رہی تو عیب ہے باتوں میں عیب ہے
زلفوں میں کیا مضائقہ گر پیچ و خم رہے

سو خوبیوں کی خوبی ہی معشوق کے لئے
سیدھی نظر کے ساتھ گر ابرو میں خم رہے

تجکو جفا میں ہم کو وفا میں کمال ہے
تم ہم سے کم رہے ہو نہ ہم تم سے کم رہے

عشق بتاں میں چل نہیں سکتا کوئی بشر
گر پاس نام و ننگ اُسے ہر قدم رہے

ناصح تری نصیحتوں کو دور سے سلام
میں باز آیا مجھ پہ ہمیشہ کرم رہے

مرنے لگے بتوں پہ تو مرنے کا خوف کیا
دم ملے عاشقی میں تو ثابت قدم رہے

گستاخی ہو معاف جوانی میں آدمی
ثابت قدم رہا ہے نہ ثابت قدم رہے

زندہ نہ مردہ ناک میں دم ہم تو عمر بھر
برزخ میں درمیان وجود و عدم رہے

الفت میں اچھے اچھوں سے ہوتی ہیں لغزشیں
پاس خرد رہے نہ لحاظ قدم رہے

الفت بڑی تو آپ نے تو کر دیا مجھے
کیا خوب اور حضور ہی ہم کے ہم رہے

غیروں نے تمکو تم نے مجھے پختہ کر دیا
پہلے سے تم رہے ہو نہ پہلے سے ہم رہے

اک سر ہزار سودا کا پڑ کر ویں علاج کیا
پہلا سا دل رہا ہی نہ پہلے سے ہم رہے

کچھ طبیعت آجکل پاتا ہوں گھبرائی ہوئی
شہر بھر میں ہی اداسی ہر طرف چھائی ہوئی

ہائے رے غارتگر صبر و شکیبائی ہوئی
وہ تری ترچھی نظر وہ آنکھ شرمائی ہوئی

ای صبا چلتی ہی کیوں اسدرجہ اترائی ہوئی
کیا نہیں ہے تو وہی اُس گل کی ٹھکرائی ہوئی

وصل میں اچھی طرح جب بادہ پیمائی ہوئی
اُڑ گئی کافور بن کر حیا آئی ہوئی

شب کو جب ابرو و مژگاں کی صف آرائی ہوئی
شوخیوں میں دب گئی شرم و حیا آئی ہوئی

ہائے میری بیقراری اور اُنکا اضطراب
اور چلتے وقت کی باتیں وہ گھبرائی ہوئی

قبر تک پہونچا گئے سارے عزیز و اقربا
آگے آگے پھر رفیق راہ تنہائی ہوئی

ہاں تمہیں پر جان دیتا ہوں تمہیں پہ ہوں نثار
ہاں تمہیں پر ہے طبیعت ٹوٹکر آئی ہوئی

ٹکڑے ٹکڑے ہیں جگر کے شیشہ دل چور چور
یہ قیامت ہے تمہاری چال کی ڈھائی ہوئی

جسمیں طاقت ہی نہ حرکت ہے نہ خواہش ہے نہ جاں
دل نہیں اک لاش ہی سینہ میں دفنائی ہوئی

بیٹھتے ہی بیٹھتے محفل میں بیخود ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے رخصت توانائی ہوئی

خوب و نیدو کہ یہ رشکے سے رک سکتا نہیں
میرے دل پر ہی ابھی غم کی گھٹا چھائی ہوئی

آبدیدہ ہوکے وہ آپس میں کہنا الوداع
اُنکی کم میری سوا آواز بھرائی ہوئی

منتیں کرتا ہوں درگزرو خدارا بخشدو
ابتو نادانی ہوئی یا مجھ سے دانائی ہوئی

شکوہ وعدہ خلافی کا ملا اچھا جواب — پیشگی رکھی تھی اک امید بر آئی ہوئی
حور پر میری طبیعت آئے کیا مقدور ہے — توبہ توبہ یہ بھی تیری طرح ہرجائی ہوئی
خود ہی سوچو دیکھنے والوں کا ہمیں کیا قصور — جب تماشا تم ہوئے خلقت تماشائی ہوئی
رستے رستے پھر جاتا ہوں تری سر کی قسم — یاد آجاتی ہے جب وہ بات سمجھائی ہوئی
دیکے دل غصہ میں واپس اُنکو پچھتانا پڑا — کیا رقم جاتی رہی ہے ہاتھ سے آئی ہوئی
خوش نصیبی اُس جگہ کی تو جہاں رکھے قدم — ریل بھی پھرتی ہے اسٹیشن پہ اترائی ہوئی
جب کہا اُسنے کہ مرتا ہوں تو کوسا اس طرح — تجھکو آئے یا الٰہی غیر کی آئی ہوئی
ربط بڑھنے پر کھلا کرتا ہے کچھ اچھا برا — اس سے کیا ہوتا ہے گر رسمی شناسائی ہوئی

عشق بازی اور شے ہے فسق ہی کچھ اور چیز
نیکنامی کو نہ کہہ پروین کہ رسوائی ہوئی

تم جیسے کہ بے رحم ہو ہوتے ہیں کم ایسے — گردوں نے بھی دیکھے نہیں جور و ستم ایسے
اب وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہوتے ہیں کم ایسے — دشمن کو بھی اللہ نہ دے رنج و غم ایسے
ہوتی نہ شریعت میں پرستش کبھی ممنوع — گر پہلے بھی بتخانوں میں ہوتے صنم ایسے
جنت کی تمنا نہ جہنم سے میں خائف — آزاد نہیں پاتے دنیا میں غم ایسے
واعظ کے تقاضوں سے صنم چھٹ نہیں سکتے — پھرتے ہیں ہزاروں ہی خدا کی قسم ایسے
مخلوق تو سودائی ہے رسوائی کا کیا ڈر — یہاں پاک محبت ہے تم ایسے نہ ہم ایسے
رکھتی ہے قدم بھول بھلیاں میں پڑا دل — ہیں گیسوئے دلدار میں کچھ پیچ و خم ایسے
مے پینے دے معلوم ہے کوثر کی حقیقت — اے واعظ نافہم دے اوروں کو دم ایسے
سر کٹ گیا اور آپکے قدموں کو نہ چھوڑا — رستم نے بھی دیکھے نہیں ثابت قدم ایسے

تا حشر بھی انساں کو مرنا نہیں گویا
انکا سا کوئی شعر نکل ہی نہیں سکتا

افسوس کہ مشغول ہیں دنیا میں ہم ایسے
تھے اگلے زمانہ میں کچھ اہلِ قلم ایسے

پروین نہ کرے شکر الٰہی نہیں ممکن
ماں باپ بھی کرتے نہیں لطف و کرم ایسے

متکبر نہ ہو زردار بڑی مشکل ہے — سب ہے آسان یہ سرکار بڑی مشکل ہے
کفر پر خلق ہے تیار بڑی مشکل ہے — دین بالکل نہیں درکار بڑی مشکل ہے
کیسے ٹیڑھا نہ چلے مار بڑی مشکل ہے — سیدھی ہو زلف گرہ دار بڑی مشکل ہے
اور پھنسینگے وہ کوئی دام میں آنے والے — مرغ دانا ہو گرفتار بڑی مشکل ہے
دل ہے غمناک تو کونین ہے ماتم خانہ — روتے ہیں سب در و دیوار بڑی مشکل ہے
لوگ کہتے ہیں کہ دل اُسکو نہ دینا لیکن — بعد اقرار کے انکار بڑی مشکل ہے
شعلہ حسن تباں پھونک نہ دے عالم کو — سرخ ہیں پھول سے رخسار بڑی مشکل ہے
ان دنوں حضرت یوسف کی وہ نا قدری ہے — نہیں بڑھیا بھی خریدار بڑی مشکل ہے
ملکے رہنا ہی نہیں جانتا یاں اب کوئی — جان و دل میں بھی ہے تکرار بڑی مشکل ہے
نہ تردد کا مزا ہے نہ سکوں کی لذت — کبھی وعدہ کبھی انکار بڑی مشکل ہے
طالب صلح ہو نہیں اور نظر طالب جنگ — رات دن لڑنے پہ تیار بڑی مشکل ہے
ہائے دنیا میں کسی میں نہیں اتنی بھی وفا — جتنا کتا ہے وفادار بڑی مشکل ہے
آج تم تیغ بکف ہو تو صفا چٹ میداں — کون مرنے پہ ہو تیار بڑی مشکل ہے

جنس دل بیچنے کی ہمکو ضرورت پروین
اور معدوم خریدار بڑی مشکل ہے

اے ظالم قفس میں بند مجھکو تو نہ کر پہلے
ذرا جی بھر کے دکھلا دے چمن کو اک نظر پہلے

گیا یہ سوکھ شاید صدمہ فرقت سے اے صاحب
مرا نخل تمنا خوب لاتا تھا ثمر پہلے

وصال یار میں کیسا اذاں کا شور اٹھا ہی
مچاتے تھے نہ غل شب سے کبھی مرغ سحر پہلے

سر میداں برائے امتحاں گر تیغ تو کھینچے
کروں گردن جھکا کر میں تواضع اپنا سر پہلے

تکبر عمر دو روزہ پہ تجکو ہے بہت پروین
محیط دہر میں ڈرتا ہے حق سے بشر پہلے

بشر ہی جب دل آجائے تو یہ مد نظر رکھے
کسی کا ہے یہ خود یا کسیکو اپنا کر رکھے

جہاں تک ہو طبیعت مائل اپنے صلح پر رکھے
بہت اچھا ہی وہ بندہ جو ضبط و درگزر رکھے

امید رحم ایسے پر جفا سے کیا بشر رکھے
اٹھائے خنجر براں اگر تھک کر تبر رکھے

نہ فکر دل رکھے عاشق نہ پروائے جگر رکھے
قدم اس راہ میں رکھے تو بے خوف و خطر رکھے

اگر ہے ہمت عالی غلط ہے لفظ ناممکن
اسی کو فتح ہوتی ہے جو امید ظفر رکھے

سبق لے مکتب الفت میں حسن عشق ابرو کا
کتاب عقل کو پہلے اٹھا کر طاق پر رکھے

نہیں پیدا ہوا تم سا کوئی چالاک دنیا میں
کہ سب سے بیخبر ہو اور پھر سب کی خبر رکھے

عزیزو زندگی میں موت سے ہرگز نہ ہو غافل
مسافر چاہیئے تیار اسباب سفر رکھے

شراب ناب اس سیال شئے کو لوگ کہتے ہیں
کہ جو امرت کی صورت سنکھیا کا سا اثر رکھے

مرے صیاد نے جبرا کسیکو رکھ نہیں چھوڑا
قفس کا در کھلا رکھا سلامت بال و پر رکھے

ہوس بازوں سے کہہ دو عشق میں آفت ہی آفت ہے
وہ الفت میں قدم رکھے جو دل رکھے جگر رکھے

نہ ہو تدبیر کی محنت نہ ہو تقدیر کی حاجت
فقط فضل الہی پر جو دنیا میں نظر رکھے

زیارت کی ہی اُن چیزونکی ہیں نے خواہیں پروین
جنہیں تعظیم دے خورشید آنکھوں پر قمر رکھے

ظالم سوال وصل پہ اک دیر ہاں کی ہی
رخصت جہاں سے ورنہ ترے نیمجاں کی ہی

اس کشمکش میں خانہ خرابی جہانکی ہے
اک فکر ہی زمیں کی تو اک آسماں کی ہی

شاید خرام ناز نے محشر بپا کیا
کیوں زلزلہ میں آج زمیں بوستانکی ہی

روتے ہیں راہگیر بھی سنکر مرا بیان
سارے جہاں میں دھوم یہ آہ و فغانکی ہی

قاصد کی گفتگو میں نہیں سحر کا اثر
نکلی ہوئی یہ بات تمہاری زبانکی ہی

عاشق کو اور غیر کو یکساں تو کہدیا
میری طرف سے شرط مگر امتحاں کی ہی

اُس شوخ کا ہے ساری خدائی کو دلمیں گھر
ترکیب بات چیت کی نرمی زبانکی ہی

سوراخ کرتے رہتے ہیں سینہ میں خدنگ آہ
شامت ہمارے دور میں ہفت آسمانکی ہی

سینہ سے لب تک آنا بھی دشوار ہو گیا
حاجت ہماری آہ کو اب نردبانکی ہی

نقشہ جہاں کا دیکھ لو تم اپنی آنکھ سے
تصویر یہ تو صاف تمہارے مکانکی ہی

اعمال نیک و بد سے ہی پروین بھلا برا
باقی ہر اک کے ساتھ خلش آسمانکی ہی

عمر بھر حیراں رہا ہوں اس دل ناکام سے
قبر میں سونے دے شاید دو گھڑی آرام سے

زندگانی رنج میں گزری دل ناکام سے
بعد مردن قبر میں محروم ہوں آرام سے

وصل کی امید کیا ہو اُس بت گلفام سے
بھاگتا ہو منزلوں جو عاشقی کے نام سے

بیٹھنے پائے نہ محفل میں کبھی آرام سے
ہم تمہارے نام سے اور تم ہمارے نام سے

ناک میں دم ہی ہمارا چرخ نیلی فام سے
دو گھڑی تو بیٹھنے دے ایک جا آرام سے

نوجوانی میں تنفر بادہ گلفام سے
توبہ توبہ کر ستمگر اس خیال خام سے

زندگی میں اے خیال یار حیراں ہی رکھا
قبر میں تو مجھکو سونے دے ذرام آرام سے

بال رخساروں سے جب اُس نے ہٹائے تو کھلا
دو فرنگی سیر کو نکلے ہیں ملک شام سے

خارق اجماع کہلانے سے آخر فائدہ
تیری بابت متفق ہوں میں بھی رائے عام سے

عمر بھر ہمکو رہا ہے میکدہ سے واسطہ
یا وہ گلرنگ سے یا سادۂ گلفام سے

حسن بھی دنیا میں جادو ہے سراپا سحر ہو
جھیلتی ہیں قاف میں پریاں تمہارے نام سے

نام الفت کسقدر منحوس ہے ذکر آتے ہی
ہو گیا وہ شوخ دل آزار دل آرام سے

ٹھیر جاؤ بوسے لینے دو نہ توڑو سلسلہ
ایک کو کیا واسطہ ہی دوسرے کے کام سے

میرے دلبر حال مت ڈالو خدارا گیسوؤ
کوئی نکلا ہی بھلا پھنسکر تمہارے دام سے

کیوں بھوؤں پر ڈالتے ہو بل خدارا بار بار
کام ہی پروین کا کر ڈالو دم صمصام سے

شمع رو کی نہ مجھے یاد دلانے آئے
شمع سے کہدو نہ رو تو نکو رلانے آئے

لے گئی فصل خزاں لوٹ کے سارا جوبن
باغ میں باد صبا خاک اڑانے آئے

عشق صادق نے بالآخر یہ دکھائی تاثیر
کہ میں اُٹھا تو وہ گھبرا کے منانے آئے

قبر میں بھی مجھے آرام سے سونے نہ دیا
شمع کے نام سے یہاں بھی وہ جلانے آئے

شکر ہے پونچھکر آنسو مرے اُس نے یہ کہا
کچھ نہ آیا تمہیں اور اشک بہانے آئے

بات ہی کیا ہی جو بندہ سے ہو جنگ و جدال
غیر گر آپکے گھر چھاؤنی چھانے آئے

گھر سے باہر رہے کل شب کو اور اُس پر یہ ستم
کہ جو گزری تھی وہاں مجھکو سنانے آئے

جلد ہو جائے الٰہی وہ زمیں کا پیوند
جو مرے یار کے گھر مجھکو جلانے آئے

چھوڑ کر تمکو مری روح کرے استقبال | ملک الموت اگر غم سے چھڑانے آئے

انکو یہ ہٹ ہی کہ حاضر ہو یہاں خود پرویں
مجھکو یہ ضد ہی کوئی وہانسے بلانے آئے

ایسے کہاں نصیب ہیں مجھے فتنہ گر ملے
دنیا کی بادشاہی ملے وہ اگر ملے

کیوں دیکھے میری سمت اُسے مجھسے کیا غرض
گر دل سے دل ملے تو نظر سے نظر ملے

جام شراب اُس نے جو منہ سے لگا لیا
قلقل نے دی صدا کہ وہ شمس و قمر ملے

کوچہ سے آگہی نہ مجھے نام سے خبر
کیا مجھکو فائدہ ہے اگر راہبر ملے

جو شخص باز رکھے مجھے راہِ عشق سے
ایسا خدا کرے نہ مجھے راہبر ملے

تن تن کے تمکو چلنا مبارک ہو اے بتو
نخلِ شباب کے ہیں یہ تم کو ثمر ملے

ہرجائی پن کی ہوگئی واللہ انتہا
تم عید کے سوا نہ کبھی اپنے گھر ملے

میں جانتا ہوں شرم و حیا کا بہانہ ہے
دل میں ہے انکے چور تو کیونکر نظر ملے

پرویں لیا زمانہ میں لاکھوں کا امتحاں
بے شر ہوں مجھکو ایسے بہت کم بشر ملے

رکھی ہی عشق میں خالق نے آبرو میری
میں اسکی کرتا ہوں خواہش وہ جستجو میری

بڑا کرم ہو جو ٹھکرائے لاش تو میری
یہ آخری ہے محبت میں آرزو میری

کبھی نہ ہلے بر آئی یہ آرزو میری
کہ ہو بھری ہوئی محفل میں گفتگو میری

پلا دو جام نکل جائے آرزو میری
رہی اسی سے زمانہ میں آبرو میری

نہ بخل کیجیو ساقی تو ایک چلو سے
کہ تیرے ہاتھ ہے محفل میں آبرو میری

پلا اب مجھے کے گلگوں مگر لحاظ رہے
کبھی کبھی نہ پھرے آج آبرو میری

فلک تو پہلے ہی دشمن تھا خیر شکلِ رقیب
زمیں بھی تیری طرح ہوگئی عدو میری

میں ایک حرف غلط تھا جو مٹ گیا تو کیا
کسے غرض جو کرے کوئی جستجو میری

خدا کے سامنے جاؤنگا حشر میں بیداغ
ہوئی ہے صابن توبہ سے شست وشو میری

چمن کی سنتے ہی تعریف جلکے بول اُٹھے
یہ سرخی لالہ میں میری ہے گل میں بو میری

وہ پاکباز حقیقت پرست ہوں پروینؔ
نماز ہوتی ہے مقبول بے وضو میری

لیکر چلا ہے ایدل ناداں کہاں مجھے
رکھے گا اس زمیں پہ کہیں آسماں مجھے

رکھتا ہے دربدر ستم آسماں مجھے
لیجائے دیکھئے مری قسمت کہاں مجھے

جس روز سے کہ میں ترے قدموں سے دور ہوں
سمجھا ہے دوش عمر نے بار گراں مجھے

اتنی سی عمر اور یہ تری چال بازیاں
خود گالیاں دے اور کہے بدزباں مجھے

کہتا ہے رشک مجھکو مقدر کی کیا خبر
لیجائے آب و دانہ یہاں سے کہاں مجھے

برسوں میں آج آئے ہیں آپ اتفاق سے
یارب سنائی دے نہ صدائے اذاں مجھے

اوروں ہی کے نصیب میں ہیں وصل کے مزے
وہ اور اس طرح سے کرے شادماں مجھے

کچھ مجھ سے اپنے دل کی کہو اور کچھ سنو
کیا خوب تم تو کرکے چلے بیزباں مجھے

راحت نصیب ہوتی ہے پروینؔ الم کے بعد
آئینۂ بہار ہے فصلِ خزاں مجھے

دور رہ جامۂ ریائی سے
اس کو کیا بحث پارسائی سے

ناک میں دم ہے کج ادائی سے
مار ڈالا مجھے رکھائی سے

سابقہ رکھو کج ادائی سے
تم کو کیا واسطہ بھلائی سے

بیوفاؤں کی بے وفائی سے
باز آیا میں آشنائی سے
دور کیا اُس کی کبریائی سے
کوئی واقف ہوا نہ کانوں کان
شاید اُس کا مکان ملجائے
میں تو سمجھا ملا ہوا ہوگا
منتوں سے اگر نہ مانوگے
دل لیا ہے تو دلبری بھی کرو
سخت ذلت ہے دربدر پھرنا
تاک میں ہے مرے پلنگ اجل
زندگی روز زک اُٹھاتی ہے

بڑھ گیا غم مری سمائی سے
مجھکو نفرت ہے بیوفائی سے
باز آئے وہ بے وفائی سے
دل اُڑایا ہے کس صفائی سے
میرا مطلب یہ ہے گدائی سے
روز محشر شب جدائی سے
کام نکلے گا ہاتھا پائی سے
تم نرالے نہیں خدائی سے
امن میں ہوں شکستہ پائی سے
ہل نہیں سکتا چارپائی سے
لشکر موت کی چڑھائی سے

قیدی بند زلف ہوں پروین
سخت بیزار ہوں رہائی سے

بعد مدت میرے گھر وہ گلعذار آنیکو ہے
چہرہ پر اڑکر ہوائے زلف یار آنیکو ہے
موت کیا اب اُسکی اے پروردگار آنیکو ہے
غیر معمولی افاقہ ہے دل بیمار کو
پیش آیا عاشقو تقدیر کا لکھا ہوا
کھنچتی ہیں سات دن خنجگی کی سوکھی لکڑیاں

لو مبارک اس چمن میں پھر بہار آنیکو ہے
آفتاب حسن پر ابر بہار آنیکو ہے
روکتا ہوں دلکو لیکن بار بار آنیکو ہے
کون میرے گھر میں اے پروردگار آنیکو ہے
صفحہ رخسار پر خط غبار آنیکو ہے
ہمکو جا نیدو درخت سایہ دار آنیکو ہے

ہو چلی ہی روئے پر انوار پر خط کی نمود — روز روشن پر شب تاریک و تار آئینکو ہی
کیا تعجب کشتۂ فرقت دوبارہ جی اُٹھے — فاتحہ پڑھنے کو وہ سوئے مزار آئینکو ہی
دل کی آمد سنکے یوں گویا ہوا چاہِ ذقن — کیوں نہ شاداں ہوں کہ میرا یار غار آئینکو ہی

ذہن میں موجود رکھ اپنے گناہونکا حساب
دیکھ پروین ایکدن روز شمار آئینکو ہی

یہ ظلم غیر کو بوسے دکھا دکھا کے مجھے — ہمیشہ خوش نہ رہوگے بتو ستا کے مجھے
گراؤ دل سے نہ یوں چہ سر چڑھا کے مجھے — بتو ستاؤ نہ بس واسطے خدا کے مجھے
رہے گا یاد ہمیشہ سوال بوسہ پر — جواب دینا تمہارا جبا جبا کے مجھے
زمیں کا پیٹ بھرا جب نگل لیا مجھکو — دہانِ گور ہوا بند ہائے کھا کے مجھے
دو روزہ عمر میں دنیا کی سیر کر نہ سکا — سلایا قبر میں کیوں زیست نے جگا کے مجھے
نہ کر دغا تری سفاکیوں سے واقف ہوں — زمیں پہ پٹکیگا تو اے فلک اُٹھا کے مجھے
قیامت آگئی محفل میں میرے نالوں سے — نہ بیٹھے چین سے اغیار بھی اٹھا کے مجھے
سحر سے پہلے شب وصل سے یہ مینے کہا — نہ بھولیو للہ یہاں سے جا کے مجھے
اُسے بلائیں کہ جس کے لئے میں روتا ہوں — ہنسائیں دوست نہ بالجبر گدگدا کے مجھے
دیا سلائی جلی شمع کے سبب تو کہا — جلیگی تو بھی یونہی رات بھر جلا کے مجھے
وہ مجھ سا تختۂ مشق ستم کہاں سے لائیں — وہ اپنے ظلم سے نادم ہیں اب بنا کے مجھے

جو ظلم جس نے کیا اسکے سامنے آیا
نہ بیٹھا چین سے پروین کوئی ستا کے مجھے

تم دو گھڑی کو آئے تو کیا آئے کیا گئے — بے فائدہ ستائے ہوؤں کو ستا گئے

بھولے سے بھی اگر وہ مرے پاس آگئے
جان بیقرار کرگئے دل کو جلا گئے

خورشید کی طرح رخ تاباں دکھا گئے
فتنے جو سو گئے تھے اُنہیں بھی جگا گئے

صورت سے آشکار ہے پوچھو نہ شرح غم
صدمے نکل گئے مجھے آزار کھا گئے

اُن سے کہا کہ ہجر سے اب ناک میں ہے دم
ہنسکر کہا کہ تم تو مرے کان کھا گئے

باقی ہے رفتگاں عدم کا فقط غبار
مانند سرمہ چشم لحد میں سما گئے

آنکھیں بچھائی جاتی تھیں جنکی راہ میں
افسوس وقت پر وہی آنکھیں چرا گئے

شوخی چلی نہ داور محشر کے روبرو
فرد گناہ دیکھتے ہی سٹ پٹا گئے

پروین خدا کی شان سلاطین روزگار
اس خاک ہی سے نکلے اسی میں سما گئے

ملے جو موقع ذرا سا بھی گفتگو کے لئے
تو دل کے عرض کروں شرح آرزو کے لئے

نہ جام کے لئے کہتا نہیں سبو کے لئے
اور اس سے کم ہی روا تم سے خوبرو کے لئے

یقیں ہو ملگیا خنجر رگ گلو کے لئے
سپاہی دوڑتے پھرتے ہیں جستجو کے لئے

تو بدگماں نہو ساقی صراحی مے سے
اڑی بھڑی کو لگا رکھی ہی وضو کے لئے

میں اپنے آپ نماز جنازہ پڑھ ڈالوں
جو آب خنجر براں ملے وضو کے لئے

بتوں نے قفل خموشی لگا دیا اس پر
زبان بخشی گئی تھی جو گفتگو کے لئے

اگر ہے طالب عزت تو اپنے گھر سے نکل
صدف کو چھوڑ دیا در نے آبرو کے لئے

ہماری آنکھو نہیں بیٹھو کہ دل نہیں حاضر
گیا ہوا ہی تمہاری ہی جستجو کے لئے

اگر وہ یوسف ثانی نہ آیا سامنے تو لو
کوئیں میں کود پڑونگا میں آبرو کے لئے

قیامت آئی جہاں میں تو اُسنے آتے ہی
سلام کرکے قدم میرے فتنہ جو کے لئے

ہمارے اشک کی پروین بہت حفاظت کر
یہ موتیوں کی ہیں لڑیاں ترے گلو کے لئے

نہ باہر آتے نہ وہ سیر بوستاں کرتے
وگرنہ ہم بھی کبھی حالِ دل بیاں کرتے

ہم اپنے جوشِ جنوں کا گر امتحاں کرتے
پکڑ کے دامنِ گردوں کی دھجیاں کرتے

وہ کہتے ہیں کہ جو تم رازِ دل بیاں کرتے
مری طرف سے زمانہ کو بدگماں کرتے

ہمیں ہے تم سے محبت نہ کیوں بیاں کرتے
یہ کوئی آگ ہی جو راکھ میں نہاں کرتے

وہ مجھ سے کرتے ہیں افسوس ہر سلوک میں بخل
دریغ آتا ہے دنیا کو نیکیاں کرتے

غزل میں طرز و روش کیوں نہو فغانی کی
تمام عمر کٹی ہجر میں فغاں کرتے

مرا ہوا دل امیدوار جی اُٹھتا
اگر بجائے نہیں کے وہ مجھ سے ہاں کرتے

اگر برابری کرتے وہ تیرے عارض کی
تو باغباں گلِ ونسریں کی دھجیاں کرتے

تمہیں سے حال کہا ہی بڑے تقاضوں سے
وگرنہ ہم نہ ملائک سے بھی بیاں کرتے

گناہ کیا ہی جو ہو میری جان کے درپے
ہمیشہ دیکھا ہی تم کو برائیاں کرتے

یہ کیا کہ جب کیا حملہ اُچٹ گئی تلوار
ابھی تو اور ذرا مشق میری جاں کرتے

وہ ساتھ ہی نہ گئے صحنِ باغ میں پروین
کہ بلبلوں سے کبھی ہمنوا بیاں کرتے

کردیا قید غلامی سے گر آزاد مجھے
حشر تک پھر نہ کریں گے وہ کبھی یاد مجھے

تیری فرقت نے کیا شاد سے ناشاد مجھے
عشرت آباد ہوا ہے الم آباد مجھے

پورا پابند نہ کرتا ہے نہ آزاد مجھے
مارتا ہے نہ جلاتا مرا صیاد مجھے

تیری مرضی نہو جب تک نہ کر آزاد مجھے
لیکن ای شوخ بتادے مری میعاد مجھے

کسی طرح تم سے نہو شکوہ بیداد مجھے
ایسے بھولے کہ پلٹ کر نہ کیا یاد مجھے

یوں تو ہر روز کی بھاتی نہیں بیداد مجھے
ذبح کر ڈال خدا را مرے جلاد مجھے

رحم کر یا نگر اس بات کا تو ہے مختار
میں وہ صابر ہوں کہ آتی نہیں فریاد مجھے

ماسوا سے جسے نفرت ہی خدا سے رغبت
ہر تعلق سے بنا دے کوئی آزاد مجھے

کام رکتا نہیں پروین کوئی حاشا للہ
غیب سے آپ پہونچ جاتی ہے امداد مجھے

کسی کی کسی کو محبت نہیں ہے
ابھی اس کی دنیا کو لذت نہیں ہے

اگر تم کو ملنے کی فرصت نہیں ہے
مجھے بھی زیادہ ضرورت نہیں ہے

بہت خوشنما ہے گلستان عالم
مگر سیر کرنے کی فرصت نہیں ہے

بہت سے گھروں میں خزانے ہیں مدفون
نہیں ہی تو کنج قناعت نہیں ہے

کہاں تک نہ بیہوش و بیخود کرے گی
مے وصل ہی کوئی شربت نہیں ہے

خیالات میں اپنے ہوں غرق واعظ
مجھے کہنے سننے کی فرصت نہیں ہے

دکھاتے نہیں شرم سے روئے روشن
کوئی کامیابی کی صورت نہیں ہے

تزلزل میں کس واسطے ہے زمانہ
شب ہجر ہے یہ قیامت نہیں ہے

کہاں لے پری تو کہاں حور جنت
تری اسکی آپس میں نسبت نہیں ہے

مری قمریوں کے سوا کون انساں
یہ شمشاد ہے اسکا قامت نہیں ہے

وہ اٹھے تو لاکھوں ہی فتنے اٹھیں گے
وہ قامت بھی کم از قیامت نہیں ہے

نہ کیوں دل لگے یہاں وہ ہے اور خلوت
یہ حورا نہیں ہے یہ جنت نہیں ہے

جفائیں نہ کیجے نہ کیجے نہ کیجے
تحمل کی اب مجھکو طاقت نہیں ہے

تلاطم میں مصروف ہے قطرہ قطرہ
کوئی شے یہاں بے حقیقت نہیں ہے

جہاں تک بنے تم سے بیدار کر لو
اگر آنے والی قیامت نہیں ہے

لرزتا ہے کیوں ڈر سے اے جسم لاغر
یہ دھڑکا ہے دل کا قیامت نہیں ہے

حسینوں کی چاہت حسینوں کی الفت
مصیبت بھی ہے اور مصیبت نہیں ہے

تمہیں عاشق اور مجھکو معشوق لاکھوں
یہاں آدمیوں کی قلت نہیں ہے

سنبھلکر ذرا ناز و اغماض کیجے
حسینوں کی دنیا میں قلت نہیں ہے

زمانہ میں ہونیکو سب کچھ ہے پردیں
ہمیں کیا امید شفاعت نہیں ہے

تو جو باندھے ہوئے ہتیار رہا کرتا ہے
کیا مرے قتل پہ تیار رہا کرتا ہے

جسکو یہاں حرص کا آزار رہا کرتا ہی
ساری دنیا کا طلبگار رہا کرتا ہے

جو قناعت کا طلبگار رہا کرتا ہے
مال و دولت سے وہ بیزار رہا کرتا ہے

میری آنکھوں میں چکا چوند سی ہو جاتی ہی
جب خیال رخِ دلدار رہا کرتا ہے

وہ یہ کہتے ہیں عیادت کو میں کبتک جاؤں
وہ تو ہر وقت ہی بیمار رہا کرتا ہے

تیری آنکھونکی خطا ہے نہ مرا دل مجرم
خود بخود بھی کوئی بیمار رہا کرتا ہے

بدنصیبی سے بشر ہو جو بشر کے بس میں
وہ تو ہر وقت گنہگار رہا کرتا ہے

کبھی ملنے کی مسرت کبھی ہجران کا الم
اک نہ اک جان کو آزار رہا کرتا ہے

دل کو جاروب قناعت سے صفا رکھ پردیں
خواہشوں کا یونہی انبار رہا کرتا ہے

اُڑ گئی موت بھی کیا پلٹی ہی قسمت میری
کہ شب وصل عدو کی شب فرقت میری

آج یاور ہوئی اک عمر میں قسمت میری
کہ میں روٹھا ہوں تو وہ کرتے ہیں منت میری

وصل تھا مول مرا یا کف پا کا بوسہ
دن بدن آپ گھٹاتے گئے قیمت میری

یہ سمجھنا کہ محبت کا جنازہ اُٹھا
ہو گئی ظلم سے گر مردہ طبیعت میری

حشر پر کون رکھے ایسے ستم کا انصاف
داور حشر نہیں ہو گی قیامت میری

وہاں بھی سب ہو گئے اُس بت کے طرفدار افسوس
نہوئی دادرسی روز قیامت میری

جتنے اوراق تھے سب نامہ اعمال کے صاف
کام آئی دم تحقیق ندامت میری

مجھکو بیمار الم کر کے شکایت یہ ہے
نہ کرے کوئی زمانہ میں عیادت میری

جلد میرا نہوا انصاف یہی منشا ہے
آئی کس واسطے دشمن ہے قیامت میری

خلد آرام نہیں درد و رنج تکلیف نہیں
اُس قیامت کے علاوہ ہی قیامت میری

ذبح کرنے پہ بھی راضی نہیں ہوتا ظالم
کاٹے کٹتی نہیں فرقت میں مصیبت میری

میں نے ہی اُنکو بگاڑا ہے ستم سہہ کر
میں نے ہی ہاتھ سے کھویا ہی حماقت میری

شیشہ دل مرا کیوں سنگ جفا سے ٹوٹا
ذمہ دار اسکی ہی پھوٹی ہوئی قسمت میری

حد سے گزری مری دیوانگی لازم یہ ہے
سارے مجذوب کریں آکے زیارت میری

اس طرح کرتے ہیں بدنام مجھے وہ گویا
سر و آفت سے مرکب ہے شرافت میری

اب سے وحشت کی نہ لونگا یہ رکھیں اطمینان
دیتے ہیں کوہکن و قیس ضمانت میری

حوصلہ ہار گیا جھڑکیاں کھاتے کھاتے
طالب وصل ہوں پڑتی نہیں ہمت میری

حضرت داغ کی تقلید ہی کچھ پیروں
ورنہ کیا چیز ہوں میں اور طبیعت میری

اس درجہ ستم اے ستم آرا نہیں کرتے
جو آپ ہو مردہ اُسے مارا نہیں کرتے

با حوصلہ مطلب کا اشارا نہیں کرتے
اک تم ہو کہ ہر وقت مرے دل کے ہو درپے
احسان کسی کا ہو گوارا نہیں کرتے
اک ہم ہیں کہ مطلب کا اشارا نہیں کرتے

جس امر میں اکبار ہو انسان کو ندامت
بھولے سے بھی وہ امر دوبارا نہیں کرتے

جس طرح سے گرداب میں چھوڑا مجھے تم نے
دشمن سے بھی اس طرح کنارا نہیں کرتے

پہلے ہی سمجھ سوچ کے ملنا تھا مری جاں
نظروں پہ چڑھایا تو اتارا نہیں کرتے

نظروں پہ چڑھاتے ہیں سمجھ سوچ کے عاقل
بے غور تجھے دل سے اتارا نہیں کرتے

ہے سنبل و ریحاں کو مساوات کا دعویٰ
کیوں گیسوئے پیچاں کو سنوارا نہیں کرتے

کیا میری عیادت کو بھی آیا نہیں جاتا
اتنی سی بھی تکلیف گوارا نہیں کرتے

ہیں کوہکن و قیس کی موجود مثالیں
ہم وہ ہیں جو ہمت کبھی ہارا نہیں کرتے

گر راہ میں ملجائیں مدارا تو کریں وہ
پروینؔ سے محبت جو گوارا نہیں کرتے

دلبر نہیں سکتے کبھی پیارا نہیں سکتے
جو بات نہ ہو تم کو گوارا نہیں کہتے

کچھ تمکو بھی پروا نہیں اے دیکھنے والو
احوال کبھی اُن سے ہمارا نہیں کہتے

ہر گو ہر نایاب نہیں اشک کے ہمسر
ہر کرمک شبتاب کو تارا نہیں کہتے

ہم تند فراجی سے لرزتے ہیں یہاں تک
جو کہہ چکے اکبار دوبارا نہیں سکتے

کرتے ہیں تملق وہ مروت کے سبب سے
ہم اتنے سہارے کو سہارا نہیں کہتے

تم اوپری دل سے نہ کرو لطف و عنایت
دنیا میں بناوٹ کو مدارا نہیں سکتے

دل بیچ میں اور چار طرف غمزہ و انداز
اس طرح جو ہارے اُسے ہارا نہیں کہتے

رکھدیتے ہیں تقدیر پہ ہر بات کا الزام
بیداد سے تم نے ہمیں مارا نہیں کہتے

ہر دم مرے مرنیکی وہ کرتے ہیں دعائیں | یہ چارہ گری ہے اسے چارا نہیں کہتے

دل چھین کے دم دے گئے اچھا ہوا پروین
ہم اسکو خسارہ میں خسارا نہیں کہتے

تا زیست یقیں ہے یہ مصیبت نہیں جاتی | عادت ہے تجھے عشق کی عادت نہیں جاتی
جو پڑ گئی انسان میں عادت نہیں جاتی | سو ٹھوکریں کھانے پہ بھی غفلت نہیں جاتی
رُکے سے پریزادونکی الفت نہیں جاتی | جو چیز کہ ہے داخل فطرت نہیں جاتی
سب ہیں مرض الفت دنیا میں گرفتار | اور تجھنے سے حیراں ہے کہ غفلت نہیں جاتی
تو زندہ رہے لاکھ ترے چاہنے والے | ہم جاتے ہیں دنیا سے محبت نہیں جاتی
آنکھیں جو کھلی رہ گئیں جھلا کے وہ بولا | کیوں مر گئے تم جب بھی شرارت نہیں جاتی
میخواری وہ آفت ہے جسے پڑ گیا چسکا | یہ چاٹ کبھی تا بہ قیامت نہیں جاتی
ٹوٹے ہوئے دلکو مری آنکھوں پہ رکھو تم | ٹکڑے بھی ہوں چینی کے تو قیمت نہیں جاتی
یا دور نہو گردوں تو چلی جاتی ہے دنیا | دنیا کی مگر دل سے محبت نہیں جاتی
تم گالیاں دیتے ہو تو پروا نہیں مجھکو | پشتینی جو عزت ہو وہ عزت نہیں جاتی
حیرت سے کہا خلق نے جب وہ ہانسے میں گزرا | یہاں سے تو کوئی جان سلامت نہیں جاتی

پروین ہیں فقط علم و عمل جان کے ہمراہ
برباد کسی طرح یہ دولت نہیں جاتی

ماہ بھی ہے اور آفتاب بھی ہے | اور وہ روئے بے نقاب بھی ہے
یار کو نشۂ شراب بھی ہے | اور پھر مستی شباب بھی ہے
متردد بہت ہیں وہ شب وصل | جاگنا بھی ہے وقت خواب بھی ہے

دور گردوں کا اعتبار نہیں ہوشیار اسکو انقلاب بھی ہے

کشمکش میں ہے عقل و نادانی کمسنی بھی ہے کچھ شباب بھی ہے

پر عرق دیکھکر رخ رنگیں میں نے پوچھا کہیں گلاب بھی ہے

سنے جاتے ہو سر جھکائے ہوئے کچھ مری بات کا جواب بھی ہے

برقع الٹو تو میں گواہی دوں چمن حسن میں گلاب بھی ہے

ہو چکا انتظار تجھسے حد بھی ڈھل گئی رات وقت خواب بھی ہے

دیکھئے وعدہ پردہ آئے نہ آئے دل کو تسکیں بھی اضطراب بھی ہے

دل سے خورشید مات ہے پروین
روشنی بھی ہے آب و تاب بھی ہے

جتنے سہی گئے وہ تری نازنیں سہی اس پر بھی تمکو صبر نہیں تو نہیں سہی

دل کی نہیں ہے قدر تو دلوائیے ابھی یہ تو رہیگا زلف رسا میں کہیں سہی

تھی آرزو کہ بوسہ ماہ تمام لوں اب وہ نہیں تو خیر تمہاری جبیں سہی

کہتے ہو باربار نہیں دل سے واسطہ بیوارثا ہے خیر تمہارا نہیں سہی

جور و ستم تو گزرے ہیں عاشق پہ بیشمار ملزم ہے کوئی تم نہیں چرخ بریں سہی

کندہ کرالیا ہے ترا نام قلب پر میں نے کہا عقیق نہیں یہ نگیں سہی

تنہائی میں کسی سے تو بہلائے دل بشر جب تم نہیں رفیق تو قلب حزیں سہی

دست جنوں کے واسطے لازم ہے مشغلہ دامن نہو تو جیب سہی آستیں سہی

مسجد ہو میکدہ ہو در دلربا کہ دیر
سر پھوڑنا ہے تمکو تو پروین کہیں سہی

نہ آئے تجھے جو شرم منہ کہیں سے — چھپایا کس لئے منہ آستیں سے
اڑایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے — چمن پھر بھی نہ جیتا اس حسیں سے
صبا لادے پتہ اسکا کہیں سے — مرا دل ٹوٹ جائے گا نہیں سے
گئے کیوں الفت دنیا میں دیں سے — ندامت ہے یہ رب العالمیں سے
ہماری کیا خطا گھورینگے بیشک — شکایت کیجے صورت آفریں سے
لکھونگا گردش قسمت کی تشریح — مضامیں آئینگے چرخ بریں سے
خیال یار آنکھوں میں رہا کر — مکاں کی زیب ہوتی ہے مکیں سے
کیا ہے اسنے وعدہ طنز کے ساتھ — نہیں کم اسکی ہاں بھی نہیں سے
ہمیں نے کر دیا بیدرد و سفاک — تمہارا دل بڑھا کر آفریں سے
الٰہی واعظوں کو کیا ہوا ہے — جدا کرتے ہیں یہ دنیا کو دیں سے
اگر اعجاز لب میں شک ہو تمکو — بلا لو عیسی گردوں نشیں سے
خیال زلف دل میں ہے ابھی تک — بچانا مجھکو مار آستیں سے
وہ آئے گا مبارکباد اے دل — ہزار اقرار ظاہر ہے نہیں سے
وہاں یار کو ذرہ سے نسبت — گماں کو واسطہ کیا ہے یقیں سے

مرا ہو خاتمہ بالخیر بر دیں
تمنا ہے یہ رب العالمیں سے

تو نشۂ شباب میں مے کا اثر مجھے — میری خبر تجھے ہے نہ تیری خبر مجھے
ذکر عدو سے باغ میں محزوں نگر مجھے — خلد بریں میں کیوں ہو عذاب سقر مجھے
یکلخت ناامید نہ کر فتنہ گر مجھے — بس ہے جواب صاف میں نیکا ڈر مجھے

آئے ہیں خواب وصل صنم رات بھر مجھے
یارب نہ آئے اسکے سوا کچھ نظر مجھے

میرا خیال غیر کے دل میں پکار اٹھا
کافر کی قبر سے بھی ہے یہ تنگ تر مجھے

اُسکے طلائی رنگ سے میں سیر چشم ہوں
دیکھیں نگاہ رشک سے اہل زر مجھے

تم بزم غیر میں ہو تو دل اُڑ رہا ہے یاں
دیتا ہے بات بات کی لاکر خبر مجھے

نظارہ جمال کا کچھ دن تو لطف لوں
دنیا کو قتل کیجیو ظالم مگر مجھے

میں بہرہ ور ہوں وصل سے رویا کرے رقیب
الفاظ اُسے خدا نے دیئے ہیں اثر مجھے

بوسہ بھی مانگتا نہیں میں خوف قتل سے
تن من کے کیوں دکھاتے ہو تیغ و سپر مجھے

پرویں جو میں نے چشم حقیقت سے غور کی
اُس کے سوا کچھ اور نہ آیا نظر مجھے

دکھی چوری میں جو چشم سرمہ سا پکڑی گئی
وہ تھا چین زلف میں یہ بیٹھا پکڑی گئی

صبح کوئے یار میں باد صبا پکڑی گئی
یعنی غلبت میں گلونکی مبتلا پکڑی گئی

دل چڑھا مشکل سے طاق ابروئے خمدار پر
سو جگہ رستہ میں جب زلف رسا پکڑی گئی

جانکر آنکھیں چرائیں تو نے ہم سے بزم میں
تیری چوری دیکھلی کیا بد نما پکڑی گئی

ہے اسی میں قلب محزوں شرطیہ کہتا ہوں میں
کھول مٹھی تیری چوری مہ لقا پکڑی گئی

مست ہو کر اُسکی خوشبو سے گرا تھا بچ گیا
جب سنبھلنے کو وہ زلف مشک سا پکڑی گئی

ہر طرف صحن چمن میں کہتی پھرتی ہے نسیم
گل سے ہنستی کھل کھلاتی موتیا پکڑی گئی

اپنے ہاتھوں پر لئے پھرتے ہیں وہ ہر دم حلف
آڑ قسمونکی تو مجھ سے بارہا پکڑی گئی

رخ سے گل کو تھا تعلق زلف سے سنبل کو میل
ایک جا گانٹھا اُسے یہ ایک جا پکڑی گئی

یار ہے خنجر بکف اور جان نثاروں کا ہجوم
ہائے یہ کس جرم میں خلق خدا پکڑی گئی

آپ ہی کا آسرا ہے آپ کیجے گا مدد
حشر میں پرویں اگر یا مصطفےٰ بگڑی گئی

دل لے اُڑے یہ کہکے سب مجھے مستعار دے
وہ بیوقوف ہے جو تمہیں پھر اُدہار دے

ساقی شراب ناب دے اور بار بار دے
لیکن نہ اسقدر کہ مری عقل مار دے

سچ تو یہ ہے وہ شخص مرے تمپہ اے بتو
بالکل ہی جس کی قہر خدا عقل مار دے

جاناں بھلے بُرے کا تجھے اختیار ہے
ہستی مری بگاڑ دے یا تو سنوار دے

ملتی ہی آج بوسوں یہ کل شب کے وصل پر
تو نقد دے تو چاہے تو تیرہ اُدہار دے

واعظ مجھے شراب کی شر سے بچا لیا
اسکی جزائے خیر تجھے کردگار دے

جتنا ہی لطف نصف تو ظاہر ہے خلق پر
دس مجھسے دے چھپا کے تو پانچ آشکار دے

مجھکو زکوٰۃ حسن کی دیتے ہوئے بتو
یا یہ دعا تری کہ دل بیقرار دے

پرویں دعا ہیں اسکے سوا اور کیا کروں
دنیا جو ہو مجھے مرے پروردگار دے

تری ابرو جدہر تولے ہوئی شمشیر پھرتی ہے
قضا ڈرتی ہوئی پڑھتی ہوئی تکبیر پھرتی ہے

دعا معزول ہو جاتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے
ہوا میں ماری ماری آہ بے تاثیر پھرتی ہے

چھری چلتی ہے دلبر حلق پر شمشیر پھرتی ہے
وہ جب پھرتا ہے اُسکے ساتھ ہی تقدیر پھرتی ہے

گلے پر یوں گوارائی سے وہ شمشیر پھرتی ہے
زباں پر جس طرح جلاد کے تکبیر پھرتی ہے

مقدر میں جو لکھا جا چکا ہر طرح ملتا ہے
بغل میں لوٹتی ماری ہوئی تقدیر پھرتی ہے

خدا کے واسطے اُس کا مصور کھینچدے نقشہ
مری آنکھوں میں جسکی راتدن تصویر پھرتی ہے

بگڑ کر میری گستاخی سے وہ محفل سے اُٹھا ہے
اگر پھر آئے وہ کافر ابھی تقدیر پھرتی ہے

بہار جانفزا گلزار میں ہر وقت آتی ہے
جوانی جا کے بھی کیا عاشق دلگیر پھرتی ہے

فلک گر خیر چاہے اُس کے رستہ میں نہ حائل ہو
مری آہِ رسا زہ میں لگائے تیر پھرتی ہے

کسے اب یہاں نسا منظور ہے زلفِ مسلسل سے
کہ یہ کندہ پہ لٹکائے ہوئے زنجیر پھرتی ہے

زمیں پر جو تجھے کرنا ہو کر لے جلد اے پروین
کہ دم بھر میں نگاہِ آسمان پیر پھرتی ہے

نہ آیا اور کچھ ہمکو اگر آئی وفا آئی
مگر ہاں تمکو ظلم آیا ستم آیا جفا آئی

شگفتہ ہو گئے دنیا کے دل گلزار ہستی میں
ادب سے پیچھے پیچھے یار کے بادِ صبا آئی

خدا کی شان مدت بعد قاتل نے بلایا ہے
یہ ساری عمر میں آواز حسبِ مدعا آئی

عجب ہے کشتگانِ ہجر قبل از حشر اُٹھ بیٹھے
جو ہی کانوں میں چھم چھم کر کے چلنے کی صدا آئی

الٰہی خیر ہو بدلے ہوئے ہیں یار کے تیور
ستم آیا غضب آیا بلا آئی قضا آئی

چڑھائے آستیں تولے ہوئے خنجر جو وہ نکلا
سرِ تسلیم خم کرتی ہوئی بادِ صبا آئی

خدا کے فضل سے ہم بادہ خوار و نکا تو حصہ ہے
ہوائے خلد تجکو بھی کبھی اے پارسا آئی

ارادہ جب کیا اُس شوخ نے مہندی لگانے کا
تو دونوں ہاتھ باندھے اُسکی خدمت میں حنا آئی

شبِ وعدہ سحر تک وقت کاٹا کروٹیں لیکر
نہ تم آئے نہ حشر آیا نہ عاشق کی قضا آئی

بھی خواہوں کو اپنے کوسنے سے فائدہ آخر
دعا دینی نہ آئی تمکو اُلٹی بددعا آئی

وہ کہتے ہیں عبادت زُہد کا کیا فائدہ پروین
نہ تم کو دستِ غیب آیا نہ تمکو کیمیا آئی

ساری دنیا میں بنا کرتے ہیں گھر پتھر کے
اور ان سنگدلوں کے ہیں جگر پتھر کے

لوگ جس طرح بنا لیتے ہیں گھر پتھر کے
ہیں اسی طور سے سینوں میں جگر پتھر کے

تم بنائے گئے اے رشک قمر پتھر کے
یہ غلط ہے تو یقینی ہیں جگر پتھر کے

پہلے دنیا میں بنا کرتے تھے گھر پتھر کے
اب ہیں انسانوں کے سینہ میں جگر پتھر کے

نہ تو آنکھیں ہیں نہ پاؤں ہیں نہ سر پتھر کے
ہیں اسی طرح سے سینوں میں جگر پتھر کے

دیکھئے غور سے خلقت کو ہی چشموں کا گماں
اور دراصل ہیں یہ دیدۂ تر پتھر کے

کوئی انسان نہیں جسکے نہو دل پہلو میں
قلب سینہ میں تو نکلے ہیں مگر پتھر کے

سخت باتوں سے مرا شیشۂ دل چور نکر
آدمی ہوکے ذرا کام نہ کر پتھر کے

توڑنا پھوڑنا جاندار کو زخمی کرنا
یہ ہی مشہور ہیں دو چار ہنر پتھر کے

آہ و زاری کی بتو انکو نہیں ہوتی پروا
ہائے ان سنگدلوں کے ہیں جگر پتھر کے

مرغ پراں کی طرح سنگ فلاخن خود چلا
میں نے جانا کہ کہیں لگ گئے پر پتھر کے

کس سے دریافت کروں سب کی حقیقت پوچھوں
گرد کیوں پھرتے ہیں کعبہ میں بشر پتھر کے

یہی تذکرہ جابجا ہو رہا ہے
کہ وہاں خون خلق خدا ہو رہا ہی

زمانہ میں ذکر جفا ہو رہا ہی
برا کر رہے ہو برا ہو رہا ہی

جو آتا ہے نذر جفا ہو رہا ہی
بتو کیا یہ قہر خدا ہو رہا ہی

یہ کیسا ستم برملا ہو رہا ہی
اثر الٹا آہ رسا ہو رہا ہی

ہے اس در پہ ساری خدائی کا مجمع
کوئی صدقہ کوئی فدا ہو رہا ہی

مری خدمتوں پر وہ کہتے ہیں الحق
کہ فرض غلامی ادا ہو رہا ہی

بڑھے گا جو بولی وہی مال لیگا
کہ نیلام ناز و ادا ہو رہا ہی

گلا ہے سبب دل کا کیوں گھونٹتے ہو
خفا کر رہے ہو خفا ہو رہا ہی

جو ملتے ہو نرمی سے ہوتی ہے شہرت	بھلا کرتے ہو بھلا ہو رہا ہے
وفا میں کروں تو جفا سے نہ باز آ	مرا اور ترا سامنا ہو رہا ہے

سمجھ میں نہیں آتا یہ بھید پروین
خدا جانے دنیا میں کیا ہو رہا ہے

چاہیے دنیا میں ہو تدبیر ہر تعلیم کی	ہے ضرورت دن بدن لخت جگر تعلیم کی
وہ ہی آئندہ بچے گا خنجر تحقیر سے	پشت پر جس شخص کے ہوگی سپر تعلیم کی
دور دورہ ہے جہاں میں ہر طرف تہذیب کا	دھوم ہے شکر خدا اب گھر بہ گھر تعلیم کی
گر ہوا ذی علم دولہا تم کو سمجھے گا حقیر	تم کو بھی حاجت ہے اے رشک قمر تعلیم کی
ہم نہیں سنتے مگر کہتے ہیں ہم سے آئے دن	فکر کرنی چاہیے شام و سحر تعلیم کی
خود وہ بدقسمت ہے جو اس سے نہ ہو بہرہ ور	ساری دنیا پر برابر ہے نظر تعلیم کی
جب سے سلطان جہاں بیگم نے کی ہے التفات	اور ہی کچھ بڑھ گئی ہے کر و فر تعلیم کی
گر تمہیں جانا ہو دولت گنج اور اقبال پور	جاتی ہے سیدھی وہیں کو رہگذر تعلیم کی

طبقۂ نسواں میں بھی تعلیم ہے پروین ضرور
تجھ سے جتنی ہو سکے تائید کر تعلیم کی

کرے پہلے بڑھ کر شکایت کسی کی	نہیں حشر میں اتنی ہمت کسی کی
جو گستاخ ہو اس سے تیور بدل دے	مروت سے کیا بے مروت کسی کی
ہر اک چاہتا ہے کہ دل نذر کر دے	نہیں پڑتی لیکن یہ جرأت کسی کی
کسی صورت آتا نہیں چین دل کو	چلی آتی ہے یاد صورت کسی کی
نہ دینی ہو گر داد اچھا نہ دینا	سنو تو خدا را مصیبت کسی کی

اسی کی طرف سے ہے نرمی و سختی | نہ عزت کسیکی نہ ذلت کسی کی
گھٹا کیا جو اٹھوا دیا اس نے ہمکو | نظر آ گئی آدمیت کسی کی
کوئی تنگ ہو دل لرزتا ہی میرا | نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی
جو قائل ہو لیجائے گنج سعادت | نہیں کرتی تخصیص رحمت کسی کی
سمجھتا ہو نہیں نفع و نقصانِ الفت | مگر کھینچتی ہے محبت کسی کی
ہر اک اسکے ظلم و جفا کا ہی شاکی | مروت کسیکی نہ الفت کسی کی
نہ آئیں اگر اُن سے کہدیجو قاصد | کسیکو نہیں ایسی حاجت کسی کی
یہیں فیصلہ آپ کر دیجئے میرا | سنے کون روز قیامت کسی کی
لٹا بیٹھے ہم دولت دین و دنیا | نہ توڑی گئی جب مروت کسی کی
پڑی ہی ترے بزم میں نفسی نفسی | نہیں کرتا کوئی شفاعت کسی کی
نہ کی مہربانی جو تم نے کسی پر | بنے گی اسی گھر میں تربت کسی کی
اکیلا سمجھ کے ہمیں ہاتھ ڈالے | زمانہ میں ہے اتنی جرأت کسی کی
مروت میں سو فائدے ہیں یہاں | نہ لے بد دعا بے مروت کسی کی
میں اسکو سمجھلوں وہ مجھکو سمجھ لے | نہ دونوں میں کیجے حماقت کسی کی
فقط نیک اعمال پوچھے گئے وہاں | نہ کام آئی عقبیٰ میں دولت کسی کی
خدا پر نہیں کچھ اثر کرنے والی | سفارش کسی کی رعایت کسی کی

مجھے رات دن یاد آتی ہی ہر دم
ملاحت کسی کی صباحت کسی کی

نہیں یہ صبح صادق کا نشاں ہے | صفائی رخِ روشن کی عیاں ہے

لحد پر آسماں کا سائباں ہے / یہی بس بے نشانوں کا نشاں ہی
غریب بے نشاں کو اب تو دلبر / ذرا پوچھو محبت سے کہاں ہی
قفس میں بند کرتا ہے وہ ناحق / عبث صیاد تجھپر بدگماں ہی
فلک ٹوٹے گا اے صیاد تجھپر / اجاڑا فصل گل میں آشیاں ہی
کھنچے ابرو جو تیرے دیکھے جسنے / کوئی بسمل ہی کوئی نیمجاں ہی

فلک نے کردیا برباد ایسا
کہ چھوٹا تیرا اے پرویں مکاں ہی

فقرۂ زلف کا مضموں نہ کھلا شانے سے / اور مضموں الجھتا گیا سلجھانے سے
مجھکو اپنے سے شکایت ہے نہ بیگانے سے / پھر گئی ساری خدائی تری پھر جانے سے
کیوں نہ مشہور کریں شمع کو پروانے سے / صاف اظہار تعلق ہے پگھل جانے سے
نیند آئی تجھے ظالم مرے افسانے سے / سو گیا میرا مقدر ترے سو جانے سے
مانتا ہوں کہیں ناصح ترے سمجھانے سے / لوگ لاشہ مرا لیجائینگے میخانے سے
بل کی لیتی ہی تری زلف سیہ شانے سے / کیوں الجھتی ہی مجھے چھوڑ کے بیگانے سے
واعظا بہر خدا پند و نصیحت مت کر / میں نہ سمجھوں تو کوئی فائدہ سمجھانے سے
کیوں گل و شمع پہ عاشق ہوں تمہارے ہوتے / یہی بلبل سے کہونگا یہی پروانے سے
مجھسے کچھ ہو نہ سکی پیر مغاں کی خدمت / خم سے محجوب ہوں شرمندہ ہوں پیمانے سے
شب کو تم آؤگے اصرار کی حاجت کیا ہی / بدگمانی مجھے ہوتی ہی قسم کھانے سے
یہ بھی خواہش ہی رخ و زلف نہ چھپنے پائیں / یہ بھی کوشش ہی دوپٹہ نہ ڈھلے شانے سے
نام سنتے ہی مرا ہنسکے کہا جاتے ہیں / وہ جو گلیوں میں پھرا کرتے ہیں دیوانے سے

یوں تو پروین سے کبھی صبر نہوتا لیکن
ضبط کرنا ہی پڑا آپ کے فرمانے سے

یوں مزے لوٹے لب گلفام کے
مرگیا عاشق کلیجہ تھام کے
شیخ صاحب یوں نہ مانینگے کبھی
خوب آدہی رات کو تشریف لائے
زلف میں پھنستے ہی دل نے دی صدا

میکشو کیا دن پھرے ہیں جام کے
آپ عاشق ہیں مگر کس کام کے
ان کو چھینٹے دو مے گلفام کے
آپ تو نکلے ہوئے تھے شام کے
جال کے قربان صدقے دام کے

وقت پر پروین نہیں ملتی مدد
دوست جو ہیں نام کے کس کام کے

روز کرتا ہوں دعا لطف محبت آئے
جاکے اُس بزم میں کچھ بھی نرہا گھر کا خیال
مجھ سے پوچھو نہ مرے درد جگر کا احوال
اپنے بیمار کو تم بہر خدا دیکھ تو لو
بیخودی یاس اجل نزع قیامت شب ہجر
باتوں باتوں میں جو کل اینٹھ گئے تھے تمسے
کج ادائی کی شکایت یہ وہ فرماتے ہیں
ضبط کرنیکو جو کہتے ہو سگئے جاؤ لگا
صرف ہم تم ہیں ذرا اُٹھ کے گلے لگجاؤ
میرے دہوکہ میں گداگر کی صدا پر یہ کہا

شرم آتی ہی جنہیں اُنکو مروت آئے
اپنے آپے میں بھی آئے تو بدقت آئے
کہتے ڈرتا ہوں مبادا مری شامت آئے
کیا عجب شربت دیدار سے طاقت آئے
کیوں نہ گھبراؤں کہ مہمان بہ کثرت آئے
لو مبارک وہی کرتے ہوئے منت آئے
تو محبت کے ہو قابل تو محبت آئے
خیر اسمیں اگر آتی ہی قیامت آئے
ہاتھا پائی کی خدا نا کرے نوبت آئے
کل جنہیں ٹالدیا تھا وہی حضرت آئے

ساری معشوق پڑھیں میرے جنازہ کی نماز
اگر آئے تو جماعت کی جماعت آئے

دونوں معنوں میں ہے مرنیکی مصیبت یکساں
آدمی کی اجل آئے کہ طبیعت آئے

جب مزا آئے شہیدونکو ملیں سرخ کفن
حشر میں دھوم ہو پہنے ہوئے خلعت آئے

جان پر کھیل گیا ہے جو گیا ہے قاصد
منتیں مانی گئی ہیں کہ سلامت آئے

یاد آتا ہے وہ چل چل کے تمہارا کہنا
تجکو شرم آئے صد افسوس نہ غیرت آئے

ہم تو ایمان سے کہتے ہیں نہ دیکھی نہ سنی
ایسی رفتار کہ چلتوں کی طبیعت آئے

سربکف کوچہ دلدار میں جا کر پرویں
شکر صد شکر کہ پھر گھر میں سلامت آئے

اسلام کو رونق ہوئی اسلام عمرؓ سے
کفار عرب کانپ اُٹھے نام عمرؓ سے

دنیا میں اشاعت ہوئی دین نبوی کی
تدبیر ابوبکرؓ سے صمصام عمرؓ سے

یوں خلق کو تقسیم ہوئی بادۂ توحید
سیراب ہوئی خلق خدا جام عمرؓ سے

اس دھوم سے دنیا میں بجا دین کا ڈنکا
ایوانِ فلک گونج اُٹھے نام عمرؓ سے

اشرار جو گردن زدنی تھے اُنہیں مارا
بچکر نہ گیا صید کوئی دام عمرؓ سے

مرقد سے نکل آئیں تو بگڑی ہوئی بنجائے
تکلیف ہے مخلوق کو آرام عمرؓ سے

اس دور اور اُس دور میں کیا فرق بتاؤں
آقا بھی برابر نہیں خدام عمرؓ سے

اللہ رے ترا رتبۂ عالی کہ فرشتے
جھک جھک کے فلک دیکھتے ہیں بام عمرؓ سے

ہر چشم ہے پرنور تو ہر سینہ ہے معمور
تکریم ابوبکرؓ سے اکرام عمرؓ سے

جو ملک دبائے ہوئے پھرتے ہیں سلاطیں
دم بند تھے شمشیر دم آشام عمرؓ سے

حق یہ ہے عجب تیغ شرربار تھی پرویں
کفار کا دم بند تھا صمصام عمر سے

یہ دل بھی تیرے سینہ فگاروں میں ایک ہے | تیر نگہ کے شکر گذاروں میں ایک ہے
ہر صبح مہر ہوتا ہے رخ پہ ترے نثار | ماہ منیر آئینہ داروں میں ایک ہے
گو سینکڑوں میں فرد ہے عاشق ترا مگر | تو ایسا فرد ہے کہ ہزاروں میں ایک ہے
حور و قصور تیرے اشارہ کے منتظر | رضواں بھی تیرے سینہ فگاروں میں ایک ہے
بخشش بھی اک ادا ہے شفاعت بھی اک ادا | محشر بھی اُنکے جلوہ شماروں میں ایک ہے
خوبان روزگار میں اس طرح فرد ہو | جس طرح آفتاب ستاروں میں ایک ہے
اک میں ہوں مجھ سے عاشق شیدا ہزار ہیں | اک وہ ہیں جنکا حسن ہزاروں میں ایک ہے
کیا دن لگے ہیں اسد ناداں کو آجکل | کہتے ہیں اُنکے آئینہ داروں میں ایک ہے
تیرا جمال ہر گل و غنچہ میں جلوہ گر | تیرا کمال ساری بہاروں میں ایک ہے

دیر و حرم میں ایک ہی آیا تجھے نظر
پرویں تری نگاہ ہزاروں میں ایک ہے

تمکین نے شوخیوں کی بڑی روک تھام کی | تجویز ہو کے رہ گئی بالائے بام کی
دل کیوں ہی فکر زلف و رخ سرخ فام کی | کمبخت کیا پڑی ہے تجھے روم و شام کی
امید وصل نے تو بہت روک تھام کی | لیکن ہجوم یاس نے ترکی تمام کی
دیوانہ ہوں سحر کی خبر ہے نہ شام کی | گر ہی تو زلف و عارض خورشید فام کی
ممکن نہیں کہ مفت میں شہرت ہو نام کی | ہاں کام کر کہ قدر ہی دنیا میں کام کی
محشر میں پشیماں ہوں نہ کیوں دھوم دھام کی | بحثیں چھڑیں گی خوب حلال و حرام کی

خود زندہ معجزہ ہے بلاغت کلام کی
عربی نے کل زبانوں کی تر کی تمام کی

مومن ہوں میری دل شکنی کا خیال کر
توہین کب حلال ہے بیت الحرام کی

سنکر مرا فسانہ کہا سب کا سب فضول
سو میں سے ایک دہ تو کہنی تھی کام کی

دیر و حرم میں بٹ گئے ذرات بعد مرگ
مٹی تھی میری جسم میں کس کس مقام کی

فرمان بری تو عقل نہ ہرگز کریگا عشق
آقا سے ہو سکے گی نہ خدمت غلام کی

پروین خلاف جام ہی واعظ تو کیا کروں
جنت میں بھی ہے نہر مے لالہ فام کی

صدا بلند ہے پازیب کی جو ٹھوکر سے
سوا ہے صور قیامت سے شور محشر سے

تمہارے حسن کا چرچا سنا ہے دنیا نے
فلک سے ماہ سے خورشید سے ہر اختر سے

جو خیر جان کی چاہے بچا رہے انساں
کمند زلف سے مار سیہ سے اژدر سے

ستم رسیدہ کو ہے انقلاب کا کھٹکا
تیرے مزاج سے آنکھوں سے چرخ اخضر سے

ملو حقیر سے یہ جانکر کہ ملتے ہیں،
جہاں سے گئے گذرے سے سب سے بدتر سے

تمہارے عشق میں دل بستگی نہیں ہوتی
چمن سے شہر سے جنگل سے بحر سے بر سے

نہ کیوں ہو آنکھ سے دریا کہ اپنے شیدا پر
کبھی وہ کڑکے کبھی گرجے اور کبھی برسے

خدا کے واسطے ساقی ہماری پیاس بجھا
قدح سے جام سے کشتی سے بط سے ساغر سے

وہی بشر ہے جو دنیا میں احتراز کرے
فساد و فتنہ سے جنگ و جدال سے شر سے

تمہارے ابرو و مژگاں ہیں خم ریزہ سوا
سناں سے تیر سے تیغ و تبر سے خنجر سے

جو بد نصیب ہی پروین سنبھل نہیں سکتا
خدا سے وحی سے جبریل سے پیمبر سے

آنسو وہ بہاتے ہیں لپٹے ہوئے مرقد سے
یہ موت مجھے پیاری ہے عمر ابد سے

یہ گردشِ روز و شب آنکھوں نے اڑائی ہے
انداز قیامت نے سیکھے ہیں ترے قد سے

امید ہے بنجائے پھر آپ دوائے دل
جس روز گذر جائے یہ درد مرا حد سے

میں پاؤں تو چومونگا گو مجھ سے بگڑ جائیں
پھر انکو منا لونگا منت سے خوشامد سے

میں بد ہوں کہ بدظن ہوں ہر چاہنے والے سے
تم اچھے ہو حسن ظن رکھتے ہو جو ہر بد سے

عشاق تجھے دیکھیں اک حشر نیا اٹھے
محشر میں قیامت ہو برپا تیری آمد سے

جسنے تیری آنکھوں کی ہے فتنہ گری دیکھی
کیا خاک ڈریگا وہ اس چرخ زبرجد سے

سلطانۂ عالم سے سلطانۂ عالم ہے
نسبت ہے کنیزی کی پروین کو محمد سے

مزا تو جب ہے کہ اسد رجہ چشم تر برسے
نکل سکو نہ رقیبوں کے واسطے گھر سے

قریب سر ہے بلند آب دیدۂ تر سے
نکل کے جائیں تو غیروں کے وعدہ پر گھر سے

مجھے جنون ہوا ہے فقط ترے گھر سے
دوا طلب نہ کرونگا میں غیر کے در سے

اودھر ہے زلف مسلسل ادھر دل بیباک
نیا مقابلہ رستم کا ہے یہ اژدر سے

اشارہ سے دل بسمل کا حال پوچھتے ہیں
علاج زخم وہ کرتے ہیں تیر و خنجر سے

اگر ہے طالب صادق صدا لگائے جا
نصیب کا جو ہے ملجائیگا کسی در سے

گر آدمی ہو تو ہم بھی ہیں آدمی بولو
جو بت نہیں ہو تو خاموش کیوں ہو پتھر سے

ہر اک دل میں ہے الفت تمہارے چہرہ کی
لگی ہے آگ زمانہ میں ایک اخگر سے

وہ آج ہوتے ہیں دنیا میں سبز رنگ نسے
جو کل نہ ہوتے تھے ظلم اس سپہر اخضر سے

جدا جدا تو مہ و مہر کیا مقابل ہوں
نہ نکلیں گے کبھی ملکر بھی یہ برابر سے

کوئی تو آنکھوں میں ہی جسکی پردہ داری ہے
چھپائے بیٹھے ہیں منہ آنسوؤں کی چادر سے

خراج مانگتی ہے آتش فراق تپاں
شرر سے برق سے نار سقر سے اخگر سے

ڈراتے ہیں مجھے پرویں عبث قیامت سے
یہاں ہی سابقہ فرقت میں روز محشر سے

بسا کر عطر میں زلفیں سونگھانا کس سے سیکھا ہے
مرے پر اور سودے لگانا کس سے سیکھا ہے

وہ اک موقع جدا تھا جو کلیم اللہ کو پیش آیا
بتوں نے لن ترانی کا ترانا کس سے سیکھا ہے

ترا اک خالِ عارض اور زمانہ شیفتہ اسیر
یہ دانا ڈال کر مرغی لڑانا کس سے سیکھا ہے

دکھاتی ہے کفِ رنگیں طلب ہے دل کی کیا کہنا
ہتیلی پر کھو سرسوں لگانا کس سے سیکھا ہے

ضرورت ہے مجھے بھی سیکھنے کی میں بھی سیکھونگا
سوال بوسہ پر یہ منہ چڑانا کس سے سیکھا ہے

اگر بالفرض ہم نے رسم الفت غیر سے سیکھی
مگر فرمائیے سارا زمانا کس سے سیکھا ہے

دل عاشق چراؤ آرزو ہے گر چرانے کی
بھری محفل میں یہ آنکھیں چرانا کس سے سیکھا ہے

جو دل بیٹھا تو درد اُٹھا۔ کہو تو اس قیامت کا
بٹھانا کس سے سیکھا ہے اُٹھانا کس سے سیکھا ہے

بڑا ہی ناز ہے اُس شوخ کو اپنے کھرے پن پر
کھرے ہیں تو دل و ایماں چرانا کس سے سیکھا ہے

ترے رونے پہ ہمسائے بھی رونے لگتے ہیں پروین
ارے کمبخت یہ رونا رلانا کس سے سیکھا ہے

۴۴ بنے مخدوم عالم جو ہو خدمتگار حمزہ کا
بڑا ہے قیصر و مغفور سے دربار حمزہ کا

اگر بیمار ہوں چرخ چہارم سے چلے آئیں
مسیحا کو شفا دیتا ہے ہر بیمار حمزہ کا

خدا جانے کہاں تک فیض بخشی کا احاطہ ہے
فلک کا دائرہ ہے نقطۂ پرکار حمزہ کا

چل اے تاریکئ بخت سیاہ تو راہ لگ اپنی
منور تر قمر سے ہے مہ رخسار حمزہ کا

فدا ہی دن کو مہر اور رات کو قربان مہ تاباں
بھرا رہتا ہی ہر دم رات دن دربار حمزہ کا

فرشتوں کا جہاں اے عارفو مجمع نظر آئے
وہی مجلس ہے حمزہ کی وہی دربار حمزہ کا

نہ مارا چاند نے بھی یاں کبھی وقت کے گھائل کو
ہوا جسدن سے تابندہ مہ رخسار حمزہ کا

ہمیشہ اس جگہ سونا مبارک تمکو اے فتنو
محافظ ہی خدائی کا دل بیدار حمزہ کا

اگر ہی صحت کامل کی خواہش درد عصیاں سے
چبا کر نام دل سے اے دل بیمار حمزہ کا

پلٹ کر بھی نہ دیکھیں روضہ جنت کو ای حضرت
اگر حوروں کو آجائے نظر دربار حمزہ کا

مثال کشت زار خشک تشنہ لب ہیں ای پروین
برس جائے ادھر بھی ابر گوہر بار حمزہ کا

۴۴ کاتب کی غلطی سے یہ غزل ردیف الف میں درج ہونے سے رہ گئی لہذا یہاں درج کیجاتی ہے۔

سہرا

برخوردار سعادت آثار فرزند جگر بند میاں سید مشتاق حسین زاد عمرہٗ

سر نوشہ پہ بندھا ہے گلِ تر کا سہرا
اُسکے اوپر ہے دعاؤں کے اثر کا سہرا

دوہرا دوہرا ہو مرے لختِ جگر کا سہرا
ایک پھولونکا ہو اک لعل و گہر کا سہرا

اسکی لڑیوں کو ذرا اپنی شعاعوں سے ملا
دیکھ لے مہر مرے رشکِ قمر کا سہرا

کسقدر رہ گیا اللہ رے محوِ دیدار
رخِ نوشہ سے کسی وقت نہ سرکا سہرا

کھل گئی پھولونکی تقدیر محاسے لسکے
لب و دنداں سے بنا لعل و گہر کا سہرا

صد وہی سال سلامت رہیں مشتاق میاں
اور مبارک ہو انہیں علم و ہنر کا سہرا

ہاتھ میں کنگنا ہے مقیش کا سر پر طرہ
گلِ خنداں کی ہو بدھی گلِ تر کا سہرا

آج وہ روز دل افروز ہے اے دورِ فلک
چاند سے چہرہ پہ ہو نورِ قمر کا سہرا

نظرِ بد کا نہیں خوف ذرا بھی پروین
کہ نگہبان ہے رخِ رشکِ قمر کا سہرا

سہرا

برخوردار سعید و رشید سید میاں انوار الرحمٰن طالع عمرہٗ نائب ناظم

ریاست سوائی جیپور

مبارکباد برخوردار نیک اطوار کا سہرا
کہیں سہرے سے روشن ہی میاں انوار کا سہرا

برس اے ابرِ نیساں موتیوں کی چاہئے بدھی
اُبل اے بحرِ قلزم لا درِ شہوار کا سہرا

یں پڑ رہی ہیں ہر طرف سے روئے انور پر
شعاعیں بن گئیں گویا مہ رخسار کا سہرا

ئے شوق عاجز ہی ہٹائے سے ہٹے کیونکر
کہ عاشق ہو گیا ہی روئے پر انوار کا سہرا

یں ہو جہ لڑیاں جھومتیں چہرہ پہ ہل ہلکر
نظر آتا ہے طالب بوسۂ رخسار کا سہرا

م لینے کو جھکنا چاہتا ہے جھک نہیں سکتا
الٰہی کسقدر پابند ہے دستار کا سہرا

گپ حسن کی مستی سے کیا جنبش ہی لڑیونکو
مگر نقشہ دکھاتا ہے کسی میخوار کا سہرا

حسئے چہرہ نوشاہ سے معلوم ہوتا ہی
بنا لایا ہے گردوں ثابت وسیار کا سہرا

نگاہ شوق آزادی سے پروں جا نہیں سکتی
نگہباں بن گیا ہے دولت دیدار کا سہرا

ائی زن نیک گویا مرد خرد پرور
تعلیم فریضہ ہے ہر نفس مسلمان پر

گوی ہیں صاف اسکی صراحت سے ہے
تعلیم کی خوبی کب محتاج شہادت ہے

تی ہی وجوب علم اس حکم میں شارع کے
تعلیم میں مرد و زن پہلے تو برابر تھے

محض مسلمانونکی ایک جہالت ہی
بے علمی عورت کو کہتے ہیں شرافت ہی

ہی جب اسکی فرمان رسالت میں
پھر اسکے مخالف کی کیا شک ہے جہالت میں

اتنا سمجھ لینا بیجا نہیں عاقل کو
تعلیم وہ دیجائے جس علم کی حاجت ہو

ت کو لڑائی کا فن آئے یہ مشکل ہی
وہ کام نہ کیوں سیکھے جس کام کی قابل ہی

ہیں مرد ونکے مردوں ہی سے ہوتے ہیں
عورت سے جو لیتے ہیں وہ عقل کو کھوتے ہیں

ت کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا
گو مرد ہر اک فن میں بے مثل ہوا و یکتا

ت کے لئے دیکھو کیا علم ضروری ہے
کس علم سے بالفطرت عورات کو دوری ہے

لم ہی وہ دین کا حق جس سے کہ راضی ہے
اک علم ہی دنیا کا جس طرح ریاضی ہے

تعلیم تو دونوں کی دنیا میں ضروری ہے — دونوں کی ضرورت ہر انسان کو پوری ہے

انسان اگر گھر کو ایک کھیت سمجھ لیوے — پھر دل میں یہ خواہش ہو اس کھیت میں پانی دے

تشبیہ ہے یہ ہر گھر میں ہر شوہر و ہر زن کی — ان بیلوں کی جوڑی سے جو پانی لگاتے

اتنا تو پڑھے عورت ہو واقف نیک و بد — ہو رتبہ شناس مرد اور اپنی سمجھے حد

پردہ کی ثنا خواں ہو آزادی کی دشمن ہو — شوہر کی اطاعت سے باہر نہ قدم زن ہو

کچھ علم عقائد ہو کچھ علم مسائل ہو — آداب سے واقف ہو اخلاق پہ مائل ہو

اور طب بھی ضروری ہے اسمیں بھی نہ قاصر ہو — اور گھر کی ضرورت کے ہر فن میں وہ ماہر ہو

اس طرح سے سب سیکھے جس جس کی ضرورت ہو — عورت ہے وہی اچھی جو علم کی مورت ہو

اب دیکھ رہی ہو نمیں احساس ہوا پیدا — تعلیم نسا کا ہے ہر چار طرف چرچا

عورات کو مردونکو یہ فکر ہے دونوں کو — تعلیم ضروری ہے تعلیم ہو بیشک ہو

اور ان کی حمایت پر ایک ذات گرامی ہے — وہ دور کریں گے جو تعلیم میں خامی ہو

سلطان دکن شاہ عثمان علی خاں ہیں — جو فخر سلاطین معنی شاہاں ہیں

تعلیم سے دلچسپی ہر طرح وہ لیتے ہیں — جو ان سے طلب کیجے اس میں وہ دیتے ہیں

وہ فخر اماثل ہیں تعلیم کے حامی ہیں — مشہور سخا میں ہیں اور جود میں نامی ہیں

منبع ہیں مکارم کی معدن ہیں سخاوت کے — عظمت کا مرقع ہیں پیکر ہیں مروت کے

پروین کی دعا یہ ہے خلاق دو عالم سے — وابستہ ہیں امیدیں عالم کی اسی دم سے

تو قایم و دایم رکھ اس ذات گرامی کو
اس مصلح دنیا کو اس دین کے حامی کو

قصاید

میں اور تری حمد خداوند تعالےٰ
حیراں ہوں کہ یہ لفظ ہی کیوں منہ سے نکالا

ہونے ہی کو تھا عقل کا دریا متلاطم
ہونے ہی کو تھی کشتی دانش تہ و بالا

یارب ترے افضال نے ڈرتے کو بچایا
یارب ترے الطاف نے گرتے کو سنبھالا

لیتا ہے کبھی نفس شفاعت کی ضمانت
دیتا ہے کبھی قلب کو غفراں کا حوالا

گہہ خوف نکیرین سے جان ہے تردد
گہہ دہشت محشر سے خرد ہے تہ و بالا

گر باد صبائے شفقت ہو نہ موافق
طوفان تمائل میں رہے کشتی لالا

تو چاہے تو اطلس کے مقابل ہو مرقع
تو چاہے تو کمبل کے برابر ہو دوشالا

گہہ خلعت کاوس کسی جسم میں خرقہ
گہہ ساغر جمشید کسی کف میں پیالا

شوخی کی بھی کچھ حد ہے قلم روک لے پروین
کیا حمد خداوند بھی ہے منہ کا نوالا

ہو دور ساقیا مے خم غدیر کا
اور زمزمہ ثنائے جناب امیر کا

تا بیخودی میں جو مجھے لکھنا ہے لکھ سکوں
خطرہ نہ پاس آئے امیر و فقیر کا

البتہ پاس خاطر احباب ہے ضرور
نوک قلم سے فرض ادا ہو نہ تیر کا

اچھوں کو طعن و طنز سے لازم ہے اجتناب
شیوہ ہے یہ خبیث و ذلیل و حقیر کا

ہاں رفض ہے عداوت اصحاب باصفا
لیکن نہ عشق آل بشیر و نذیر کا

افسوس ہے کہ اب اسے کہتے ہیں رافضی
قائل جو ہو فضائل حضرت امیر کا

حتیٰ کہ بو طفیل سے عالی جناب کو
جو دل سے شیفتہ تھا شہ قلعہ گیر کا

شیعہ لکھا ہے طنز سے فن رجال میں
حتیٰ کہ شافعی سے جلیل الصفات کو
اک حب اہلبیت سے کہتے تھے رافضی
ابتک ہے امویوں کی حکومت کا یہ اثر
مولا کہے علی کو تو بیشک ہے رافضی

حب علی سبب ہے فقط دار و گیر کا
حاصل تھا جس کو مرتبہ مہر منیر کا
یہ اُڑ گیا تھا خوف خدائے قدیر کا
لب تک نہ آئے ذکر حدیث غدیر کا
اللہ رے اعتقاد صغیر و کبیر کا

پڑھ دیں اسی طرح میں تو مطلع اک اور لکھ
ہر دائرہ جواب ہو مہر منیر کا

ادنیٰ سا لشکری بھی جناب امیر کا
خامہ سے کام لیتا ہے پیکان تیر کا

اکثر جگہ فضائل مولا پہ ہے گواہ
فرماں نبی کا حکم خدائے قدیر کا

ہے انما ولیکم اللہ سے عیاں
مخدوم و مقتدا ہے امیر و فقیر کا

کہتی ہے اور آیہ تطہیر صاف صاف
دامن خطا سے پاک ہے حضرت امیر کا

رب جلیل کہتا ہے یتلوہ شاہد
یہ وصف ہے وصی بشیر و نذیر کا

خوشنودی خدا کے لئے وقف ہو گئے
من یشتری وثیقہ ہے فوز کبیر کا

روز مباہلہ یہ ہوا اور آشکار
نفس نبی لقب ہے شہ قلعہ گیر کا

استاد قدسیان فلک بارگاہ ہیں
شاہد ہے اذن واعیہ نور ضمیر کا

دیکھا ہے ان تظاہرا سے تا بمومنین
بے انتہا ہے لطف سمیع و بصیر کا

فردوس میں نوید ھم الفائزون سے
ٹھیکہ ہے نہر شہد کا اور جوئے شیر کا

خیر البریہ ذات ملایک صفات ہے
اللہ رے معاوضہ خیر کثیر کا

رکن رکین آیہ قربیٰ ہے مرتضیٰ
بالکل ہے اتفاق صغیر و کبیر کا

ثابت ہی خوب لحمک لحمی سے اتحاد
مولا علی کا اور بشیر و نذیر کا

مجھ سے علی ہے اور میں علی ولی سے ہوں
روز احد یہ قول تھا حق کے وزیر کا

ہی وصف احب خلق الی اللہ سے عیاں
کیا مرتبہ بلند تھا حضرت امیر کا

زوج بتول والد حسنین ابو تراب
کیا کیا ہو وصف بادشہ قلعہ گیر کا

یارب بروح پاک امام حسن کہ تھا
ہر دم اُنہیں خیال خدائے قدیر کا

یارب بروح پاک شہ کربلا حسین
لاکھوں نہیں جو شکار رہا شمشیر و تیر کا

یارب بروح پاک شہیدانِ کربلا
حملہ تھا جن پہ شام کے جم غفیر کا

پروین کو جلد اُنکی زیارت نصیب ہو
بر آئے مدعا یہ ذلیل و حقیر کا

مرا سینہ ہے مطلع آفتابِ نور عرفاں کا
چراغ طور ہے ہر ذرہ اس بیاباں کا

پڑا ہی جس پہ نور ذات کا پرتو وہ کہتے ہیں
ید بیضا تھا اک ادنی کرشمہ حسن جاناں کا

دل بے آرزو میں یہ تمنا اور باقی ہے
کہ پروانہ بنے اک شب چراغ بزم عرفاں کا

ادھر صحرا اُدھر طوبیٰ ادھر دنیا ادھر عقبیٰ
یہ طعمہ نفس سرکش کا وہ دانہ طائر جاں کا

کہاں کی برق کیسا صاعقہ کیا چیز ہی بجلی
کوئی دیکھے تڑپنا عاشقِ دیدار جاناں کا

بتائیں تو ہمیں دلدادگانِ گلشنِ ہستی
کوئی پتہ بھی ہی ایمن خزاں سے اس گلستاں کا

کھلونے دیکے دنیا ناسمجھ بچوں کو بہلائے
نہیں دلچسپ عاقل کے لئے بازیچہ طفلاں کا

تجلی سے تشفی حضرت موسیٰ کی ہو شاید
یہاں مد نظر جلوہ ہی اُسکے روئے تاباں کا

الٰہی تو ہی تو ہو سامنے اِسجا بھی اُسجا بھی
مبارک زاہدوں کو ہو تمنا حور و غلماں کا

ہزاروں کھائیاں رستے میں لاکھوں خندقیں حائل
مگر اڑتا چلا جاتا ہی گھوڑا شوق و ارماں کا

وہی پھنسے ہیں اس جالمیں جو لکھے بد تر ہیں ۔ نہیں مکڑی سے ممکن روکنا شہباز پراں کا
الگ ہٹ سامنے سے زال دنیا راہ لگ اپنی ۔ مجھے تجھ پر کبھی دہوکا نہو کا ماہ کنعاں کا
میں مرغابی کی صورت خشک رہونگا ہستی میں ۔ نہ اڑنے میں کوئی مانع نہ خطرہ موج وطوفانکا
یہ جو کچھ دیکھتے ہو پردہ در کی جھما جھم ہے ۔ اس آلائش سے ورنہ پاک ہے دل میرا ایوانکا
مرے اوپر ہی اثر دنیائے فانی کا ۔ مرے اندر نہیں رنگ محبت اس پرستانکا
مگر یا انہمہ غافل نہیں انسان پھر انساں ہے ۔ ہمیشہ دغدغا رہتا ہے دل میں نفس وشیطانکا
مگر کیا خوف مجھکو نفس اور شیطانکا جبتک ۔ کہ دلمیں داغ ہے عشق شہ عبدالصمد خاں کا
بیاض صبح اک سادہ ورق انکی مضامیں کا ۔ ریاض خلد اک گلدستہ انکے باغ عرفاں کا
صفائے جاں نمونہ انکے رخسار منور کا ۔ ضیائے قلب پرتو انکے شمع روئے تاباں کا
علوے چرخ اک ادنا سا درجہ انکے مسکن کا ۔ شعاع مہر اک مردہ چراغ انکے شبستانکا
ہر اک شاگرد انکا عامل سر شریعت ہے ۔ حقیقت آشنا ہر طفل ہے انکے دبستاں کا
جلے ہیں عمر بھر سوز محبت میں نہیں بیجا ۔ اگر انپر کریں اطلاق ابراہیم دوراں کا
جہاں ہو رشحہ ریز انکی نگاہ لطف کا بادل ۔ تو پھر دریا نہو محتاج ہرگز ابر نیساں کا
مگر کیا چیز دریا اور کیا ناچیز ہے بادل ۔ دلوں پر انکے صدقہ سے پڑا اینہ نور عرفانکا
چراگاہ ضلالت میں جو کالانعام پھرتے تھے ۔ انہیں دم بھر میں گلزار ہدایت کیطرف ہانکا
وہ قطرہ جاملا دریا میں اور اب انکی فرقت میں ۔ ہمارے آہ و نالہ میں ہے عالم برق و بارانکا

ادب مہر دہاں ہے بس قصیدہ ختم کر پرویں
اور اپنے واسطے تو واسطہ دے شاہ مردانکا

دورہ چرخ میں دشوار ہے دلکو آرام ۔ ہر گل عیش میں ہیں سیکڑوں خار آلام

خوب واقف ہوں تری تفرقہ پردازی سے
کہیں ناہید فسوں گر ہے کہیں تو بہرام

بزم آرا ہو اگر شمس و قمر ہیں ساغر
رزم پیرا ہو اگر راس و ذنب ہیں صمصام

نہ ستمگر تجھے اک شکل پر اک لمحہ قرار
نہ جفاجو تجھے اک طرح پر اک لحظہ قیام

واہ رے تیرا طریقہ کبھی دشمن کبھی دوست
واہ رے تیرا سلیقہ کبھی توسن کبھی رام

سنتے آئے ہیں سلف سے تجھے خودبیں خودرائے
کہتے آئے ہیں خلف سے تجھے خودسر خودکام

خستہ حالوں سے یہ چالیں یہ دغا یہ ایذا
بستہ بالوں کو یہ تکلیف یہ غم یہ ابرام

میں نے کیا تیرا بگاڑا جو بنایا مجرم
میں نے کیا تیرا دبایا جو لگایا الزام

خود زمانہ سے گزر جاؤں اگر ہو ایما
خود گلا کاٹ کے مر جاؤں اگر دے صمصام

کبھی ناقص ترے حرکات سے خورشید منیر
کبھی کامل تری برکات سے ہو ماہ تمام

تو موافق ہو تو شہباز سے افضل عصفور
تو مخالف ہو تو روباہ سے ارزل ضرغام

عالم آشوب و جہاں سوز ترے دو القاب
محشر انگیز و جفاخیز ترے دو سرنام

تیری تدبیر سے ہیں دشت و جبل پست و بلند
تری تاثیر سے ہیں شمس و قمر ناقص و تام

ہاں معاضد ہو مرا تا کہ وہ لالہ رخسار
ہاں معاون ہو مرا تا کہ وہ نسریں اندام

آفت دیدہ و دل نور چراغ محفل
رشک خوبان چگل نو روش و حور خرام

بوسہ بازی سے دل زار کو دے اطمینان
نغمہ پردازی سے بیمار کو بخشے آرام

عطر بیزی سے معطر ہو دماغ افکار
بادہ ریزی سے منور ہو ایاغ افہام

مشک باری سے مسود ہو بیاض قرطاس
نور کاری سے منور ہو سواد ارقام

سلک تقریر میں پائے خرد دور اندیش
ضبط تحریر میں لائے قلم عنبر فام

مدح شاہنشہ ذیجاہ و ثریا درگاہ
میر عثمان علی خاں بہادر صمصام

خسرو ملک دکن جامع اوصاف حسن	دانش آگاہ و ستم کاہ و فلک جاہ و ہمام
آسماں رخش و جہاں بخش و شجاعت پیشہ	چارہ پرداز و سرافراز و ہمایوں فرجام
تاج اعزاز و سراج حشم و نور جلال	اوج دیں صبح یقیں مہر سپہر اسلام
حشمت و شوکت و رفعت تری ادنیٰ سی کنیز	جاہ و اقبال و تجمل ترے ادنیٰ سے غلام
تو جہانگیر و جہاندار و زمانہ چاکر	تو جہاں بخش و جہاں کام و خلائق خدام
ترے اخلاق کی خوشبو سے معطر ہو دماغ	ترے اشفاق کی نکہت سے معنبر ہے مشام
بزم اشعار میں گر صرف گہر ریزی ہو	لے ترے فکر فسوں لے تری رائے الہام
ناسخ نسخہ اعجاز مسیحا ہو سخن	یا سخ گفتگوئے حضرت موسیٰ ہو کلام
تری دانش کے سبب علم فلاطوں معدوم	تری بینش کے سبب فہم ارسطو گمنام
تری شبدیز صبا خیز سے پیچھے رہ جائے	گر چلے برق تپاں رزم میں بنکر صمصام
ادہم وہم کی تازہ اور ترے مرکب کا قرار	توسن فکر کی دوڑ اور ترے اشہب کا قیام
اوج میں چرخ نہم موج میں بحر قلزم	فوج میں اُسکے طلاطم سے جہاں لے آرام
اس قصیدہ سے غرض صرف دعاگوئی ہے	نہ کہ دریوزہ گری سے طلب درہم و دام
تا چمن لالہ و گل سے ہو ریاض فردوس	تا زمیں کے لئے ہے مرکز عالم میں قیام
ترے قدموں سے رہے باغ جہاں تخت بہار	تری برکت سے ملے سارے جہاں کو آرام
سر احباب کو لازم ہو کلاہ اقبال	فرق اعدا کو مبارک رہے تاج سرسام

ہو چکا مختصر اظہار عقیدت پروین
ناپسندیدہ ہے اطناب کرو ختم کلام

مرحبا ساقی خجستہ مقال	العطش العطش تعال تعال

تیری فرقت نے کر دیا بسمل — تیرے دوری میں ہو گیا پامال
تو نہیں ہے تو زیست ہے مشکل — تو نہیں ہے تو زندگی ہے محال
تو نہیں ہے تو خواب و خور ہے حرام — تو نہیں ہے تو رنج و غم ہے حلال
تو نہیں ہے تو ضعف کو ہے عروج — تو نہیں ہے تو زور کو ہے زوال
مجھکو تقدیر نے دکھایا ہے — طپش فرقت بجائے عیش وصال
مجھکو افلاک نے چکھایا ہے — سم قاتل بجائے آب زلال
لیکن اب تو پلائے جا بہیم — جام لبریز و رطل مالامال
تا مرے دل سے محو ہو جائے — ذکر ماضی و فکر استقبال
تا تسلی کے ساتھ لکھا جائے — وصف فرمانده خجستہ خصال
یعنی فخر جہاں نظام الملک — قبلہ گاہ امانی و آمال
روضہ گلستان حشمت و فر — حوضہ بوستاں جاہ و جلال
جس کا طالع فلک غلام ملک — جس کے تابع ظفر مطیع اقبال
رزم میں ہو اگر وہ تیغ افگن — پائے رستم کو شکل پیرہ زال
کوہ دکاں پر اگر وہ ڈالے ہاتھ — اور کر دے جہاں کو مالامال
فلسفے دیکھکر کہے مجبور — کہ خلا کا نہیں وجود محال
جلوہ گستر اگر ہو توسن پر — ہر قدم پر نمود ہو بھونچال
نظر افگن اگر ہو گلشن پر — اک لمحہ میں ہر شجر ہو نہال
اس کی تقدیر ہے وہ مہر نظیر — کہ نہ جسکو ہبوط ہے نہ زوال
اس کی تدبیر ہے وہ بدر منیر — نہ جسے احتراق ہے نہ وبال

اب کے مدحت میں وہ لکھوں اشعار
کہ تڑپ جائیں سنکے اہل کمال

اب کے چڑھ جاؤں چرخ ہفتم پر
اگر کے مہمیز میں سمند خیال

بے نقط لکھوں یہاں سے پرویں شعر
اور دکھا دوں کہ یہ ہے سحر حلال

لاؤ دو کا سہارا مالا مال
ہمدمو دور کر دو درد و ملال

کوہ و صحرا ہرا ہوا سارا
اور کھلا واہ واہ لالہ آل

لکھ دلا مدح سرور والا
ماہر کارگاہ حال و مآل

گر ہو گرم عطا وہ اک لمحہ
کاسۂ ہر گدا ہو مالا مال

درک کامل عطا ہوا اُس کو
اور ارسطو کا سارا علم و کمال

مرا ممدوح سرور عادل
گرہ کار دہر کا حلّال

اُس کا دل محرم عطا و عداد
اُس کا سر مصدر علوم و کمال

گر مددگار ہو کرم اُس کا
ماہ کامل ہو دائما کو ہلال

دورہ مہر و ماہ ہو مادام
سلسلہ وار ہر سرور و ملال

دائما اُس کا دور دورہ ہو
عمر و اولاد ہو سوا ہر سال

مالک الملک کر عطا اُس کو
گوہر و لعل اور حماک و مال

کلک و صمصام اور گوہر کام
طول عمر و وصول علم و کمال

مژدہ باد اے اختر مسعود و بخت سازگار
بوستاں آرزو ہے جلوہ گاہ نو بہار

پھر مرے خلوتکدہ میں ہے وہ طاؤس خرام
پھر مرے عشرتکدہ میں ہے وہ فردوس نگار

حور صورت حور سیرت حور طلعت حور خو
حور تمکیں حور آئیں حور روش حور اقتدار

ماہ آب و ماہ تاب و ماہ رو و ماہ خو
مہ لقا و مہ بہا و مہ ضیا و مہ نثار

اللہ اللہ اُسکا قامت رشک شمشاد چمن
اللہ اللہ اُسکا قد محسود سرو جویبار

زلف مشکیں روئے رنگیں ہالہ و ماہ تمام
روئے رنگیں زلف مشکیں گنج بادآورد و مار

خد والا قد بالا لالہ و سرو بلند
قد بالا خد والا گلبن خلد و ہزار

الغرض وہ اور میں نظارہ و ناز و نیاز
الغرض وہ اور میں تنہائی و بوس و کنار

خوف تقلیب کواکب کچھ نہ بیم آسماں
ذکر تدویر زمانہ کچھ نہ فکر روزگار

واہ رے بخت سعادت انتما بل بے نصیب
دل سے وہ خواہاں مرا جانسے میں اُسکا خواستگار

اور اُس بزم طرب انگیز میں میری زباں
نغمہ ریز مدحت فرماندہ والا تبار

شہر جیپور کا تفاخر اور ریاست کا فروغ
راجپوتانہ کی رونق ہند کا عز و وقار

یعنی فیاض علی خاں بہادر با شکوہ
داور خورشید منظر افتخار روزگار

عمدۂ اہل زمانہ زبدۂ اہل زمن
صاحبِ افلاک حاجب اکب گردوں سوار

ماہتاب آسمان رزم و بزم و احتشام
آفتاب خاندان نجد و مجد و اعتبار

قلزم داد و دہش اُسکا اگر ہو موجزن
ساحل امید سے ہو ایک عالم ہمکنار

مدحت غائب میں پرویں نغمہ سنجی تا کجا
مدحت حاضر میں لکھوں مطلع گوہر نگار



مطلع

گر تری دو انگلیاں بھی ہوں علم ہنگام کار
لشکر اعدا کو لا کر دیں مثال ذوالفقار

وسعت ما در دگہ میں تیری شمشیر تپاں
برق ریز و برق تیز و برق تاز و برق بار

فسحت آوردگہ میں تیرا شبدیز رواں
برق رنگ و برق ہنگ و برق سنگ و برق کار

ہمت مردانہ تیری جنگ و میداں کا بناؤ
تیغ کی ہتھنی عروس فتح و نصرت کا سنگھار

جتنے عرصہ میں اٹھائے ابلق چرخ ایک گام
تیرا توسن کا وہ عالم کر آئے لاکھ بار

گوہر درج جلالت تیری ذات نور پاش
اختر برج شرافت تیرا نام نور بار

تجھ سے حوا تک مسلسل راستگاران کریم
تجھ سے آدم تک مسلم جاہ مندان کبار

ہوں سدا تجھکو مبارک یہ خطابات بلند
اور ہو بنیاد ایوان مسرت پائدار

تو رہے ممتاز دولت تو رہے مختار ملک
روز افزوں احتشام و روز افزوں اقتدار

تہنیت نامہ لکھا ہے مدحگر نے مختصر
تا نہ ہو تطویل بیجا خاطر اقدس پہ بار

جو تمنا ہو تری بر آئے وہ قبل از دعا
بہر ختم المرسلیں و بہر اصحاب کبار

رباعیات

یا دغدغہ گنہگاری نہ رہا
یا ہم کو جہاں میں خوف باری نہ رہا
توبہ تو ہے زبانپہ جاری پر یوں
توبہ کا اثر دلوں پہ طاری نہ رہا

رباعی

فیشن میں ترقی کے ہوئے ہم جویا | معراج شرافت تھی اس میں گویا
کچھ اور تو پروین نہ کمایا اس سے | جو اپنی گرہ میں تھا اُسے بھی کھویا

رباعی

اے تازہ نہالو نہ اُجاڑو دیں کو | دنیا کے لئے یوں نہ بگاڑو دیں کو
پالیسی ہے سمجھے ہو جسے تم اخلاق | اخلاق کی جھاڑو سے نہ جھاڑو دیں کو

رباعی

ہمپایہ دل و دانش و ایمان میں نہیں | جو وصف ہیں مردوں میں وہ نسواں میں نہیں
کیا آیہ۔ الرجال قوامون | اے دورِ جدید تیرے قرآں میں نہیں

رباعی

منصور کا یہ قول تھا ہر انساں سے | دو جسم سنبھل سکتے نہیں اک جاں سے
یا حق کا طلبگار ہو یا ناحق کا' | یا جاں سے ہاتھ دھولے یا جاناں سے

رباعی

جب شوق ہوں موجود کمانا باقی | رہتا نہیں اس ڈھنگ سے پیسہ باقی
بے آمدنی خرچ کریں گر پروین | دریا میں رہے نہ کوئی قطرہ باقی

رباعی

بتخانہ میں کچھ پردہ نہیں ہے ہم سے | مسرور رہا کرتے ہیں جام جم سے
شیخ آئے تو اٹھ جاتے ہیں ساغر پروین | چھپ جاتی ہے دخت رز نامحرم سے

رباعی

تقلید ہے تحقیق مسائل کی جگہ
چھینی ہے رذائل نے فضائل کی جگہ
کیا مسخ ہوئی عقل کہ پرویں علما
سمجھاتے ہیں لٹھیا سے دلائل کی جگہ

رباعی

ہم خار ہیں یا شاہ گلِ تر ہیں آپ
ہم ذرہ ہیں خورشید منور ہیں آپ
ہر حال میں پرویں ہے غرض نسبت خاص
ہم آپ کی امت ہیں پیمبر ہیں آپ

رباعی

تم لعل درخشاں کو یمن میں دیکھو
اور گوہر غلطاں کو عدن میں دیکھو
پرویں گلِ خنداں کو چمن میں دیکھو
بقدری ہر اک شے کی وطن میں دیکھو

رباعی

تھا عہدِ قدیم صرف غمزہ و ناز
اور دورِ جدید کی ہے قومی آواز
ہیں وسط میں واقع ہوں لہذا پرویں
دونوں سے ملا جلا ہے میرا انداز

رباعی

جس وقت وہ بے حجاب ہو جاتا ہے
اور رخ سے جدا نقاب ہو جاتا ہے
جس ذرہ پہ پڑ جاتا ہے پرتو پرویں
وہ غیرت آفتاب ہو جاتا ہے

رباعی

جو خلق میں کامیاب ہو جاتا ہے
عادات میں انقلاب ہو جاتا ہے
ہو جاتا ہے جبکہ خاکساری میں کمال
خاک رہ بوتراب ہو جاتا ہے

رباعی

یہ ہم کو جلاتی ہیں جلائے گی انہیں
ایسے ہی خیال میں نہ لائے گی انہیں
جس طرح بناتے ہیں ہمیں یہ احمق
کل انکی بھی اولاد بنائے گی انہیں

رباعی

دل پردہ میں رہتا ہے جگر پردہ میں
اور سر میں دماغ سر بسر پردہ میں
وہ جسم میں گھر میں یہ ریاست کا نشاں
محفوظ ہوں عورات اگر پردہ میں

رباعی

یا خلق خدا شاد رہے ایسا ہو
یا خلق سے آزاد رہے ایسا ہو
ایسا ہو کہ ویسا ہو غرض جیسا ہو
یہ شرط ہے مٹھی میں مگر پیسا ہو

رباعی

بچوں کو دل و جان سے بہتر سمجھو
بالغ ہوں تو پھر اُن کو برادر سمجھو
اور جب ہو تن و توش میں وہ تم یکساں
اولاد کو دشمن کے برابر سمجھو

رباعی

خورشید کو نور سحری سے پوچھو
اور بدر جبیں کو انوری سے پوچھو
صراف ہیں ہم نقد سخن کے پرویں
جوہر کی شناخت جوہری سے پوچھو

رباعی

الفت بھی عجب آفت جاں ہوتی ہے
آتش کی طرح دل میں نہاں ہوتی ہے
یاد آتا ہے پھر شہر مدینہ پرویں
جب وعظ میں تعریف جناں ہوتی ہے

رباعی

مضطر ہو سفر میں نہ کبھی گھر کے لئے
گر چاہتا ہو تاج میں رہنا پرویں
پردیس وطن ہے اہل جوہر کے لئے
لازم ہے فراق بحر گوہر کے لئے

رباعی

اللہ رے اقبال شہانہ میرا
ہوں زمزمہ سنج نعتِ احمد پرویں
سر تاج فلک ہے آشیانہ میرا
ہے طائرِ سدرہ ہم ترانہ میرا

رباعی

تحقیق کا طالب ہے انسان ہو وہی
حق گوئی میں کیا وجہ خموشی پرویں
یکساں ہو دل و زبان مسلماں ہو وہی
میداں میں چلے خنجر براں ہے وہی

رباعی

حقا کہ خوشامد کا نہ کرنا بہتر
بیباک ہوں یہ قول ہے میرا پرویں
سو مرتبہ دنیا سے گزرنا بہتر
انسان منافق ہو تو مرنا بہتر

قطعہ

پہلے بیمار ہوئے نزع میں بیہوش ہوئے
الغرض آئی پریشانیاں پیش آئیں جب
مر گئے غسل کیا بعد کفن پوش ہوئے
بار احسان عناصر سے سبکدوش ہوئے

رباعی

انگور پئے بادہ لے باغِ زر سے
اندھیر ہے دنیا میں تو لے روشن دل
کر خلق کو مخمور ایاغ زر سے
عزت کو تلاش کر چراغِ زر سے

رباعی

دھل جاتے ہیں جو داغ ہوں آب زر سے
چھپ جاتے ہیں سب عیب حجاب زر سے
اللہ رے زر سرخ کی گرمی پروین
فولاد پگھل جاتا ہے آب زر سے

رباعی

کہتا ہے کوئی علم و ہنر بہتر ہے
کہتا ہے کوئی عقل و نظر بہتر ہے
اور تجربہ کاروں سے جو پوچھا جا کر
سب متفق اللفظ ہیں زر بہتر ہے

رباعی

کچھ حسن فرنگ نے نمک پاشی کی
کچھ بیٹھے بٹھائے سوجھی اوباشی کی
پردہ کی مخالفت کی تہ میں پرویں
تمہید ہے تہذیب سے عیاشی کی

رباعی

ہم پہلے تو مستور تھے پردہ میں نہیں کے
اور بعد فنا جائینگے پردہ میں زمیں کے
پردہ میں ہمارے ہے فقط قوم کا پردہ
پردہ جو ہوا فاش رہو گے نہ کہیں کے

رباعی

ہر جا نہیں تقلید کی عادت اچھی
دانا کو ہے عاقلانہ جرأت اچھی
پہلوں ہی کی تقلید جو کرتے نواب
جیپور کی ہوتی نہ یہ صورت اچھی

رباعی

تم غور سے دیکھوگے اگر کار جہاں
دو طرح کے پاؤگے تم اس میں انساں
اک وہ کہ نہ اپنی نہ زمانہ کی خبر
اک وہ کہ انہیں آئینہ کل کون و مکاں

رباعی

ہر دشت میں ہو خاک شفا ممکن ہے — ہر بحر میں ہو آب بقا ممکن ہے
ہر شعلہ میں ہو نور الٰہی دشوار — ہر شعر ہو لاجواب ناممکن ہے

رباعی

واجب ہے ہمیں مرشد کامل کی تلاش — لازم ہے مسافر کو ہو منزل کی تلاش
بے مغز جو ہو جائے وہ بمغز و نہیں — جو صاحب دل ہو وہ کرے دل کی تلاش

رباعی

جسکو ہے یہاں آل عبا کی تقلید — اصحاب کبار باصفا کی تقلید
اور پیش نظر رکھتا ہے قرآن و حدیث — وہ کرتا ہے شاہ دوسرا کی تقلید

رباعی

جو شخص کہ ہو آل عبا کا دشمن — حضرت کا وہ دشمن ہے خدا کا دشمن
ہم دوست ہوں کس طور سے اسکی کہ وہ ہے — ہر مومن پاک باصفا کا دشمن

ترجیعات

حل کرو مشکل کو میری یا علی مشکلکشا

فلک بکینہ پلنگ است یا علی مددے — مصاف شیشہ و سنگ است یا علی مددے
زمین چو کام نہنگ است یا علی مددے — نفس بسینہ خدنگ است یا علی مددے

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

اخیر سہنے کی حد بھی ہی میں سہوں کیونکر
جگر ہے سنگ نہیں مضطرب نہوں کیونکر
جو چپ رہوں میں ہمیشہ تو چپ رہوں کیونکر
ادب ہے مانع اظہار میں کہوں کیونکر

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

ہزار حیف کہ صاحب نظر نہیں کوئی
مرا معالج درد جگر نہیں کوئی
دعائیں لاکھوں مگر با اثر نہیں کوئی
مرض تو سخت ہی پر چارہ گر نہیں کوئی

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

مرض ہے اور کوئی کہتا نہیں دوا یہ ہی
ڈبوئیگی مجھے قسمت کہ نا خدا یہ ہی
قریب موت کے ہوں دن بدن شفا یہ ہی
تمام شکوہ شکایت کا مدعا یہ ہے

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

سحاب برکت و رحمت جو متصل برسے
یہ آرزو ہے کہ آؤں نجف کو میں سر سے
نصیب حج و زیارت ہوئی مقدر سے
مگر موانع ہیں۔ کیونکر نکل سکوں گھر سے

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

حواس کیسے ہوں قایم بجا نہیں صحت
مرے معالجہ سے تنگ آ گئی حکمت
گئی مزاروں پہ بھی اولیا کے بدقسمت
بہت ہوا تو فقط یہ کہ ہو گئی خفت

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

میں اپنی جان سے بیزار ہوں خدا کی قسم
عجب بلا میں گرفتار ہوں خدا کی قسم
بہت ہی بیکس و لاچار ہوں خدا کی قسم
تمہارے ہوتے ہوئے خوار ہوں خدا کی قسم

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

حضور فرض بزرگی کو یوں ادا کیجے
کہ میرے واسطے اللہ سے دعا کیجے
مجھے شفا کی طلب ہے شفا عطا کیجے
کوئی غریب کی سنتا نہیں ہے کیا کیجے

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

یہ آرزو ہے دل مبتلا میں لے شہ دیں
کہ آکے روضۂ اقدس پہ با دلِ غمگیں
بہا بہا کے سرشک اور رگڑ رگڑ کے جبیں
بلند نالہ و فریاد یوں کرے پروین

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علی مددے

المدد یا غوثِ اعظم دستگیر

فخر عالم مددے مقصد پاکاں مددے
دستگیر عرب و روم و خراساں مددے
شرف جاں مددے عزت ارکاں مددے
ہمہ دشوار بود پیش تو آساں مددے

غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

نفس سرکش نے مجھے مار لیا اے شہ دیں
نہ رضا ہے نہ قناعت ہے نہ صبر و تمکیں
اک فریجان ہی اور سارے جہانکی نفریں
کسی پہلو کسی کروٹ نہیں دل کو تسکیں

غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

آپکے روضۂ اقدس پہ سپہر گرداں
میں بھی مشتاق زیارت ہوں شہ کون و مکاں
مہ و خورشید کے مانند ہی دل سے قرباں
اسی امید میں ہی صبح و مسا ورد زباں

غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

جسقدر شوق زیارت ہی مجھے روشن ہے
خلد بغداد کا ہر کوچہ و ہر برزن ہے
راہ کا وادی پرخار مجھے گلشن ہے
سچ تو ہے کیوں نہو جب آپکا وہ مسکن ہے

غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

آپ کے روضہ اقدس کا غبار اے شہ دیں
ایک ایک ذرہ ہی غیرتِ دہ خورشید مبیں
بیشک و شبہ ہے گلگونہ رخسار یقیں
آسماں سے بھی ہی بالا در والا کی زمیں

غوث اعظم ہمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

شمع کی طرح سے گریاں ہوں سمندر کی قسم
سوز غم سے ہیں بھنکی شعلۂ آذر کی قسم
ابر نیساں سے سوا آنکھ ہی گوہر کی قسم
بدنصیبی سے ہے سب کچھ یہ مقدر کی قسم

غوثِ اعظم ہمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

دلمیں جو کچھ ہے تمنا وہ بر آئے کیونکر
چرخ کو طرز وفا کوئی سکھائے کیونکر
کوئی بگڑی ہوئی تقدیر بنائے کیونکر
یہ جفا کار رہے ظالم نہ ستائے کیونکر

غوث اعظم ہمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

بمبئی سے ہوں کسی مرکب آبی پہ سوار
تندرستی کی ہوا پائے جو جان بیمار
بنکے دجلہ میں روانہ ہو جہاز ا بر بہار
ہو کے قرباں در عالی پہ کرے عرض یہ زار

غوث اعظم ہمن بے سر و ساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

سیکڑوں فکریں ہیں اور ایک پریشان خزیں
جاتے ہیں اُس فلک قدس پہ سب اہل زمیں
جلتے جلتے مرا تن خاک نہو جائے کہیں
کیا فقط حاضری میرے ہی مقدر میں نہیں

غوث اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ہند سے لیچل اڑا کر تو بجھے بادِ صبا
گرد کی طرح پرکاہ کی صورت پہونچا
اے زمیں تو ہی ذرا ب جیسے کہوں چکر کھا
گیا کیا جائے کہ کوئی نہیں میری سنتا

غوث اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

دل میں جو شوق ہے پر دیں سے رقم ہو کیونکر
کیفیت قلب کی تفویض قلم ہو کیونکر
وہاں نہ حاضر ہو تو کم درد والم ہو کیونکر
آپ چاہیں تو نہ معدوم یہ غم ہو کیونکر

غوث اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

یامعین الدین چشتی المدد

بود در حکم تو خوبی و زشتی
کہ یک شد دوزخی دیگر بہشتی
برومند آمدہ نخلے کہ کشتی
فنا گردید ہر کس را ہشتی

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

شب تاریک اور امواج برپا
تلاطم چار جانب محشر افزا
برابر جوش میں ہر سمت دریا
خدا را اے شہ دنیا و عقبےٰ

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

نہ اپنوں سے مجھے امید الفت   نہ بیگانوں میں باقی ہے رفاقت
ہوا اندر خزاں باغ محبت   زمان زندگی ہے اک مصیبت

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

نہ صحت ہے نہ راحت ہے نہ فرصت   نہ شادی ہے نہ عشرت ہے نہ فرحت
نہ اطمینان قلبی نے مسرت   جدھر دیکھو ادھر حسرت ہی حسرت

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

کہاں جاؤں فلک ہے دشمن جاں   زمیں در پے مثال چرخ گرداں
غرض ہر وقت رہتی ہوں پریشاں   ہزاروں کاہشیں اور اک میں حیراں

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

سکے کیا حال دنیا کا یہ مضطر   کہ باطن میں ہے خشک اور ظاہر تر
دروں تاریک اور بیروں منور   دلوں میں وہ نہیں جو کچھ ہے منہ پر

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

نہو پروین زیادہ اب تو دلگیر   خدا دیگا ترے نالوں کو تاثیر

کئے جا عرض گر یا در ہے تقدیر ۔ کہ مدت سے ہوں غرق بحر تشویر

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

یا حسین ابن علی میری مدد فرمائیے

ہر ذرہ ذرہ تاب میں ہے ماہ کربلا ۔ طوبیٰ پہ خندہ زن ہے پرکارہ کربلا
کس سے بیاں ہو مرتبہ و جاہ کربلا ۔ میں بھی ہوں جاں نثار و ہوا خواہ کربلا

اب کربلا بلائیے یا شاہِ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

میں ہند سے روانہ ہوئی جانب حجاز ۔ دو ہفتہ کے قریب ہا بحر میں جہاز
آخر ہوئی زیارت جدہ سے سرفراز ۔ پھر اُسکے بعد قصہ حج ہے بہت دراز

اب کربلا بلائیے یا شاہِ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

وہاں سے طواف کعبہ کی عزت ہوئی حصول ۔ سعی صفا و مروہ سے محنت ہوئی وصول
رکن و مقام میں بھی دعائیں ہوئیں قبول ۔ حجر و حطیم پہ بھی ملایک کا تھا نزول

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

باب السلام باب جناں کا نظیر تھا ۔ اور زمزم آب و تاب میں ماہ منیر تھا
مینار جو حرم میں تھا گردوں مسیر تھا ۔ ہر اک مؤذن اس پہ ملایک صفیر تھا

اب کربلا بلائیے یا شاہِ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہِ کربلا

دولت سرائے فاطمہ زہرا کا بھی شرف — حاصل ہوا کہ وہ ہی گھر اور جہاں صدف
اور مولد علی ولی کشتۂ نجف — دیکھا جہاں ملایکہ حاضر تھے صف بصف

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

پھر جنت معلیٰ میں میرا ہوا گذار — اُس فرش پہ تھا عرش آلٰہی کو افتخار
اک گنبد بلند خدیجہ کا تھا مزار — اور دوسری میں آمنہ بی بی کی یادگار

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

اسکے علاوہ اور بزرگانِ ذی حشم — ابائے پادشاہ عرب سرور عجم
ہر ایک اُن میں بحر عطا معدن کرم — ہر گنبد مزار سے چرخ بلند کم

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

وہاں سے زمان حج میں چلے جانب منا — وہاں سے ہوا روانہ عرفات قافلا
وہاں سے وقوف آتے ہیں مزدلفہ میں کیا — اور صبح پھر خیام منا میں ہوئے بپا

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

پھر وہاں سے آکے مکہ میں چندے کیا قیام — شہر مدینہ جانے کا ہر گونہ انتظام

جسدن چلے ہیں مکہ سے اللہ ری دہوم دہام ۔ کچھ فاصلہ پہ شہر سے اکدن کیا قیام

اب کربلا بلا ئیے یا شاہِ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

اک روز رہ کے چلنے لگا آگے قافلہ ۔ منزل پہ گاہ ٹھیر گئے گہ دو منزلہ
ننگی پہاڑیوں کا برابر تھا سلسلہ ۔ تکلیف راہ کی نہ شکایت نہ کچھ گلہ

اب کربلا بلا ئیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

ماہ عزا کی دسویں کو رابغ ہوا مقام ۔ عشرہ کی وجہ سے وہاں اکدن کیا قیام
پھر گیارہویں کو وہاں سے چلا آگے اژدہام ۔ ہر روز دور ہوتی گئی مسجد حرام

اب کربلا بلا ئیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

زائر سب اشتیاق زیارت سے مست تھے ۔ کچھ تو فراخدست تھے کچھ تنگدست تھے
از حد تھے انتظام بڑے بندوبست تھے ۔ مخمور جام بادۂ روز الست تھے

اب کربلا بلا ئیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

القصہ بارہ روز ہوئے راہ میں بسر ۔ یثرب پہ چند میل سے سبکی پڑی نظر
کس شان سے سواد مدینہ تھا جلوہ گر ۔ باغوں میں چہچہاتے تھے شاخوں پہ جانور

اب کربلا بلا ئیے یا شاہِ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

باہر حجاز ریلوے شاہانہ شان سے
مصروف کار ترک بڑی آن بان سے
عظمت عیاں احاطہ سے رفعت مکان سے
تفصیل اُسکی کیجے تو باہر بیان سے

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

اطراف میں فصیل بہت پختہ و بلند
دروازے خوبصورت و مضبوط و دلپسند
مشکل سے پہونچے زور سے پھینکو اگر کمند
ہوتے ہیں سب وہ رات گئے قاعدہ سے بند

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

کنکر کی سڑکیں بچھیں اور اس کے دو طرف
پتھر کی پٹریوں پہ رواں خلق صف بصف
دارین کا جو فخر تو کونین کا شرف
روضہ گہر ہے شہر نبی صورت صدف

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

بلور کے وہ جھاڑ کہ عقل سلیم دنگ
روشن ہوں ایک انمیں سے بجلی سے بیدرنگ
صناعی فرانس و استادی فرنگ
میداں اگرچہ خوب مگر رہروں سے تنگ

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

وہ مسجد نبی کہ ملایک کا اژدہام
وہ حجرہ ہمسر خورشید احتشام
وہ منبر رسول کہ جس کا فلک غلام
لاتے تھے جبرئیل امین جس جگہ پیام

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

ہر ذرہ وہاں کا شرارہ تھا نور کا — ہر شمع پر یقین تھا خورشید طور کا
تھا مدوجزر بحر اناث و ذکور کا — موجود آدمی جہاں نزدیک و دور کا

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

پھر جنت البقیعہ گئے فاتحہ کو سب — گنبد جدا جدا تھے بلندی میں منتخب
تفصیل وار نام بتاؤں میں کیونکر اب — کوزہ میں کوششوں سے سمندر سمائے کب

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

اللہ رے شہر پختہ و مضبوط و سربلند — اللہ رے شہر والوں کے اخلاق دلپسند
اللہ رے سب وہ دنیا و عقبیٰ سے بہرہ مند — اللہ رے صورتیں کہ نہ پہونچے انہیں گزند

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

تھا واپسی میں عزم مصمم عراق کا — کوتاہی کی نصیب نے پورا نہ ہو سکا
ناچار واں سے ہند چلے آئے مبتلا — ابتک بھی قلب ماہی بے آب ہے مرا

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

روتی ہوں ور رونے میں تاثیر کچھ نہیں — دن رات سوچتی ہوں پہ تدبیر کچھ نہیں

میری طرف سے آنے میں تاخیر کچھ نہیں ۔ میں بے قصور ہوں میری تقصیر کچھ نہیں

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

آپ آبروئے کعبہ و زمزم ہیں یا امام ۔ میزاب و رکن و سنگ و مطاف آپکے مقام
مروہ صفا حضور کے منبر ہیں لاکلام ۔ مزدلفہ و مناعرفات آپ کے غلام

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

آپ ابن بوتراب ہیں فرزند مصطفےٰ ۔ بھائی حسن کے اور جگر بند فاطمہ
زین العبا کے والد ماجد شہ ہدیٰ ۔ مقتول دشت غربت و مظلوم بینوا

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

یا شاہ جسم و روح پیمبر کا واسطہ ۔ یا شاہ علم و قوت حیدر کا واسطہ
یا شہ بتول پاک و مطہر کا واسطہ ۔ یا شاہ اکبر و علی اصغر کا واسطہ

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

کب تک میں روؤں رونے کی طاقت نہیں رہی ۔ اعضا جواب دے چلے قوت نہیں رہی
فریاد کی بھی قلب میں حالت نہیں رہی ۔ بس آپ کے سوا کوئی حسرت نہیں رہی

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

کیجے دعا خدا سے کہ صحت نصیب ہو
راہی سوئے عراق یہ حسرت نصیب ہو
پروین کو غم کے بدلے مسرت نصیب ہو
سب پا لیا جو مجھکو زیارت نصیب ہو

اب کربلا بلائیے یا شاہ کربلا
بالوں سے اپنے صاف کروں راہ کربلا

تخمیسات

خمسہ برغزل برخوردار رشادت آثار مولوی سید انوار الرحمن بسمل
زاد قدرہ نائب ناظم نظامت شہر جے پور

میں بدنصیبی سے ہرگز نہ کامیاب ہوا
مگر مزاج میں اک طرفہ انقلاب ہوا
ہمیشہ بلکہ جفائیں ہوئیں عتاب ہوا
تپش کا اب تو یہ خوگر دل خراب ہوا

کہ ہو گئی مجھے تسکین جو اضطراب ہوا

ستم ہوا کہ مری جان پر عذاب ہوا
خدا کا شکر ذرا بھی نہ اضطراب ہوا
مرے ارادہ میں لیکن نہ انقلاب ہوا
میں امتحانِ محبت میں کامیاب ہوا

مرا نیاز ترے ناز کا جواب ہوا

بہار ہو کہ خزاں مجھکو کچھ نہیں بھاتی
کسی خیال میں ہوں یہ خلش نہیں جاتی
کسیکی یاد ہے دن رات دل کو گرماتی
سسک رہے ہیں مگر موت بھی نہیں آتی

یہ زندگی نہ ہوئی جان کا عذاب ہوا

محبت اسکی یہانتک مری سرشت میں تھی
کہ عمر بھر کبھی چھوٹی نہ مجھسے اس کی گلی

پھر اس کے بعد تن زار جب ہوا مٹی — وہ شہسوار جو گزرا تو بعد مردن بھی
غبار راہ بنا اور ہم رکاب ہوا

کہاں میں اور کہاں سیر گلشن و صحرا — کہاں میں اور کہاں ساقی خجستہ لقا
کہاں میں اور کہاں جشن و نغمہ و صہبا — ٹپک پڑے وہیں آنسو کسی نے جب چھیڑا
جواب ساغر مے دیدہ پر آب ہوا

جو چل رہی ہیں نسیم و صبا تو اے واعظ — جو عندلیب ہے نغمہ سرا تو اے واعظ
زمانہ کی ہے موافق ہوا تو اے واعظ — کھلا ہوا ہے در میکدہ تو اے واعظ
بلا سے اپنی جو توبہ کا سد باب ہوا

ہزاروں دشمن جاں اور ایک میں تنہا — اٹھائے عاشق بیتاب ظلم کس کس کا
اگر وہ مست شراب شباب ہے تو کیا — عدو یہ جور کیا تو سمجھ سمجھ کے کیا
ستم جو مجھ پہ ہوا اُن کا بیحجاب ہوا

جوان و پیر کا اب کا سا اژدحام نہ تھا — سنبھالے ابروئے خمدار یوں حسام نہ تھا
کسی کے واسطے اس درجہ اہتمام نہ تھا — میں قتل عام کے دن شامل عوام نہ تھا
مرے لئے ستم خاص انتخاب ہوا

کسی کو روشنی عقل کا سراج ملا — کسی کو سلطنت روس کا خراج ملا
کسی کو چین کا حاصل ختن کا باج ملا — کسی کو تخت ازل میں کسی کو تاج ملا
ہمارے واسطے اک درد انتخاب ہوا

ہوئے ہیں نذر خزاں لاکھوں خواہشوں کے چمن — کہا ہی راست کسی نے جہاں ہے دار محن
نہ آج ہم سے موافق نہ کل تھا چرخ کہن — کسی کے پاؤں پہ سر رکھ کے سو گیا دشمن

تو خندہ زن مری بیداریوں پہ خواب ہوا

خدا کا شکر کہ پروین فلک ہوا یاور
الٰہی سب کا ہو نخل مراد بار آور
ہزار مجھ سے ہوں قربان غمزہ دلبر
مجھے بھی ناز ہے اس نسبت اضافی پر
تمہاری تیغ کا بسمل مرا خطاب ہوا

خمسہ بر غزل عزیزم افتخارم جناب میرزا محمد امیر الملک عرف مرزا بلاقی صاحب متخلص بہ احقر شاہزادہ گورگانی دام بقائہٗ

ہے موافق چرخ اخضر آج تو
خوب جاگا ہے مقدر آج تو
ہاتھ رکھے اپنے دل پر آج تو
غیر بھی پھرتا ہے مضطر آج تو
ہو گئے ہم وہ برابر آج تو

میں ہوں عاشق اور ہونگے بوالہوس
لیکن اُس بت پر نہ اپنے دل پہ بس
رحم فرما رحم اے فریاد رس
گر نہ آئے گل کی طرح وہ تو بس
جان جائیں گے معطر آج تو

آج جاگا ہے مرا بخت رسا
ظلم کی جا کرتے ہیں عذر جفا
یہ عنایت وہم بھی مجھکو نہ تھا
آگیا شاید اُنہیں خوف خدا
مہرباں ہیں کچھ وہ ہم پر آج تو

آج کے دن سے ہی اک دور جدید
ورنہ وہ اور مجھ پہ یوں لطف مزید
خوش نصیبی سے ہوئی اک اور عید
مژدہ باد اے دل کہ بر آئی امید
حال سنتے ہیں مکرر آج تو

ہو موافق یا مخالف آسماں
ہو بیاں یا بند ہو جائے زباں
ناک میں دم آگیا ہونٹوں پہ جاں
ہاں مدد اے شوق پھر چلکر وہاں
آزمائیں گے مقدر آج تو

چارہ گر چارہ سے جب اکتا گئے
تیر اندیشوں کے دل مرجھا گئے
حسرت و حرماں کے بادل چھا گئے
دم چلا ہی تھا کہ وہ خود آ گئے
جی گئے قسمت سے مر کر آج تو

یا الٰہی ہاتھ ہوں قاصد کے شل
کب گیا جب اسکے ابرو پر تھا بل
نامۂ عاشق تھا یا کوئی غزل
لیکے خط میرا کہا دیکھیں گے کل
کچھ طبیعت ہے مکدر آج تو

یا تو قسمت سے خزانہ مل گیا
یا کوئی تسخیر و حب کا چٹکلا
بے سبب پر یوں یہ تبدیلی بھلا
کچھ نہ کچھ تو ہے کہ جو نام خدا
پھرتے ہیں خوش خوش سے اختر آج تو

خمسہ بر غزل واقف لاہوری

فیض بہار از شجرم رفتہ رفتہ رفت
تو بر شمس از سحرم رفتہ رفتہ رفت
یعنی ز عشق خواب و خورم رفتہ رفتہ رفت
دل در قفائے او ز برم رفتہ رفتہ رفت
خون جگر ز چشم ترم رفتہ رفتہ رفت

روز ازل سے اہل محبت ہیں دردکش
ہیت آنیہ ظلم کرتے ہیں اور یہ انہیں پہ غش
کس درجہ بیوفا ہیں زمانہ کے ماہوش
آں طفل سیمتن کہ نشاندم بدیدہ اش

ما نند اشک از نظرم رفتہ رفتہ رفت

میں پہلے ہی تھا کشتہ رنج و غم و محن | راحت کبھی ملی نہ تہ گنبد کہن
اور اسپہ یہ ستم ہوا اے رب ذوالمنن | خاریکہ رفت از سر راہش بپائے من

قسمت ببیں کہ تا جگرم رفتہ رفتہ رفت

تقدیر میں نہیں تو نہ ہو تاج اور سریر | ہنستا ہے تخت یا دشہی پر مرا حصیر
مشہور ہیں جہان میں در عشق کے فقیر | از بسکہ موئے زلف توام ساخت بے نظیر

از شام تا بصبح خبرم رفتہ رفتہ رفت

پہروں مری سمجھ کا ہقر اک زمانہ تھا | فیض بہار عشق سے پلٹی مگر ہوا
تیرا ادھر گزر ہو تو کہنا ذرا صبا | واقف کشید کار بدیوانگی مرا

ہوش از ہوائے او ز سرم رفتہ رفتہ رفت

خمسہ بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

زبید سایہ نخواہ ز سرو بار مجوئے | ہر آنچہ نیست بعالم ز روزگار مجوئے
فلک چو بحر محیط است زو کنار مجوئے | ز من کہ عاشق مستم صلاح کار مجوئے

خزاں است در چمن عاشقاں بہار مجوئے

شراب و ساقی و بادہ کے آگے سب ہیں گرد | میں صاف صاف کہے دیتا ہوں سن ای ہمدرد
زمانہ و اہل زمانہ سے ہو گیا دل سرد | دلم بالفت مستان و شاہداں خو کرد

نشان تقوی ازیں رند بادہ خوار مجوئے

بشر میں ہوتی ہے کم پختگی سوا خامی | اسی سے ہوتی ہے ہر بار اسکو ناکامی

مرے نصیب ہی میں جب نہیں خوش انجامی ‏ ‏ نروید از گل من جز گیاہ بدنامی
گل سلامت ازیں خاک خاکسار مجوے

اگرچہ آٹھ پہر لب پہ ہے مرے دم سرد ‏ ‏ اگرچہ آنکھیں ہیں رونیسے سرخ چہرہ زرد
مگر ہے راہ وفا میں مقولہ ہر مرد ‏ ‏ دلا چو ہدیہ جاں پیشکش نخواہی کرد
بر آستانہ سلطان عشق بار مجوئے

یہ آرزو ہے کہ جاگے اگر مری قسمت ‏ ‏ وہ راہ میں سبھے ملجائے اور ہو فرصت
کہوں میں اُس سے بہنت کہ اے قمر طلعت ‏ ‏ سوار چابک من آمدم بہ بندگیت
قرار بندگیم وہ وسے فرار مجوئے

چو بر دل دگراں اختیار نتواں یافت ‏ ‏ بہ جو حسب خواہش پروین نگار نتواں یافت
چو رستگاری ازیں گیرودار نتواں یافت ‏ ‏ چو خسرو از بتاں زینہار نتواں یافت
مجور ہائی ازیں بند و زینہار مجوئے

خمسہ بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

حامل ارض و سما قوت درویشانست ‏ ‏ مایہ مہر و وفا دولت درویشانست
گلشن صبر و رضا جنت درویشانست ‏ ‏ مایہ محتشمی خدمت درویشانست
روضہ خلد بریں خلوت درویشانست

جس سے دریوزہ گر خاک نشیں ہو ذیجاہ ‏ ‏ جس سے ہر ذرہ ناچیز بنے غیرت ماہ
جس سے گمراہوں کو ملتی ہی ہدایت کی راہ ‏ ‏ آنچہ زر میشود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبت درویشانست

وہ خوشی جسکے لئے ہو نہ کبھی رنج و ملال — وہ قمر جو کہ نہو بدر سے گھٹ گھٹ کے ہلال
وہ خزانہ کہ رہے تا بہ ابد مالا مال — دولتے را کہ نباشد غم از آسیب زوال

بے تکلف بشنو دولت درویشانست

ایک نے چاہا ہی دوسرا اسکا فرزند — ایک کی یہ ہے تمنا کہ بنے دولتمند
کامیابی ہی زمانہ میں ہر انسانکو پسند — روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند

مظہرش آئینۂ طلعت درویشانست

کوئی دنیا میں ہمیشہ نہ رہے گا نہ رہا — چند روزہ ہے بہارِ چمنِ عز و علا
دیکھ قارون کے خزانوں کا جو انجام ہوا — اے توانگر مفروش ایں ہمہ نخوت کہ ترا

سروری در کنف ہمت درویشانست

عہد نواب فلک جاہ میں آب و آتش — اگر اسیر ہے یہ شیدا تو وہ ہی اسیر عشق
سارے دنیا کی زباں پر ہی شعر دلکش — بندہ آصف عہدیم کہ در سلطنتش

صورت خواجگی و سیرت درویشانست

ہی خدا والوں کے حصے میں یہ ارض و سما — اُنکی مرضی نہو جبتک نہیں تنکا ہلتا
دیکھ پرویں یہ مقولہ بھی ہی کتنا اچھا — حافظا اینجا بادب باش کہ سلطان و گدا

ہمہ در بندگی حضرت درویشانست

خمسہ بر غزل سلمان ساوجی

رخ تو نو بہار تازہ دیدار ہمتنی را — لب تو یادگارے در جہاں لبہائے عیسیٰ را
ترے رنگ روئے غلماں ز تو نور چشم حورا را — اگر حسن تو بگشاید نقاب از چہرہ دعویٰ را

بگل رضواں بر اندازید در فردوس اعلیٰ را

کہاں کوثر کہاں یہ لب کہاں طوبیٰ کہاں یہ قد
کہاں حورا کہاں یہ ماہوش یہ نیک او روہ بد
کہاں لالہ کہاں عارض کہاں نسریں کہاں یہ خد
اگر سرو سرافرازت زجنت سایہ بردارد

دگر برگ سرافرازی نباشد شاخ طوبیٰ را

رخت در پرتو اندازی بگلشن لالہ می کارد
لبت وقت گل افشانی گہر از ابر می بارد
خطت بر عارضت گوئی دخاں شعلہ می آرد
بہار عالم حسنت دل و جاں تازہ میدارد

برنگ ارباب صورت را ببو ارباب معنیٰ را

اگر خفاش ہو ہم مجلس خورشید کیا حاصل
کہاں ہی کرمک شب تاب بزم ماہ کے قابل
جدا ہی ذرہ کی اور مہر عالمتاب کی منزل
فروغ حسن رویت کے تواند دید ہر بیدل

ولے چوں کوہ می باید کہ برتابد تجلی را

سمجھ سکتے نہیں الفت کے نکتے پیٹ کی بندے
مشاغل جسقدر انکے ہیں واللہ سبکے سب گندے
بہت باریک و پیچیدہ ہیں حسن و عشق کے پھندے
اگر عکس رخ و بے سر زلفت نبود ندے

کجا دریافتی مجنوں کمال حسن لیلیٰ را

نمونہ ہے تری عظمت کا یارب لجہ دریا
گواہ رعب و داب و شان و شوکت دامن صحرا
ترے جلوے سے روشن ہے ہر اک قطرہ ہر اک ذرہ
اگر نقش رخت ظاہر نبودے در ہمہ اشیا

مغاں ہرگز نکردندے پرستش لات و عزیٰ را

اگر آزاد سن پائیں تری شفقت تری رحمت
اگر رندو نپہ کھل جائے ترے الطاف کی وسعت
اگر واعظ کے ہاتھ آجائے خلد و نار کی حکمت
اگر زاہد بردبو از نسیم رحمت لطفت

چو گل درہم در د صد تو لباس زہد و تقویٰ را

ہوئی مدت کہ پردیسی ہے غریق لجہ الفت
قریبے کی بات تو یہ ہے کہ اسکے بعد ہی صورت
نہ کشتی کی اسے پروا نہ ساحل کی اسی حاجت
چو لاف عشق زد سلماں ہوس دارد کہ بر بادت

بہ مہر دل کند روشن بہ صبح صدق دعوی را

خمسہ بر غزل قبلہ معظم کعبہ مکرم اخی اعظم حضرت مولانا مولوی سید نظیر حسن خانصاحب سخا دہلوی اڈیٹر جوہر سخن مدرس عربی و فارسی ہائی

کالیجیٹ اسکول جیپور

قسم ہے نور عشرت کی قسم ہے ظلمت غم کی
قسم ہے چشم نرگس کی قسم ہے اشک شبنم کی
قسم ہے سرو قامت کی قسم ہے نخل ماتم کی
بتا دیجے نہ کیجے آڑیوں واللہ اعلم کی

کہ الفت میں نے کم کی یا محبت آپنے کم کی

نہ پروا ابر نیساں کی نہ پروا چشم پرنم کی
نہ پروا خندہ گل کی نہ پروا نالہ غم کی
نہ پروا جشن شادی کی نہ پروا شور ماتم کی
نگاہ ناز اک بجلی ہے اس خونریز عالم کی

اسے مارا اگر کوندی اسے مارا اگر چمکی

اگر تھا خنجر جور و ستم سے مارنا مجھکو
نہوتی ہے شفا مجھکو نہ آتی ہے قضا مجھکو
کیا کیوں تھا محبت میں مریض جاں مبتلا مجھکو
نہ زندہ ہی رکھا مجھکو نہ مردہ ہی رکھا مجھکو

جفا بھی کی تو رک رک کر وفا بھی کی تو کم کم کی

اگر صحت نہیں ہوتی نہ ہو ایسا مرض اچھا
اگر عزت نہیں ہے تو نہو عزت سے میں گزرا
اگر دولت نہیں ہی مفلسی سے میں نہیں ڈرتا
گئی دنیا تو جانے بھاڑ میں عاشق کو کیا پروا

غم آزادوں کو ہوتا ہی نہیں اچھی نہیں غم کی	
غم فرقت کی عادت پڑ گئی تھی مجھکو سہتا تھا	خدا کا شکر کرتا تھا میں جس حالت میں رہتا تھا
مگر ملکر جدا ہونے پہ خوں آنکھوں سے بہتا تھا	گزرتی تھی شب وصل اور دل رو رو کے کہتا تھا
کہ ہولی عید اب تیاریاں کیجے محرم کی	
لڑکپن ہی میں وہ نام خدا پتلے تھے نخوت کے	صبا کو بھی نہ تھی طاقت کہ اُس کا فرسی چھو نکلے
شباب آنا قیامت ہو گیا اب دیکھئے جذبے	فزا دیتا ہی تن تن کر یہ کہنا انکا گردوں سے
تیا ظالم تیا اب گردن تسلیم کیوں خم کی	
سکندر کا رہا دورہ نہ دارا کی رہی نوبت	فریدوں کی رہی شوکت نہ کیکاؤس کی حشمت
نہ کسریٰ کی رہی ثروت نہ خسرو کی رہی نکہت	ذرا آہستہ چل اے شہسوار عرصہ دولت
کہ ملک عیش سے ملتی ہی سرحد کشور غم کی	
میں تنہا اس طرف ہوں اُس طرف ساری خدائی ہے	کہیں خونریز ہیں آنکھیں کہیں دست حنائی ہے
خدا نے شادی و غم گوندھ کر دنیا بنائی ہے	تری قسمت میں لکھی ہے مرے حصہ میں آئی ہے
بھلائی سارے دنیا کی برائی سارے عالم کی	
مقدر سو گیا عاشق کا الفت میں تو سونید و	تحمل سے جگر ٹکڑے اگر ہوتا ہے ہونید و
فضائے سینہ سے گرد الم مجھکو نہ دھونید و	رہیں گے زخم دل یونہی ہے اچھا نہ رونید و
مرجاں سبزہ گردونکو کیا حاجت ہے شبنم کی	
تو آئینہ کو تکتا ہے اور اک عالم تجھے تکتا	ادا سے مسکرا کے جسکو دیکھا ہو گیا سکتا
تری بیباکیوں سے ہے مگر میرا جگر پکتا	یہ کیا حالت ہے سینہ پر دوپٹہ تھم نہیں سکتا
یہ کیا غفلت ہے نامحرم کی پروا ہے نہ محرم کی	

کہاں تک ملکے سب پروین نے ہمیں شخص تنہا کو
کہاں تک کوئی پردہ میں چھپائے زشت و زیبا کو
ہمیشہ یاد رکھ اس مقطع بے مثل و یکتا کو
سخا جیسے ہو ویسے ہی نظر آؤ گے دنیا کو
عجب آئینہ ہے مجموعی رائے اہل عالم کی

خمسہ بر غزل مولوی سید اسمٰعیل حسین صاحب منیر مرحوم

پاس وفا وہ یہاں تھا وہاں نہ تھا
جو پیش آئے پہلے سے وہم و گماں نہ تھا
ہم لاکھ روئے رحم کا نام و نشاں نہ تھا
کوئی بتوں میں آنسوؤں کا قدرداں نہ تھا
کیا کہئے آب و دانہ ہمارا وہاں نہ تھا

اسکی نظر میں فرق بہار و خزاں نہ تھا
نام اس طرح مٹائے کہ گویا نشاں نہ تھا
مارا انہیں کہ موت کا جن کی گماں نہ تھا
جنس شباب کا یہ کبھی قدرداں نہ تھا
گردوں کی سات پشت میں اک نوجواں نہ تھا

بدتر گناہ سے نہ ہو عذر اس گناہ کا
مجرم ہوں اور دل میں ہی کھٹکا لگا ہوا
یہ تجھکو اختیار ہے اب مار یا جلا
تعظیم بیخودی کی بدولت نہ دے سکا
صاحب معاف کیجئے بندہ یہاں نہ تھا

کچھ تو خدا رسول سے شرمائے ہوتے آپ
سردی کی انتہا بھی ہی گرمائے ہوتے آپ
تشریف وقت نزع مرے لائے ہوتے آپ
آواز آہ سن کے چلے آئے ہوتے آپ
جھنڈے گڑے ہوئے تھے میں کچھ بے نشاں نہ تھا

میرے خیال میں تو ہے یہ واقعہ عجیب
میری نظر میں تو وہ نہ تھا ایسا خوش نصیب
لیکن بتائیے تو مجھے لطف کے قریب
محفل میں شب کو یار سے کیونکر ملا رقیب

لپٹا جو چور شمع سے کیا پاسباں نہ تھا

ظلم و ستم سے لب پہ رہا دم تمام عمر
کیا کیجیے رہا یہی عالم تمام عمر
کھاتا رہا غذا کی جگہ غم تمام عمر
مانند شمع حلقہ ماتم تمام عمر

بزم طرب جہاں تھی کبھی میں وہاں نہ تھا

رُسوئے جو یاد زلف میں تو اس بلا میں آئے
اور اسقدر کشش نہیں جو اُنکو کھینچ لائے
بازو نہیں جو تیر کے دل اُنکے پاس جائے
لے بحر اشک تجھکو خدا خاک میں ملائے

دریا ہمارے اُن کے کبھی درمیاں نہ تھا

جس جا کہ پشت چرخ ستمگار بھی تھی خم
جس جا تھا شب کو جشن چھلکتا تھا جام جم
جس جا کہ پائمال مسرت تھے دردوغم
دیکھا اُسی طلسم خوشی کو جو صبحدم

جز جغد اور کوئی وہاں نوحہ خواں نہ تھا

پروین اگرچہ مجلس عصیاں میں ہے اسیر
لیکن یہ بات یاد رہے اے سپہر پیر
اور جانگزا ہے دغدغہ روز دار و گیر
محفوظ اُسکے گوشہ رحمت میں ہے منیر

جس میں خدا میں فاصلہ دو کماں نہ تھا

خمسہ بر غزل حضور نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بالقابہ والی ریاست ٹونک دام اقبالہ

کمر کو کیوں ہلاک جان پر ارماں یہ کستا ہی
نہ دانا مرغ دانے کے لئے پھندے میں پھنستا ہے
ستم آباد بستی ہے جہاں صیاد بستا ہے
عبث جانیکو کوئے یار میں اے دل ترستا ہے

سمجھ لے اسکو اے ناداں کہ یہ دشوار رستا ہے

اگر خوں سے مرے منظور ہے رنگینی داماں
تری شمشیر براں سے نہیں مجھکو دریغ ای جاں
مگر انصاف سے فرمانہ یوں ہو دشمن ایماں
وفادار محبت کب ملیگا مجھ سا ایجاناں
کہ دل جاتا ہی یاں تو جب کمر جانیکو کستا ہے

نصیحتہائے شیخ و صحبت زاہد سے نفرت ہے
فضائے دشت کنج باغ مطبوع طبیعت ہے
فلک کی کجروی سے بس نہ پوچھو کیسی کلفت ہے
تمہاری مانگ سیدھی شاہراہ عشق والفت ہے
یہی تو دل کے جانیکا ہمارے صاف رستا ہے

اندھیری ہجر کی راتیں نہ پوچھو کیسی بھاری ہیں
یہ آنکھیں خونچکاں آزردہ اختر شماری ہیں
الم کی ہر طرف سے تیر گرم زخم باری ہیں
خیال عارض تاباں میں اشک آنکھوں سے جاری ہیں
ادھر بجلی چمکتی ہے ادھر بادل برستا ہے

دل پرویں کو دیکھو کیسے کیسے صدمہ سہتا ہی
قلق بڑھتا ہی جسدم ہوکے خوں آنکھوں سے بہتا ہی
کہیں پھر انقلاب دہر کو دیکھا تو کہتا ہے
گرفتار محبت اے **خلیل** اس طرح رہتا ہی
کبھی فرقت میں گریاں ہی کبھی وصلت میں ہنستا ہے

بہشت کوچۂ دلدار کیا کچھ ایسا سستا ہے
گزر کر دوزخ ہجراں سے اُسکا شہر بستا ہی
قدم اس راہ میں رکھتے ہی سر تا پا جھلستا ہے
عبث جانیکو کوئے یار میں ایدل ترستا ہی
سمجھ لے اسکو اے ناداں کہ یہ دشوار رستا ہی

بہت اچھا سدہارو چھٹ گیا ہی ہاتھ سے داماں
ملیں گے مجھ سے لاکھوں ورچہ بہتر سیکڑوں انساں
مگر انصاف سے اتنا بتادے ہے اگر ایماں
وفادار محبت کب ملیگا مجھ سا ایجاناں
کہ دل جاتا ہے یاں تو جب کمر جانیکو کستا ہے

تمہاری زلف میں گر دل نہ ڈھونڈو نہیں حماقت ہے
مکرتے ہو تو کیا یہ بھی تمہاری اک شرارت ہے

دلیلیں سیکڑوں پر سب یہ روشن یہ دلالت ہے
تمہاری مانگ سیدہی شاہراہ عشق والفت ہے

یہی تو دل سے کے جانیکا ہمارے صاف رستا ہی

کبھی یاد تبسم میں ہماری آہ وزاری ہی
کبھی فکر دندانمیں دلپر گریہ طاری ہی
اگراک لحظہ اوراس طرحکی خونابہ باری ہی
خیال عارضِ تابانمیں اشک آنکھونسے جاری ہی

اُدھر بجلی چمکتی ہے ادہر بادل برستا ہی

جو ہی دلدادہ گاہی ہجر کے صدمہ وہ سہتا ہی
کبھی بحر سرور وصل اُسکے دل پہ بہتا ہی
سراپا سچ ہی پروین جو مرا نواب کہتا ہی
گرفتار محبت لے خلیل اس طرح رہتا ہی

کبھی فرقت میں گریاں ہی کبھی وصلت میں ہنستا ہی

قطعاتِ تاریخ

قطعہ تاریخ وفات والدی علامی حضرت مولانا مولوی محمد غضنفر علی خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ غضنفر

والد مرحوم جب فردوس اعلا کو گئے	ہو گئی اندھیر آنکھوں میں یہ ساری کائنات
غوطہ زن تھی فکر میں پروین کہ ہاتف نے کہا	رنج و غم سے ۔ لکھ سن ہجری میں تو سال وفات
	۱۴ ۱۳ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ جناب والدہ ماجدہ راقمہ کہ فردوس بریں جایش باد

ہشتم صفر و شب دوشنبہ	اماں ہوئیں آنکھ سے نہاں ہائے
ہجری میں سن وفات پروین	لکھدو کہ ۔ غم گراں ہائے
	۲۷ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات اہلیہ برخوردار سید عبد الرحمن زاد قدرہ وطال عمرہ منتظم محکمہ سائرات ریاست جیپور

کیا جوانی میں گئیں سردار دلہن خلد کو	کیا خزاں موت سے ویراں ہوا باغ وفات
تا قیامت جائیگا دل سے نہ آلام فراق	تا قیامت یاد آئیں گے شریفانہ صفات
اک طرف غم اک طرف یہ فکر کہ دل نے کہا	گلشن جنت میں مرحومہ ہیں ۔ کہہ سال وفات
	۱۷ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ برخورداری نورچشمی لاڈلی بیگم جنت آشیاں

جدا ہوگئی ہم سے بیوقت لڑکی	لٹا مفت امید کا گنج ہے ہے
جگر تھام کرسن ہجری میں پرویں	لکھو سال رحلت۔ غم و رنج ہے ہے
	۱۱ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ رحلت سراپا مصیبت نورچشم انیس الرحمٰن خلد آشیاں

رفت چوں نورچشم زیں عالم	گشت تاریک خانہ عشرت
گفت تاریخ ہجریش پرویں	شمع ایوانِ گلشنِ جنت
	۳۱ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ وفات مصیبت آیات نورِ نظر لخت جگر یوسف حسن جنت نشیمن

گو خالی کر گیا یوسف حسن	ہائے یہ کیسا غمِ جانی لگا
میں نے پرویں اسکی رحلت پر لکھا	سال ہجری۔ داغ روحانی لگا
	۳۱ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ شادی خانہ آبادی برخوردار رشادت آثار

سید انوار الرحمٰن نائب ناظم نظامت جیپور زاد عمرہٗ

چو انوار رحمٰن شدہ کدخدا	برآورد نخل امیدم ثمر
مبارک بما و بکل اقربا	مبارک بمام و بجد و پدر
خدا زوجہ و شوے را یار باد	خدایش دہد با سعادت پسر
زدل خواست پرویں چو تاریخ عقد	بگفتہ۔ ملاقات شمس و قمر
	۱۸ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ شادی نورِ نظر لختِ جگر برخوردار سید مشتاق حسین زاد عمرہٗ

دعا نکلی مرے دل سے میاں منجھو کی شادی پر	رہیں سرسبز باغ دہر میں رشکِ چمن دونوں
طلب کی اسکی جب تاریخ ہجری میں تو پروین نے	کہا۔ یہ عاشق و معشوق ہوں دولہا دلہن دونوں
	۳۰ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ کتخدائی فرزند گرامی منش ستودہ کنش میاں عبدالرحمٰن منتظم سائرات ریاست جے پور زاد قدرہٗ

دوسری شادی ہوئی فرزند نیک اطوار کی	دونوں کو راحت مبارک دونوں کو فرحت نصیب
بینے بھی پروین سن ہجری میں اس تقریب کے	یہ کہی تاریخ۔ ہوں دولہا دلہن عشرت نصیب
	۱۸ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ معاودت وفد اہل اسلام از جنگ طرابلس و بلقان بہ شہر دہلی

وفد چوں آمد بدہلی خلق عالم یک زبان	ڈاکٹر مختار احمد باد دایم شاد گفت
بود پروین نیز ساعی از پئے تاریخ عود	ہاتفے۔ طبی ڈپوٹیشن سلامت باد گفت
	۳۰ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ رحلت سراپا قیامت سرو سرتاج باعث معراج سیاح بحر حقیقت سیاح دشت طریقت حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شوہر والا گوہر من جناب مولوی میر قربان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ممبر کونسل ریاست جے پور

میر قربان علی ولی خدا	رفت و نام من نہ از نگیں افتاد

لیک تاج غرور و عزت و جاہ
از سر فرق ایں حزیں افتاد

چوں نمردم بہ پیش شوہر خویش
چوں نہ بامن فلک بکیں افتاد

او نیفتاد در مغاک لحد
من فتادم بخاک ازیں افتاد

بعد من در جہان و قبل از من
خواہد افتاد و ہمچنیں افتاد

نعرہ ہائے ہائے از غم و درد
بر لب ہر کہیں مہیں افتاد

سال ترحیل گفتمش پروین
فلک کشف بر زمیں افتاد

۱۲۵۶ھ

ایضاً

شد سوئے دار بقا سید قربان علی
واقف سر خفی شیخ حقایق آگاہ

رفت آں تاج سرم مرکز انوار فیوض
ما ہمہ خستہ و درماندہ بصد نالہ و آہ

ضرب لا زد چو پے نفی خیال ہستی
او نماند است و چہ ماند است بجز الا اللہ

ہرزہ گوئی نہ کنم خامشی من سخن است
سر بسر حرف الم گشتہ ام از حال تباہ

گیر پروین سر ہر شعر و بگو سال وصال
ماہتاب فلک خلد ولی اللہ

۱۲۵ھ

قطعہ تاریخ وفات حسرت سمات زوجہ میر مصطفیٰ حسین صاحب

دریغ زوجہ آں مصطفیٰ حسین نماند
مہ دو ہفتہ عروسی و عالم آرائے

بچید گل ز بہار شباب صد افسوس
کہ خفتہ است در آغوش خاک زیبائے

فتادہ است چنیں وضع ایں جہان خراب
کہ نیست اہل دلے بے ہموم در جائے

چہ گویمت کہ چہ شد حال سید خستہ
چو گم نمود ز پہلوئے سرو بالائے

سر وش گفت بہ پروین بخواست سال وفات
نماند مونس شبہائے تار من ہائے

۱۲۶ھ

ایضاً

گفت سید مصطفیٰ از من کہ آں
نوعروس غمگسار من نماند

در فراقش روز روشن شد سیاہ
کاینچنیں زیبا نگار من نماند

آں انیس خلوت شبہائے غم
آں جلیس رازدار من نماند

آہ شد تاراج ایں باغ شباب
کاندریں گلشن بہار من نماند

گفت پرویں صبر کن بہر خدا
تابکے گوئی کہ یار من نماند

وارثا سال وفاتش گو کہ ہائے
مونس شبہائے تار من نماند

۲۶ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ انتقال پرملال جناب نانا صاحب قبلہ حکیم میر احمد حسین خاں صاحب مرحوم دہلوی معروف بہ چھوٹے میرن صاحب

ہوئے نانا صاحب مکرم جو راہی
ہمیں چھوڑ کر سوئے فردوسِ اعلا

تو پھر میں نے تاریخ ہجری میں پرویں
لکھی - داخل خلد جاوید بادا

۱ ۰ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ انتقال پراختلال جناب نانی صاحبہ مرحومہ جنت مکاں

ہائے نانی صاحبہ نے راہ لی فردوس کی
دیدہ خونبار سے جاری ہی دریائے فرات

جب گھٹا کچھ رنج وغم تو سن ہجری میں لکھی
خلد مسکن یافتہ پرویں نے تاریخ وفات

۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات علامہ زماں فہامہ دوراں حضرت جدی امجدی قبلہ مولانا مولوی محمد نجف علی خاں مرحوم مخاطب بہ خان بہادر و تاج العلما قلزم علوم مصنف سحر الکلام شرح بے نقاط مقامات حریری و ناظم فتوح الشام فارسی و شارح

ژند اوستا وغیرہ وغیرہ

چوں ہمائے من بسوے نشیمن ساز کرد گفت در ہجری بسال رحلتش پرویں سروش	تیرہ شد گیہان بچشم مردم دانش سگال آہ پنہاں شد زہستی یک بہ یک مہر کمال ۹۸ ۱۲ھ

قطعہ تاریخ کتخدائی ہمشیرہ عزیزہ معروف بہ چھوٹی بیگم زاد اللہ عمرہ

ہوئیں جب چھوٹی بیگم کدخدا فرحت ہوئی بیحد لب دل سے صدا آئی سن ہجری یہی پرویں	کہا سب نے رہیں خوشحال یہ دلہا دلہن دونوں رہیں با برکت و اقبال یہ دولہا دلہن دونوں ۲ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ عرس عزیزم افتخارم حضرت شاہزادہ تیموری مرزا محمد امیر الملک عرف مرزا ابلاقی صاحب مرحوم مغفور

گفت دیوان چو آن امیر الملک یعنی پرویں بہائے تاریخش	بہر سال شروع در سفتم خوش کلام احقر کیا گفتم ۳۷ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ تولد دختر نیک اختر برادر محترم و مکرم جناب حکیم مولانا مولوی سید امیر حسن خاں صاحب سہا محدث سپرنڈنٹ ہنڈا بھاڑا ریاست جے پور مترجم تفسیر احمدی و تفسیر شیخ الاکبر وغیرہ وغیرہ دام مجدہٗ

تولد ہوئی جبکہ فرزانہ بیگم — ملی بھائی صاحب کو اک عمدہ نعمت
جدہر دیکھئے اقربا شاد و خرم — اسے بھی مسرت اُسے بھی مسرت
مجھے ساتھ ہی ولولہ یہ بھی پرویں — کہ ہجری میں لکھوں میں سال ولادت
تو بیساختہ دل سے نکلا یہ مصرع — مبارک ہو بدر منیر سعادت

۱۳۱۵ھ

قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند حضرت اخی اعظم برادر مکرم جناب مولانا مولوی حکیم حاجی سید نظیر حسن خاں صاحب سخا مدرس عربی و فارسی کالجیٹ اسکول ریاست جیپور شارح قصائد بدر چاچ و پنجرقعہ و مترجم عبقات الانوار وغیرہ وغیرہ دام مجدہٗ

بھائی صاحب کو جب خدا نے دیا — نور چشم سعید و نیک اختر
نام رکھا گیا صغیر حسن — دے خدا اُسکو عمر نوح و خضر
ہوئی پرویں کو فرحت بیحد — جسکا شاہد ہے خالق اکبر

سنِ ہجری میں پھر لکھی تاریخ — گوہرِ بحرِ رحمتِ داور
۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ تولد دختر نیک اختر حضرت ممدوح الصدر

بڑے بھائی صاحب کو اللہ نے — کیا قرۃ العین سے سرفراز
یہ مولود فرخندہ و نیک بخت — رہے زندہ تا حشر با کام و ناز
ہمیشہ زمانہ کے آفات سے — محافظ رہے خالق کارساز
ولادت کی تاریخ ہجری میں یوں — کہی میں نے بھی۔ دخترِ دلنواز
۱۳۰۲ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت برخوردار سید سعید ظہیر حسن سوداگر فرزند حضرت موصوف الصدر مدظلہ

بھائی صاحب کے نورِ چشم ہوا — سب کو بے انتہا مسرت ہے
سال میلاد اس کا ہجری میں — کہدو پرویں کہ خوبصورت ہے
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت دختر خورد حضرت بھائی صاحب ممدوح الصدر و اہلیہ برخوردار سید سعید مشتاق حسین زاد عمرہما

چو زاد دخترِ دلبند شد دلم مسرور — چنانکہ گرد الم از جہاں مسرت رفت
پئے ترانہ تاریخ در سنِ ہجری — بزاد دخترِ دلبند۔ کلک پرویں گفت
۱۳ ۸ھ

قطعہ تاریخ ولادت سراپا مسرت جگر گوشہ سعادت نور چشم رشادت فرزند دلبند لیاقت پیوند میاں سید مشتاق حسین زاد عمرہٗ

بحمد اللہ از فضل خود ربّ اکبر	بمن داد فرزند خورشید منظر
سر من پر از سجدہ ہائے مسرت	دل من پر از نغمۂ فرح آور
دریں مجمع عشرت و کامیابی	دریں محفل دلکش و روح پرور
پے سال میلاد گفت پرویں	بتاریخ ہجری۔ زہے نیک اختر
	۳ ۱۳ھ

قطعات تاریخ وفات قبلہ و کعبہ حضرت شاہ محمد معصوم صاحب دہلوی مہاجر مدینہ جنت مکان

ہادی اہل جہاں شاہ محمد معصوم	چوں بہ شعبان شد ۱۵ از دہر بسوئے جنت
بغم و ریخ و الم خامہ پرویں بنگاشت	وارث خلد بہ ہجری پے سال رحلت
	۴۱ ۱۳ھ

ایضاً

عارف بے نظیر و عالم فرد	چوں بہ شعبان ریاض دہر بہشت
سال ہجری رحلتش پرویں	قبلہ عاشقاں برفت نوشت
	۴۱ ۱۳ھ

ایضاً

عارف عصر و مرشد کامل	چوں بہ شعبان بہ باغ جنت رفت
گفت تاریخ ہجرتش پرویں	قبلہ واجب الاطاعت رفت
	۴۱ ۱۳ھ

ایضاً

رفت ایں دار فنا شاہ محمد معصوم	خالے از عارف کامل شدہ گیتی ہیہات
قلم غم رقم من بنوشتہ پروینؔ	خلد بگرفتہ بہ ہجری شدہ تاریخ وفات
	۱۲۱۸ھ

تاریخ انتقال جناب حکیم مولوی حاجی سید سجاد حسین صاحب عرف عبدالرحمٰن صاحب دہلوی وارد اجمیر شریف

عبدالرحمٰن عرف سجاد حسین اسم شریف	در طبابت بود او ملجائے سکانِ زمین
بہر تاریخ وفاتش گفت از پرویں سروش	گو بناہ ملک شد سیار فردوسِ بریں
	۳۵ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ تعمیر مکان جناب صغرا بیگم صاحبہ مشہور اہل قلم اہلیہ عالیہ حضرت سید ہمایوں مرزا صاحب بیرسٹرایٹلا در حیدرآباد دکن

بانوئے حضرت ہمایوں میرزا	کرد چوں تعمیر قصر نامدار
ہاتف از بہر بنا پرویں زچرخ	گفت ۔ صغرا منزلِ گوہر نگار
	۱۹۲۰ء



قطعہ بمدح حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حضرت حمزہ صاحب رحمت اللہ مزار مبارک در قصبہ دہرسون اسٹیشن نارنول

اُن حضرتِ حمزہ نے کئے تھے جو کام — یعنی کہ اُحد فتح بزورِ صمصام
مغلوب شیاطین اجنّہ کرکے — اِن حضرتِ حمزہ نے بھی پایا وہی نام

قطعہ تولد فرزند حضور نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بالقابہ والیٔ ریاست ٹونک دام اقبالہ

مژدہ کہ شاہزادہ فرماں روائے ٹونک — پیدا شد است و بحر طرب آمدہ بموج
در سنِ ہجری از پئے سال ولادتش — پرویں طراز بست کہ خورشید برج اوج

قطعات سادہ

تاجدار ملک اقبالی جہاں در آن تو — صد چو بھوپال است زیر سایۂ دامانِ تو
درد ہا قوم تو دارد درد دل تو درد قوم — تو فدائے اہل دینی ما ہمہ قربانِ تو

ایضاً

سلطانہ بھوپال و فخر و شرف حرم — نوشابہ عہد خود سلطان جہان بیگم
خواہد ز خدا پرویں باجاہ و جلالت بادا — بر فرق مسلمانان تا آدم و تا عالم

ایضاً

تا زمیں بر جائے ساکن تا فلک دوار باد — تا کواکب منقسم در ثابت و سیار باد

زانکہ پروین او بہ بیماراں مسیحائی نمود — حافظِ مختار احمد احمدِ مختار باد

ایضاً

عروج کوکب عز و علا مبارکباد — صعود اختر بخت رسا مبارکباد
مگر تو یاور قومی و یاور ایزد — ترا و قوم ترا سرورا مبارکباد
زہی بذات تو فاخر وزارت جیپور — سخی زکار تو راضی خدا مبارکباد
سپہر منزلتا از خلوص خاطر دل — نوشتہ پروین بہ طرز دعا مبارکباد

ایضاً

اک عرصہ اُسنے حال دلِ مبتلا کہا — اک عرصہ درد ہجر کا کچھ ماجرا کہا
اک عمر جب گزر گئی گفت و شنید میں — کہنے لگے کہ اتنے دنوں تمنے کیا کہا

ایضاً

کبھی ہیں عشرت و ناز و نعم میں — کبھی افلاس میں رنج و الم میں
خدا کی یاد بھی کرتے ہوں دم بھر — ذرا فرمائیے کتنے ہیں ہم میں

ایضاً

روز ولادت ایک کنارہ ہی رنج کا — اور دوسرا جو پوچھئے روز شمار ہی
ایماں جہاز فضل خدا اُسکا ناخدا — اور نزع جسکو کہتے ہیں وہ منجدھار ہی

ایضاً

بہت مشکل تھا رکھنا سر سلامت — نہ رہتا تھا زر و زیور سلامت
مگر امن و اماں ہے اب جہاں میں — رہیں انگریز تا محشر سلامت

ایضاً

اطاعت سے بڑھکر عبادت نہیں ہے — اطاعت نہو تو شرافت نہیں ہی
خدا نے اُنہیں ملک بخشا ہی پروین — خدا سے ہی لڑنا بغاوت نہیں ہی

نامجاتِ نظم

اے ثریا رقم پرن تحریر
بعد تسلیم افتقار سرشت
اس طرح التماس کرتا ہے
شوق زیارت ہے دل میں طوفان خیز
نہیں ممکن کہ خط میں لکھا جائے
شفقت نامہ لطافت بار
جس کا ہر فقرہ ماہتاب مثال
بندہ خاکسار کو پہونچا،
متمنی ہے ایک مدت سے
مگر افسوس ہو نہیں سکتی
تا کہ حسب المراد یہ کم بخت
ہے مگر اتصال روحانی
ایک مدت سے نظم نو آگیں
ایک عرصہ سے نثر نثری چیں
ہے دماغ ایاغ میں معمور
الغرض کر لیا ہی دونوں نے

شہرہ تو چو مہر عالمگیر
بعد تعظیم اعتذار خمیر
تختہ مشق گردشِ تقدیر
متردد ہوں کیا کروں تدبیر
مختصر بھی اگر کروں تحریر
بلکہ گلدستہ زہیر ولضمیر
جس کا ہر فقرہ آفتاب نظیر
نقد کاسد کو کر دیا اکسیر
زیارت بارگاہ کا یہ حقیر
آسماں بلند کی تسخیر
جس طرح میں کہوں۔ کرے تدبیر
بزم افروز شاہدانِ ضمیر
حوریانِ خیال کی تصویر
توریانِ کمال کی زنجیر
ہے جمال خیال میں جاگیر
سب بنکے طوق وکمند مجھکو اسیر

اور اُس پر مزید شفقت سے
دل بسمل کو کرلیا نخچیر

دل کے ساتھ آج سے ہوا ہیں بھی
آپ کی ملک آپ کی جاگیر

بندہ پرور حقیر کا دیوان
نہیں ابتک چھپا خدا ہے بصیر

ورنہ خدمت میں بھیجدیتا میں
یا رسل کے ذریعہ بے تاخیر

مترصد کہ حضرت والا
از رہ لطف والتفات کثیر

گاہ گہہ یاد وشاد فرمائیں
کہ نہ تشویش دل ہو دامنگیر

کرکے تسلیم بند کر پروین
نامہ اشتیاق بے تاخیر

ایضاً

ہر بات یہ کہتے ہو محبت نہیں تم سے
مجھکو تو ہے یا مجھکو بھی الفت نہیں تم سے

تم بھول گئے بھائی مجھے وائے مقدر
آیندہ کچھ امید مروت نہیں تم سے

رغبت کے تو لایق ہی نہیں طالب دیدار
ایکاش یہی کہدو کہ نفرت نہیں تم سے

جو ڈھنگ تمہارے ہیں وہی پیر فلک کے
کس طرح کہا جائے کہ بیعت نہیں تم سے

اس طرح فراموش کیا کرتے ہیں افسوس
لیکن مجھے یہ کہنے کی جرأت نہیں تم سے

خود واقف احوال دل درد طلب ہو
کچھ حجت و تقریر کی حاجت نہیں تم سے

خط لکھا ہی جب تمنے جواب اسکا دیا ہی
اس بارہ میں صد شکر ندامت نہیں تم سے

خود دیکھ لو سینہ میں جراحت ہیں ہزاروں
ناراض نہونا کوئی راحت نہیں تم سے

دو لفظ ہی لکھ بھیجا کرو اپنے قلم سے
ہو سکتی اگر اور مشقت نہیں تم سے

پروین نہیں تا حشر کبھی بھولنیوالی
پھرنے کی کبھی چشم مروت نہیں تمسے

ایضاً

مرحبا قاصد نسیم بہار	تیرے قدموں سے دشت ہی گلزار
اللہ الحمد پھر ہوا اسیدھا	جاں نثاروں سے چرخ کج رفتار
شکر صد شکر بندہ پرور نے	خود کیا حال زار استفسار
نامہ دلنواز لکھ بھیجا	زندگی یوں بھی ہو گئی دشوار
یعنی ہے احتمال شادی مرگ	تو ہی حافظ ہے اے مرے غفار
وہ مسرت ہوئی مجھے گویا	نار نمرود ہو گئی گلزار
کاش ہوتا جہان بھر آزاد	کاش ہوتا زمانہ خود مختار
جانتا ہے خدا۔ عزیزوں کی	تپ فرقت بھی ہے بڑا آزار
ورنہ یوں بار بار کیوں کہتے	وقنا ربنا عذاب النار
جلد آپس میں مل نہیں سکتی	کتنی مہنگی ہے دولت دیدار
میں وہ تعمیر ہوں کہ جسکی ہے	ابتدا سے شکستگی معمار
بیقراری ہے عادت گردوں	اسکے سایہ میں کیوں ہو دلکو قرار
لکھدیا بیخودی میں کیا کیا کچھ	ہو گیا رفتہ رفتہ اک طومار
اس لئے سامعہ خراشی کے	خوف سے اے عزیز نیک اطوار
بے تکلف بس اب نگارش ہے	مدعائے ضروری الاظہار
بھائی اک مدت مدید کے بعد	مل کے یوں ہو گئے جدا اکبار

گر نہ پھر آسکے اُدھر پروین	آپ بھی پھر نہ آسکے زنہار
دوسرے روز کوچ کرنا تھا	چھوڑنا ہی پڑا وہ شہر و دیار
ہو گیا قلب مضطرب بیتاب	بن گئی آنکھ ابر دریا بار
آپ شاید مبالغہ سمجھیں	کیا کروں حال زار کا اظہار
نامہ پھر بار آپہونچا	ہو گیا خانہ مطلع انوار
کام ہی آرہی مسیحائی	جاں بلب ہوکے بچ گیا بیمار
خلق کا خیر خواہ ہوں میں بھی	کیوں نہ دوں یوں دعائیں لیل و نہار
ایک مشہور شعر لکھتا ہوں	گر نہ سارق کہیں اولی الابصار
تم سلامت رہو ہزار برس	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
مجھکو للہ لکھتے رہیئے گا	نامہائے لطیف و بہجت بار
ہر مہینے میں ایک بار سہی	گر نہ ممکن ہو ہفتہ عشرہ وار
کیونکہ بچھڑے ہوؤں کی الفت کا	ہے اسی پر تمام دار و مدار
تاکہ کشور کشا ہوں عالمگیر	تاکہ خدمتگرا ہوں باجگزار
تم کو واصل ہو مخزنِ قاروں	مجھکو حاصل ہو دولت دیدار

نامہ شوق ختم کر پروین
ہو چکا مدعائے دل اظہار

ایضاً

درِ دریائے عزت و حرمت	نیر برجِ عفت و عصمت
آفتاب سپہرِ حلم و حیا	آسمانِ جہانِ فہم و ذکا

چھوٹی بیگم فلک ہے تا گرداں	تم رہو شاد و خرم و خنداں
مہر جبتک ہے یوں ضیا گستر	تا درخشاں رہے مہ انور
اختر بخت ہو ترا رخشاں	تیرا حامی ہو حافظ دو جہاں
علم کی دے خدا تمہیں توفیق	بخت یاور رہے تمہارا رفیق
عمر بھی ہو دراز عقل بھی ہو	بخت یاور رہو علم و فضل بھی ہو
رہو بیخوف دور گردوں سے	رہو محفوظ جور گردوں سے
حادثات زمانہ سے تم پر	ایک ذرّہ نہ آنے پائے ضرر
اصل مطلب پہ اب میں آتی ہوں	صورت مدعا دکھاتی ہوں
صبح کو نامہ سرور افزا	فضل خلاق سے مجھے پہونچا
چمن آرزو میں آئی بہار	گل کھلے بوستان دل میں ہزار
رنج راحت سے ہو گیا تبدیل	تمکو زندہ رکھے خدائے جلیل
لکھ چکی ہوں تمہیں میں حالت زار	اک مہینے سے سخت تھی بیمار
میرے مرنے کا ورنہ کل ساماں	ایک مدت سے تھا مہیا یہاں
زندگی خود وبال تھی مجھکو	کیونکہ ایذا کمال تھی مجھکو
پر ہے قسمت سے ہر بشر ناچار	ہے رضا کا مقام بے تکرار
شکر ہے اُس خدائے یکتا کا	عفو اب تو مرا قصور کیا
مجھکو صحت عطا ہوئی لیکن	پھر نہیں سکتی اور میں کچھ دن
خوب لکھا تھا مرحبا تم کو	حلم دے عقل دے خدا تم کو
ہو گیا آج مجھکو یہ تحقیق	باتیں سیکھی ہو خوب نستعلیق

کیوں نہو مولوی کی بیٹی ہو | یہی زیبا ہے مرحبا تم کو
آٹھویں روز میری جان ضرور | خط کے لکھنے کا تم رکھو دستور
ہم کو اکجا کرے خدائے جہاں | سب رہیں مل کے خرم و شاداں
رہنا اماں کے حکم میں بیوی | کرنا اُنکے خلاف تم نہ کبھی
نانا نانی کا ماننا کہنا | حکم میں سب بڑونکے تم رہنا

بس دعا پر تمام نامہ ہے
آگے خاموش میرا خامہ ہے

ایضاً

سراپا عفت و عصمت ہمایوں بخت و نیک اختر | رہی ہر کام میں تیرا خداوند جہاں یاور
قیامت تک نہ آئے دل پہ تیرے کچھ غم و کلفت | ترا حامی ترا حافظ سدا ہو خالق اکبر
درازی عمر میں ہو اور فزونی عقل میں ہردم | رہے تو شاد و خرم بزیر گنبد اخضر
خدا کے فضل سے اب تک تو میں اچھی طرح سے ہوں | مگر تم سے جدا رہنا ہی غم سب سے ہے بڑھکر
خدا سے ہے دعا ہردم رہو اچھی طرح تم سب | تمہارا دشمن و بدخواہ دایم مضطر و ششدر
کئی دن گزری جب آیا تھا اک خط آج پھر آیا | بہت شاداں ہوا واللہ میرا یاں دل مضطر
جو پہلے نظم نامہ تمکو لکھا تھا ہوئی مدت | وہ اس خط میں مری جاں لکھی دیتی ہوں میں اب لکھکر
اگر تم نظم سے خوش ہو تو بہتر ہی تکلف کیا | تمہیں میں نظم ہی لکھا کرونگی خط نہیں کچھ ڈر
خدا سے ہے یہی ہردم دعا میری کہیں جلدی | کوئی باعث ہو اب ایسا کہ سب یکجا رہیں ملکر
بڑوں سے بندگی بندی کی کرنا عرض چھوٹوں کو | دعا کہنا سلامت تم کو رکھے خالق اکبر

رہو چپ اب تو پرویں اور کرو ختم نامہ کو
سمجھ لینا تجھی پھر منحصر ہے کیا اسی خط پر

ایضاً

سعادت شعار و خجستہ خصال
پسندیدہ اطوار و فرخندہ فال

بہ یزداں دارندہ مہر و ماہ
فرازندہ برتریں کارگاہ

دعایم کہ باشی بعیش و طرب
نہ بینی زراد و از رنج و تعب

پریروز مکتوب دریافتم
ہمانا کہ گنج گہر یافتم

سپاسم بدرگاہ پروردگار
کہ امروز مرفوع شد انتظار

اگر مصلحت باشد اینجا بیا
کہ بینی مرا تو و من مر ترا

بکوشش وہمہ کار نہ بر خدائے
دگر قسمت خویشتن آزمائے

وگر نائے اینجا ہماں جا بماں
بہ تحصیل علم و ہنر شادماں

اگر لطف یزداں کند یاوری
گہرہائے مقصد بکف آوری

مساعی سہ سالہ یارت دہد
مراد تو پروردگارت دہد

درآید بکف دامن مدعا
کند کہ و مہ مرحبا مرحبا

خرد پیشکاران دانش گزیں
کہ بادا براناں بریں آفریں

حیات دل و نوشدارئے جاں
نداند جز علم و دانش نشاں

ازیں بیش پرویں چہ باید نوشت
بساط سخن را بباید نوشت

مناجات

اے در کف تست خامہ صنع — دنیا ورقت زنامہ صنع
دانی کہ نہ ناثرم نہ ناظم — ازکردہ وگفتہ سخت نادم
در نثر نہ دستگاہ دارم — در نظم نہ نادرہ نگارم
نے قافیہ و عروض دانم — حاصل نہ معانی و بیانم
دخل است نہ در علوم دیگر — نہ ذہن رسا نہ فکر برتر
نے دست قوی نہ سخت پنجہ — خود بلکہ فتادہ در شکنجہ
سیلے خوردست روزگارم — سیلے است گشادہ چشم زارم
نے سے چہ نوشتم وچہ گفتم — انعام وعطا چرا نہفتم
اوخ کہ بجود جفا نمودم — تقصیر شد وخطا نمودم
اے بارخدا بمن نگیری — ماموں کہ پوزشم پذیری
اولاد وعیال و مال دادی — علم وہنر وکمال دادی
ایمان وامان عطا نمودی — نعمائے گراں بہا نمودی
دادی تو ذریعہ معاشم — تا دست خوش کسے نباشم
گو خالد وزید بیش دارند — مطلوب بکام خویش دارند
علم وہنرم بہ بیش ایشاں — موریست بدرگہ سلیماں
اموال وعیال ہم ازیں دست — چوں کاہ بپائے سروبن پست

تاهم نتوان جسارتی کرد
انعام ترا حقارتی کرد

بهتر ز من ای کفیل کارم
خود مطلعی ز کار و بارم

پس هرچه دهی و زان زیادت
خواهم بود آز یا جهالت

دادی تو هر آنچه دادنی بود
بر فعل تو اعتراض بی سود

گفتن که ضعیف این ندارد
نان پارهٔ جز جوین ندارد

بی برگی خویش شرح کردن
در حکمت تست جرح کردن

زیرا که تو قادری حکیمی
علامی و رازقی رحیمی

بودی اگرم دگر ضرورت
دادی کرم تو بی کدورت

چون بخشی ضرورت ار ندانی
وین نیست که خود نمی توانی

یا دست بداری وز نیان
انعام نکنی بر انسان

یا دانی تو قلت کفافم
وانگه ندهی ز اعتسافم

این هر سه بود ز کفر و طغیان
این زشت و نعوذ بالله یزدان

حق آنکه کنی بدست قدرت
آنچه که بود قرین حکمت

گر شاه نمودهٔ یکی را
ور داه نمودهٔ یکی را

ما را نه خبر که این چرا شد
آن یک شه و آن دگر گدا شد

بس چیز که بودی گر بدستم
در ساختمی رند و می پرستم

نابودن آن یکی ضرار است
صد فائده ضمناً آشکار است

افسوس نگه بیک زیان ست
صد فائده از نظر نهان ست

زین است که من دوام شادم
گر کامورم که نامرادم

لیک از کرم تو یاد دارم — اُدْعُونِی وَاسْتَجِبْ لَکُمْ ہم
در وعدہ تو اختلاف نتوان — ور گفت تو انحراف نتوان
اے روزی دہ و روان تن بخش — اے ناطقہ ساز و اے سخن بخش
دہ عقل مگر نہ فتنہ پرداز — دہ علم مگر عمل کند ساز
ایمان دہ مگر بہ استقامت — پایندہ تا دم قیامت
اولاد مگر خجستگی یار — ہموار و سعید و نیک اطوار
کن خط تو ان بہ صفحہ تن درج — الا کہ بیاد تو شود خرج
دہ وسعت رزق و گنج و مالم — الا نہ کہ گردد آں وبالم
دہ در فن شاعری شعورم — از بحر سخن چکد طہورم
خواہم ز تو با زلرز لرزاں — شرمندہ چو اختلاف وزراں
گویم کہ اگر بود مناسب — اے مہر تو مہر را مصاحب
دہ ور نہ مدہ کہ ہمدریں حال — شاکی نیم اے خدائے متعال
خود زندہ بدار یا بہ میراں — تصنیف مرا عزیز گرداں
ارباب تمیز دوست دارند — بر وے نظر کرم گمارند
محفوظ کنی ز بد نگاہش — از ہر کس و ناکسے پناہش
ور نہ بنہفتہ بہ کہ حاسد — بینند و کنند شور و فریاد
گویند غلط است ایں سرہ نیست — در فارسی ایں محاورہ نیست
ایں لفظ بود کریہ و متروک — ایں کلمہ بود صریح مشکوک
ایں غیر فصیح و ایں ثقیل است — بے حجت و شاہد و دلیل است

بیهوده نموده جهد و تکلیف | مملوست همه ز ضعف تالیف

این جائے تنافر تمام است | تعقید جلی درین مقام است

در بطن دماغ او فساد است | از اوج فصاحت افتاد است

کین شعر ز دیگران نوشته است | سوگند خدا اگر آن نوشته است

این شعر ز دیگران گرفته است | این از غزل فلان گرفته است

گاہے ز تناقص و تغیّر | گویند که هست این غزل پر

گه حرف ز انتحال رانند | گه حال ابتذال دانند

تضمین گہے حشو گاه تکرار | تخلیع گہے کنند اظہار

گه حرف ز سلخ و مسخ گویان | گه راه عدول و نسخ پویان

در قافیه گه غلو نمایند | بر بام سخن علو نمایند

توجیه کنند شائیگان سست | ایطائے جلی است رائیگان سست

اقوا و تعدی و تغیّر | اکفا و سناد اندرین پر

گر زشت نماست عیب جویند | ور خوب بود ز من نگویند

القصه خطاوران سگ رو | گیرند به مشک من صد آهو

یارب تو بدانی آن کدام اند | مشتے ز نواقصان خام اند

نے رنگ خرد نه بوئے دانش | دریوزه گران کوئے دانش

نے لطف سخن نه فهم اشعار | والله فسردگان بیکار

بدسیرت و ترش رو و تیره | کج فهمی و یاوه گی و تیره

در نظم سلیقه ندارند | در نثر وثیقه ندارند

نے لایق بزم و محفل کس | نے جائے گرفتہ در دل کس
ترسان ز خدا نہ از خلایق | در زعم خود از جمیع لایق
از نام ہنروران تنفر | از بے ہنری مگر ہمہ پر
شنوند چو مدحت ہنرور | دانند ز ہجو خویش بدتر
نے ذہن رسا نہ فکر عالی | جہال و سفیر و لاابالی
سر کوچکلے و بزرگ دستار | با ریش سفید بس سیہ کار
فہمیدہ کہ ہیچ ما دگر نیست | یا آنکہ یکے سلیقہ ور نیست
با کبر و غرور رشتگانند | از رشک و حسد سرشتگانند
تعظیم طلب کنندگانند | تعریف بکن کہ بندگانند
در سبکی و خفت اند سختہ | در خامی و خامکاری پختہ
در روئے سخنوران نہ لایند | در گوشہ خانہ ژاژ خایند
از جام غرور و کاس نخوت | چون مردہ دلان بخواب غفلت
ایوان مبانی و معانی | با کوشش و جہد و جانفشانی
در عمر نمودہ ام بلندش | در نیم لکد بیفگنندش
گر شعر بود بہ باب شعری | ور نثر بود بہ تاب نثری
بیہودہ کنند عیب گیری | گو مصرعی باشد از نظیری
خود مصرعہ ہم نمے توانند | با این ہمہ فخر شاعرانند
دارند ہمہ خران خیرہ | چون شمر و یزید عقل تیرہ
شبیر منشان کور باطن | وانگاہ بمہر و ماہ طاعن

یارب بعدم برخراں را
گو عفعف شاں زباں ندارد
از بہر رسول وآل اطہار
از شر حسود یا الٰہم

العلم حجاب اکبراں را
ایں بندہ دماغ آں ندارد
از بہر صحابیانِ ابرار
در دینی و آخرت پناہم

پروین گہر مراد سفتی
بیش است زبیش آنچہ گفتی

حمد جناب باری

حمدِ خدائے دوجہاں کرتا ہی اب خامہ ادا
تا کہویں سب قدسیاں اے مرحبا ای مرحبا

اے خامہ ادائے حمدِ داور
کیا میرا قلم یہ حوصلہ ہے
یہ حمد جناب کبریا ہے
ہو پہلے ادب سے گام فرسا
وہ خالق دوجہاں ہے بیشک
بیشک ہے وہی یگانہ داور
لے ارض سے تا بہ سر و افلاک
ہر ذرہ تعشق خدا میں

گر صفحہ پہ اپنا سر جھکا کر
گر اُس کا کرم ہے تو بجا ہے
امیدو ہر اس کی یہ جا ہے
تحمید خدا کو پھر بجا لا
وہ مالک انس و جاں ہی بیشک
تابع ہے جہاں اُسی کا یکسر
سب عشق میں ہیں اُسی کے غمناک
بیتابیٔ وصل کبریا میں

پھرتا ہے جہاں میں مارا مارا — مثل مہ و مہر عالم آرا

قمری بھی محبت خدا میں — صحرا میں یہ دیتی ہیں صدائیں

اے مونس عاشقاں کجائی — پوشیدہ ز چشم ما چرائی

ہر ذرہ ز جلوۂ تو روشن — تا کے ستم فراق با من

ہر بلبل خوشنوا چمن میں — بھرتی ہے یہ کہہ کے سرد آہیں

اے صانع برگ و گل کجائی — اے خالق جزو کل کجائی

آخر تو نہفتہ زما چوں — ظاہر شدۂ تو برملا چوں

کویل بہزار رنج و فرقت — یہ کہہ کے اٹھاتی ہے قیامت

اے مقصد قاصداں کجائی — اے مطلب طالباں کجائی

مخفی ز نگاہ ما چرائی — روشن بر عارفاں چرائی

ساکت ہے جو سرو سنبل و گل — گویا ہے ہزار طرح بلبل

وہاں ابر کو ہے جو آہ و زاری — عشاق کو یہاں ہی اشکباری

گردش میں وہاں فلک ہے پیہم — سکتہ ہے یہاں زمیں کو ہر دم

ملکوت وہاں جو سبحہ خواں ہیں — یہاں حمد میں اس کے تر زباں ہیں

خاموش قلم ادب سے خاموش — مت حسن بیان سے ہو مدہوش

یہ حمد ہے حمد کا ادب کر — خاموش ہو سر جھکا ادب کر

اب نعت جناب مصطفےٰ لکھ — پھر مدح صحابہ برملا لکھ

اے ہمنشیں میرا قلم سر کو ادب سے کرکے خم
اس طرح کرتا ہے رقم نعت جناب مصطفےٰ

یارب مرے طوطیٔ قلم کو — کر فضل سے غیرتِ سخن گو
اوصاف نبی کا کچھ بیاں ہو — اخلاق کا اُس کے مدح خواں ہو
بلبل کی طرح سے چہک اُٹھے — خوشبوئے نبی سے مہک اُٹھے
وہ سرور انبیا، داور — وہ زبدۂ اصفیا، داور
سرکردۂ خالق خلایق — بہتر ز ہمہ و جملہ فایق
وہ عالم سرّ کن فکانی — وہ مہر سپہر راز دانی
وہ مظہر شان رحمِ داور — مطلوب خدائے پاک اکبر
وہ عرش خرام چرخ منزل — ہوں جس پہ فدا ہزارہا دل
دلدادۂ خالقِ دو عالم — محبوب خدا و فخر آدم
وہ زینت مسند کرامت — وہ موجب افتخار زینت
وہ ختم رسل خدا کا پیارا — وہ شافع یوم دیں ہمارا
برتر ہے تمام انبیا سے — بہتر ہے تمام اصفیا سے
ہو اُس پہ درود کبریائی — مقبول دعا یہ کر الٰہی
پہونچا دے خدا سلام اُن پہ — روضہ ہو نبی کا میرا منظر
اب خامہ دو زباں بیاں سے — اصحاب نبی کا مدح خواں ہے

کہتا ہے ہاتف دم بدم سن اے قلم
مدح صحابہ کر رقم گر نعت سے فارغ ہوا

جو طالب مرضی خدا تھے — جو عاشق فخر انبیا تھے
تھے والہ روئے مصطفائی — منظور عنایت الٰہی

تھے شیفتۂ رخ محمد
تحمید خدا سے تھے ممجد

اے باد صبا جو ہو رسائی
کر عرض سلام عاصیہ بھی

یا رب تو جناب مصطفےٰ پر
اور سارے ائمہ باصفا پر

صلوٰت و سلام بے نہایت
پہونچا بہزار فضل و رحمت

اے ادہم کلک تجربہ کار
افسانے کا کر دے گرم بازار

باد بہاری جھوم کر یائے معانی چوم کر
یوں کہہ رہی ہے دھوم کر آغاز قصہ ہوگیا

حمد دیگر

بنام مونس عاشق جانباز
ہوا جو عاشق صادق کا دمساز

بفرط الفت و عشق الٰہی
گرے ہے عاشقوں کے دل پہ بجلی

اگر ہو مہر خالق پرتو افگن
دل عاشق ہو مثل مہر روشن

دھواں نکلے جو آہ آتشیں کا
الف بنجائے وہ خلد بریں کا

تعشق میں جو طفل اشک نکلے
تو اُسکو حور جنت دل میں جادے

سوئے کعبہ اگر ہووے خراماں
جو اُسکا عاشق صادق ہو ایماں

تو کعبہ خود پئے تعظیم آئے
سراپا سر کو سجدے میں جھکائے

جو سوئے وہ تو بیداران جنت
بچشم دل کریں اُسکی حفاظت

یہ سب قدسیوں کو ہو تمنا
بنائیں سرمہ اُسکی خاک پا کا

جہیم و نار و نور و باغ رضواں
بچشم غرق الفت سب ہیں یکساں

نہیں کچھ خلد اُنکا مدعا ہے
مگر مطلوب وصل کبریا ہے

رفیع الشان ہیں کون و مکان سے
مراتب اُنکے باہر ہیں بیاں سے
وہی ہے مورد الطاف داور
وہی ہے رونق دین پیمبر
انہیں کا دل گذرگاہ خدا ہے
انہیں کا مہر الفت رہنما ہے
انہیں کا ذکر ہے قرآں میں آیا
خطاب ظالم و جاہل ہے پایا
نیاز و ناز دونوں سمت سے ہے
نئے یہ عشق دکھلاتا ہی جلوے

بحر دیگر

ہی وہی کثرت میں بھی وحدت نما
ہو گیا وحدت سے جو کثرت فزا
عاجز اُسکے فہم سے ادراک ہے
ہر طرح وہم بشر سے پاک ہے
عقل و دانش سے معلی ہی وہی
فہم انساں سے مبرا ہی وہی

علم منطق سے نہیں چلتا یہ کام
ختم کر یہ دیں ادب کا ہی مقام

مناجات بقاضی الحاجات

الٰہی دے مجھے شیریں زبانی
کروں تقریر خوش سے درفشانی
قلم ہو رشک منقار عنادل
فصاحت کا ہو جسکے پاؤں در گل
قلم میں میرے بھر جائیں مضامیں
لکھوں جس سے حکایات خوش آئیں
نہ سد راہ خوف طعنہ زن ہو
نہ باک حرف گیراں دل شکن ہو
مرا دل مطلع نور خدا ہو
زباں سے یا محمدؐ کی صدا ہو
سراپا عشق اللہ اور نبی ہوں
ہمہ تن والۂ روئے علی ہوں

رہے دنیا میں تا چرچا سخن کا — رہوں مداح وصف پنجتن کا
ہو ان کا عشق یاں تک جلوہ افزا — سراسر داغ الفت دل ہو میرا
مرا دل ہووے مثل مہر روشن — وفور داغ سے ہو رشک گلشن
کسیکو ہو گماں لالہ کا اُسپر — کوئی سمجھے اُسے طاؤس کا پر
مہ تابان و مہر عالم آرا — تپش سے اُسکے جل جائیں خدایا
غذا اُسکی خیال کبریا ہو — دعا اُسکی وصال کبریا ہو
رہے ہر وقت لب پر آہ و زاری — رہے طاری ہمیشہ بیقراری
طفیل نام احمدؐ روز محشر — مرے عصیاں کو کیجو عفو داور
خدایا مجھکو وقت واپسیں کے — زیاں پہونچے نہ شیطان لعیں سے

غرض پروین کی جو کچھ ہے تمنا
تصدق میں نبی کے اُسکو بر لا

سلام

سلامی گر دو آنسو بھی غم سرور میں آجائیں — یقیناً ہم پناہ ساقی کوثر میں آجائیں
فرات و دجلہ کہتے تھے ہمیں کیا حکم ہی مولا — بہے جائیں جہاں بیٹھے ہیں یا لشکر میں آجائیں
اگر حضرت کا دریا سے غضب اٹھے لعینوں پر — بھنور بنجائیں دامان قبا چکر میں آجائیں
شریروں نے کہا شہ سی اگر ہوں امن کے طالب — تو بیعت آپ کریں شام کے لشکر میں آجائیں
ہمیشہ فاطمہ صغرا کا یہ گویا وظیفہ تھا — الٰہی خیریت سے میرے ابا گھر میں آجائیں
کیا جب شاہ نے حملہ تو سر اُڑنے لگے لاکھوں — خس و خاشاک جیسے موجہ صرصر میں آجائیں

چلے اکبر تو حضرت ام لیلیٰ نے دعا مانگی
کہ جیسے جا گئے پھر لوٹ کے مادر میں آ جائیں

کہا عباس نے عاجز نہیں جائیں تو دریا پر
ابھی دم بھر میں جائیں اور ابھی دم بھر میں آ جائیں

کہا شبیر نے آگاہ ہو ہم انکے بیٹے ہیں
مدینے سے جو باہر ہوتے ہی خیبر میں آ جائیں

عیاں ہے سنگ اسود سنگ مرمر ہو نہیں سکتا
کہاں سے خوبیاں پھر شمر بدگوہر میں آ جائیں

تحمل نے کیا آساں یہ مشکل مرحلہ ورنہ
زمیں گردش میں آ جائیں فلک چکر میں آ جائیں

مجبو کیا بساط اعدا کی جو شہ کے مقابل ہوں
مقابل ہوں تو مہرہ کی طرح ششدر میں آ جائیں

نہایت خوش نصیبی ہو اگر پروین قیامت میں
شمار خادماں فضہ و قنبر میں آ جائیں

جو ترے لطف و عنایت پہ نظر رکھتے ہیں
پاؤں ہر راہ میں بےخوف و خطر رکھتے ہیں

جو تصور میں تجھے پیش نظر رکھتے ہیں
طاق نسیاں پہ کہیں شمس و قمر رکھتے ہیں

میں بھی اور غیر بھی آغوش تمنا کھولے
دیکھئے بزم میں تشریف کدھر رکھتے ہیں

پھیلکر چہرۂ تاباں پہ تمہارے گیسو
ایک جا باہم خورشید و قمر رکھتے ہیں

بےخبر ہم کو زمانہ سے نہ سمجھیں اغیار
بلکہ ہر وقت زمانہ کی خبر رکھتے ہیں

خالی علت سے نہیں حور وشوں پہ مرنا
آپ جنت کا مگر عزم سفر رکھتے ہیں

ابتدا ہی سے سمجھ لیتے ہیں انجام کا حال
کل کی بات آج سے ہم پیش نظر رکھتے ہیں

کون دیتا ہی ہمیں بےہنری کا الزام
قابل بےہنری ہیں یہ ہنر رکھتے ہیں

کبھی اٹھا ہے ترے نقش قدم سے جو غبار
اپنی آنکھوں میں اسے شمس و قمر رکھتے ہیں

میں ہوں یا آپ جہاں میں نہیں کوئی معصوم
ان میں بھی عیب ہے جو لاکھ ہنر رکھتے ہیں

ہم کو آغاز کی پروا نہیں بالکل پروین
ہم تو انجام کی خوبی پہ نظر رکھتے ہیں

غزلیاتِ فارسی

در سرائے بے ثبات اینگونہ بندی دل چرا
بر رہ سیل فنا عاقل کند منزل چرا

نحن اقرب شان تو وآگاہ اینگونہ بعید
تشنہ ماند از دم آب بے لب ساحل چرا

صبر فرما بر قضا در قتل ما صورت نہ بست
این تپید نہائے بے معنی دل بسمل چرا

ما بفانوس توکل از حوادث ایمنیم
ز آتشِ حرص و ہوا سوزیم شمع دل چرا

بر دوشت وانہ گندم بہ بستی دل چرا
مرغ جانم آمدی در دام آب و گل چرا

گر ہمہ بنوشت منشی قضا روز ازل
باز در اصلاح دنیا سعی لاحاصل چرا

در تب و تاب است پروانہ ازین در حیرتم
مضطرب گردد بآتش ہمچو من بیدل چرا

ما ز تو پیدا شدیم و تو ز مائی آشکار
غیر گردد پس میاں ما و تو حائل چرا

ذرہ ذرہ در تحرک پرویں ز حکم خدا ست
باز آید تا لب تو شکوۂ باطل چرا

ز بس صبر و سکوں بردی بناز و غمزۂ زدلہا
بشہر عاشقاں بینی خراب افتادہ منزلہا

الا یا ساقی دوراں توئی حلال مشکلہا
شراب ناب تسکیں ریختی در ساغر دلہا

چو پروانہ فدائی شمع رویت ہر کس و ناکس
بہ ذکر حسن عالم سوز تو پر نور محفلہا

مشو مغرور بر علم خود ار عقل رسا داری
بقاموس جہاں حل ناشدہ بینی مسائلہا

بکویت عاشقاں گویند اگر ہر گو مشو رنجہ
بگرد ہر چمن بینم در نالہ عنادلہا

برافگن پرده از رخسار خود لے قاتل عالم — بیا شور قیامت کرد ہا ہائے بسملها
ہمہ آہے بلب دستے بدل خارے بپا حیراں — بسودائے جمال تو چہ عاقلها چہ غافلها
بہار عالم ایجاد طرفہ تازگی دارد — زجلوه ریزی گلها ز شور انگیزی دلها

چرا عامل نباشد واعظ و گوید بمن پرویں
دَعِ الدنیا و اہلها دَعِ الدنیا و اہلها

ساقی صباح عید برافروز جام را — تیغ ہلال قطع نموده صیام را
گر من بدست خویش بیابم زمام را — گیرم حلال را و نگیرم حرام را
چوں پرتوے زچہره تو چرخ وام کرد — رونق فزوده عارض ماه تمام را
مرغ دلم بلالہ رویش چساں رسد — گسترده اند در ره گلزار دام را
در باب خلد و نار ہمہ واعظان شہر — نشناختند خوب خیال عوام را
بیراہہ گر رویم ز دیوانگی شمار — برده جنون عشق ز دستم زمام را
در بزم شرع خارج از آہنگ نیستم — تعلیم کرده اند مغاں ہر مقام را
اعجاز حسن بیں کہ بروئے حسین او — بینی دو نیمہ ساختہ ماه تمام را

او رشک ابن مریم و پرویں جمال او
بیمار عشق ساختہ ہر خاص و عام را

کہ بندشاں انفاس علی داتا رمیراں را — کہ فیضش خطۂ جنت نموده کافرستاں را
خلف آموخت رسم عاشقی از جد والایش — کہ جاں بازد چو ورزد سنت شاه شہیداں را
درش امید گاه آنکہ مایوس از دو عالم شد — شفا بخشد لب معجز نما جانِ مریضاں را
مسیحائی نماید مردۂ صد سالہ را چشمش — حیات تازه می بخشد دمش تنہائے بیجاں را

مضافات او نا ده فیضیاب از جوئبارت شد　　سحاب جود و لطفت ساخته گلشن بیابان را
سواد روضات را رشک طوبی خوانم و دانم　　چو گویم تختهٔ خلد برین فرش خیابان را
وزد باد بهاری از جوار روضهٔ پاکت　　دهاند مطرب چشمش سرود یا دستان را
جمالے هست پنهاں در جمالت گر کسے بیند　　شد اولاد علی آل نبی آئینه جاناں را
گر در خواب بینم آں جمال بے مثال تو　　بیک نظاره رویت فدا سازم دل و جاں را
نگاهی کن که وقف یک نگاه هست نعش دیں　　سرت گردم بسویم گردشے آں چشم فتاں را
تتار شیشهٔ توزهد شب هائے دراز من　　بجام باده ات قربان سازم دین و ایمان را

زجاروب مزار پاک پروین معنے دارد
که بوسد خاک پائے یادگار شاه مردان را

ب

شعله زن خانه من از رخ یار است امشب　　برقع افگنده ز روه مه بکنار است امشب
من واد جمع به میخانه و زلفش برهم　　سایه افگن به سرم ابر بهار است امشب
رخ او تازه و تر همچو گلستان امروز　　دل من نغمه سرا همچو هزار است امشب
من و پروانه به گرد سر او میگردیم　　شمع در سینه ازیں رنج شرار است امشب
در دلم جائے نمانده ز هجوم فرحت　　غم و اندوه همه رو بفرار است امشب
عنبر افشانی او کرد معطر بزمم　　چین گیسوئے صنم ملک تتار است امشب

گل رخ گلبدن من به کنارم پروین
بعد ازیں تذکره غیر چو خار است امشب

در برش جام و سبو او بکنارم امشب　　شکوه جور ز افلاک ندارم امشب

صاف از ما چو نیائی بکنارم امشب | تا من از جور تو فریاد برآرم امشب
دل بد و محو شد و دست بجام باده | دل بیار است مرا دست بکارم امشب
پا نهادی بسر تربتم ای رشک مسیح | گوئی بر چرخ رسید است غبارم امشب
پرتو عارض او خرمن ایمانم سوخت | همه طورم همه نورم همه نارم امشب
او بمن وعده نمود و بر اغیار برفت | حیف صد حیف خزان گشت بهارم امشب

عهد بستم بدل غمزده خود پروین
تا سحر غیرت مه را نگزارم امشب

ت

چون ز آغوش من آن فتنه دوران برخاست | موج زد دیده خونبار که طوفان برخاست
چاره گر بر سر بالین بمداوا بنشست | دید چون حال من انگشت بدندان برخاست
فاش میگفت مسیحا که منم جان بخشش | جان زارم چو نظر کرد پشیمان برخاست
هر که همبزم تو شد دست تغابن بر زد | شادمان آمد و با ناله و حرمان برخاست
فتنه تازه برانگیخت سپهر دوار | غیر بنشست بجایش چو نگهبان برخاست
پاره پاره جگر و خون تمنا در دل | هر که برخاست ز بزم تو بدینسان برخاست

بر سرم ابر سیه نیست به هجرش پروین
دود آهی است که از سینه سوزان برخاست

جان باد گشت و باد چو برق تپان گزشت | تن خاک گشت و خاک ز هفت آسمان گزشت
بگزشت هر سخن که ز نوک زبان گزشت | نتوان گرفتنش چو خدنگ از کمان گزشت
مستانه وار گام زدم در ره جنون | گو بگزرد هر آنچه که بر دیگران گزشت

درعالم است آه همان ظلم آشکار	پیدا شدی چو دوره چنگیز خاں گزشت

پروین سگے دوام زفتم براه او
عمرم گزشت واه همه رائیگاں گزشت

ماغریباں را اگر کمتر بہ بخشش عار نیست	جرعۂ ده تشنہ ام گر ساغر سرشار نیست
با فضائے گلشن فردوس ما را کار نیست	مسکن دلدادگاں جز کوچہ دلدار نیست
تا منم در دار فانی با رقیبت کار نیست	تا بود منصور غیرش دار را مقدار نیست
اندروں باشد هر آنچہ از بروں آید نظر	چشم بینائے تو کم از روزن دیوار نیست
قطره قطره میچکد در هجرت از خون جگر	راست گویم صادقاں را چشم دریا بار نیست
راست گفتہ هرکہ گفتہ چوں سخن گوئی براز	هوشداری اینکہ گوشے درپس دیوار نیست
شکوۂ پرده نشینی زاں گل رعنا غلط	چوں کلیم اللہ تا کس طالب دیدار نیست
واعظان پاک باطن عشق را گویند فسق	خام کاراند حاصل لذت دیدار نیست

لالہ و گل بے خبر افتاده از جام نشاط
در چمن پروین بجز نرگس کسے بیدار نیست

بس تجربہ کردیم دعا را اثرے نیست	ما بیخبر از عالم و او را خبرے نیست
گیرم کہ بہ فریاد و فغانم اثرے نیست	بر حال من خستہ ترا هم نظرے نیست
بهتر ز غم عشق بہ عالم شجرے نیست	الا چہ تواں کرد کہ آں را ثمرے نیست
من فارغم از زلزلہ شور قیامت	اے تیره شب هجر ترا گر سحرے نیست
از خنجر ابروئش دلم گشت دو پاره	شمشیر قضا را بدو عالم سپرے نیست
پرسی کہ بکوئے تو چرا خلق شود جمع	معلوم تو باد کہ مثالت دگرے نیست

بے صرفگی ماست جس را ایم همه ورنه
عالم همه خیر است نشانے ز شرے نیست

او دل نه ستاند نه ستاند نه ستاند
نفعے به محبت نبود گر ضررے نیست

خواهند عزیزاں که به بینید رخ دوست
پرویں چه تواں کرد کنوں راهبرے نیست

ش

بر من اگر شود گزرت غوشنا اغشت
افتاده ام بخاک درت غوشنا اغشت

فریادرس بغیر توام نیست در جهاں
من بنده توام بسرت غوشنا اغشت

همواره برامید نگاه تو میسزنم
بر من شود اگر نظرت غوشنا اغشت

من جان و دل چو وقف خیال تو کرده ام
دل بهر تست جاں ببرت غوشنا اغشت

همت مکن دریغ که من کشته توام
بر خاک من چو شد گزرت غوشنا اغشت

دریا دبوئے زلف تو دیوانه ام هنوز
شاید رسد ز من خبرت غوشنا اغشت

آں کس که هست منتظر یک نگاه تو
محروم کے شود ز درت غوشنا اغشت

آخر چه شد که با من مسکیں غرور حسن
هر روز گشت بیشترت غوشنا اغشت

پرویں گدائے تست مکن رد ز راه لطف
جائے کند نثار گرت غوشنا اغشت

ج

اے صل علیٰ برق سوار شب معراج
بارید بخلق ابر بهار شب معراج

اے مقصد لولاک لما در شب اسریٰ
بر ذات تو کل دار و مدار شب معراج

بیوجه نه باشد همه شادابی طوبیٰ — باریده بخلق ابر بهار شب معراج
خورشید براهش چو بود نعل در آتش — تا چرخ مگر رفته شرار شب معراج
از ملک عرب تا به عجم کرده منور — آن بدر دجے بُد بکنار شب معراج
چوں باد رواں روح امیں بود بموکب — چوں برق تپاں شاهسوار شب معراج

از فرط مسرت نه کند چوں همه عالم
پرویں گهر اشک نثار شب معراج

چ

آنچه داری جاه و فر لعل و گهر هیچست هیچ — پنجروزه زندگی اے بے خبر هیچست هیچ
چوں نیابم گوهر مقصد ز غواصی چه سود — چوں ندارد آه جاں بازاں اثر هیچست هیچ
او نمی آید ز خلوتخانه خود یک قدم — روز و شب ایں گردش شمس و قمر هیچست هیچ
ما همیشه با لب خشکیم و چشم تر اگر — پیش ما هر بحر و بر هر خشک و تر هیچست هیچ
در کمین ما همیشه ترکتازاں اجل — نیزه و تیر و تبر تیغ و سپر هیچست هیچ
نالهٔ من چوں به طوفاں آورد دریائے اشک — پیش موجش صفه و دیوار و در هیچست هیچ

گوهر عزت اگر پرویں نباشد زیب گوش
بعد ازیں یابی اگر کاں گهر هیچست هیچ

ح

لیلائے شب برخ چو کشیده نقاب صبح — از روے قیس مهر فتاده حجاب صبح

لیل و نہار ما نبود چوں تو واعظا   زلفش جواب شام بود رخ جواب صبح
واعظ بیا و اہل خرابات را ببیں   ہر یک بوجد و رقص بود از شراب صبح
حالات دہر گشت بہ بینندہ منکشف   زاں گشت انقلاب چو وا شد کتاب صبح
تیرہ غبار شام بعالم نشستہ بود   روئے چمن نشست بہار از گلاب صبح

شب گیسوئے معنبر و پرویں پس اندراں
صبح است روئے روشن و رخ آفتاب صبح

د

نگار من بذات خود بہار بوستاں دارد   ز رخ لالہ ز مو سنبل ز قد سرو رواں دارد
مزار من ز گمنامی مکاں در لامکاں دارد   چو مہ شمع فروزندہ چو گردوں سائباں دارد
بغارت برد از دل ہوش از من دل ببیم اکنوں   ندارد ہیچ شئے۔ دارد اگر آہ و فغاں دارد
دریں عمر دو روزہ گر ندارد کس غم ہجرش   بشارت دہ کہ در دوزخ بہشت جاوداں دارد
چو پروانہ بہ شمع افتاد فریادے بر آمد   ببیں جاں باز در دوزخ بہشت جاوداں دارد
بہر گل قطرۂ شبنم بہ طرز تازہ می بینم   کہ دریائے جمال یار موج بیکراں دارد
چہ گوید از جمال باغباں دہر نا دیدہ   چو نرگس نیستش چشمے اگر سوسن زباں دارد
بنا اہلاں نگویم گو دلم از ضبط شق گردد   ندیدے کو کہ شنود باز راز من نہاں دارد

شہے دانم ہمے خوانم نہ پیچش وصف تو اکرم
نہ مثل او زمیں دارد نہ پرویں آسماں دارد

ذ

گیرد عدو ز مہر و وفائے تو التذاذ   من یافتم ز جور و جفائے تو التذاذ

هنگام قتل یافته ام لذتے زتیغ
دیگر گرفته ام زادائے تو التذاذ

اے دل امید لذت و راحت چه میکنی
گر عاشقی حرام بود بے تو التذاذ

بگذشته ام ز لذت دنیا و ذوق عیش
اے درد عشق یا دخد لئے تو التذاذ

با من اگرچه جور و جفا کردهٔ عیاں
پنہاں گرفته ام ز وفائے تو التذاذ

لذت بخشم زہر چه که از تو بمن رسد
چوں منحصر شده برضائے تو التذاذ

پروین خوش است نالهٔ شبہا و ہاو ہو
آں شاه حسن یافت زہائے تو التذاذ

ل

تاراج گشت باغ امید و بہار دل
دل مرده گشت سینه من شد مزار دل

میخواست خاطرم که نشینم بکوئے او
خانے بیا خلید و برآورد کار دل

من قطع کرده ام زجہان و جہانیاں
باید نوشت بر سر لوح مزار دل

یک جرعه ز شربت دیدار آں نگار
تجویز کرده ایم پے اضطرار دل

بے برگ و بار ہر شجر باغ آرزوست
بارے اگر به گلشن من ہست بار دل

از بسکه ہر دل است اسیر کمند او
نتواں نمود در خم زلفش شمار دل

یاراں ہمه بیاری او خو گرفته اند
در دار دہر آه کسے نیست یار دل

دلہا بگردش اند چو سیارہائے چرخ
ویں آفتاب حسن و جمالت مدار دل

پروین بنالد از خلش خارہائے تن
حسرت گره شد است بخاطر چو خار دل

چهره گل لب گل جبین گل عارض و رخسار گل
گوئی در گلزار عالم هست آں دلدار گل

هر کسے مشتاق رویش زین سبب دارد بباغ
روز و شب در انتظارش دیده بیدار گل

مانده محروم از کف پایت دم گلگشت تو
اشک حسرت دارد از شبنم سر رخسار گل

نیست خط سبز عارض بلکه صناع ازل
در فضاے بوستاں کشته به سبزه زار گل

گر پے گلگشت بخرامی ز آغوش رقیب
گردد از فیض قدومت در چمن هر خار گل

برقع برافگندی و شد خرمن جانم تباه
کس ندیده همچو رخسار تو آتشبار گل

بسکه می ماند بجسمت بسکه می ماند بروت
خلق زاں دارد بجیب و بر سر دستار گل

چوں شده حال چمن در اشتیاق تو نگر
دارد از خوں بر کف خود ساغر سرشار گل

سنج و راحت هر دو پروین رسته از یک شاخ جاں
چوں جدا گردد بگلزار جهاں از خار گل

م

باید ببارگاه خدا التجا کنم
بگذشت کار من ز مداوا دعا کنم

اے کاش غازه رخ ازاں خاکپا کنم
کافر شوم اگر هوس کیمیا کنم

درد درون و داغ جگر یادگار اوست
اے چاره گر بگو نه کنم یا دوا کنم

مانند بوے گل برم این جسم ناتواں
گر سوے کوے دوست سفر چوں صبا کنم

دارم امید گرچه نیرزم به نیم جو
روے حضور بینم و محشر بپا کنم

نے تاب هجر دارم و نے طاقت وصال
جاں را فداے یار نسازم چرا کنم

چوں نیست زهد و تقوی و چوں نیست زاد راه
آں به که تکیه بر کرم کبریا کنم

گو بحر در تلاطم و گو ورطه موج خیز | دارم خدا چه را طلب ناخدا کنم

حاجات در کشاکش و آداب مهر لب
پروین به حیرتم نه کنم یا دعا کنم

دلم از داغ درون گفت که گل پیرهن ام | چشمم فرمود که من آب رسان چمن ام
ناله میخواست که از سوز درون حرف زند | هستم گفت خبردار که قفل دهن ام
آتش عشق چو پروانه تنم سوخت ولے | شمع فانوس شده روشنئ پیرهن ام
آبیاری چه کند بر در آن باغ که من | از دو سیلاب سرشک آب رسان چمن ام
خار خار است همه جسم ضعیفم از غم | بلبل سوخته پر مرثیه خوان چمن ام
یاس و حرمان و الم چون بدلم جا کردند | ناله ام گفت که من رونق این انجمن ام

بر فلک وجد کند عقد ثریا پروین
بر کلام تو که من نیز از آن هم سخن ام

ن

چون کنم در کوچه او گام نتوان داشتن | بدگمانش کرد سر پاے دربان داشتن
عارضت هم کعبه جانست و هم آتش کده | میتوانی پاس هر گبر و مسلمان داشتن
عاشقان درد و در رخسارش مبارک چرخ را | نسخه خورشید و مه بر طاق نسیان داشتن
سینه صافان جهان از آسمان آموختند | با همه روشن دلی سر در گریبان داشتن
بسکه محنت دوست دارم طبع خوش آید مرا | آشیان در سایه دیوار زندان داشتن
گویم ار از معجزات حسن هم نبود شگفت | از خط و رخ کفر هم آغوش ایمان داشتن

چون وزد باد صبائے گلشن حسن و جمال — شمع زہد خشک نتوان زیر دامان داشتن
نرگسش بیمار و بیمارم چسان بخشد شفا — باشد از دیوانگی زو چشم درمان داشتن

شکوہ پروین میکند از سرو مہر پہلے تو
آرے آرے بایدش در سوز ہجران داشتن

منم پامال رنج و غم خزان باشد بہار من — دو جوئے بوستان من دو چشم اشکبار من
چنان برگشتہ بختم در خزان باشد بہار من — نہ بینی رستہ جز خار و خسک گرد فزار من
بیا باریدن ابر بہاری را تماشا کن — اگر گریان ندیدی ہر دو چشم اشکبار من
تو باشی تا جہان باشد قیامت آمیدانم — نگردد حشر برپا تا نیائی بر فزار من
نہ من دانستہ از یار دو یار خود جدا گشتم — کند در اختیار تو دل بے اختیار من
اگر خواہم بسوزم خرمن گردون بآسانی — کہ باشد از دل بیتاب برق من شرار من
باین افتادگی و بیکسی قدر بلندم بین — رخ افلاک را غازہ کند خاک فزار من
نباشد گر چراغ افروز قبرم نیست پروائے — کہ باشد ماہ تابان دائما شمع فزار من

دل شوریدۂ پروین بدارد زیر پا آتش
تو گوئی برق بیتاب است غلطان در کنار من

و

ہر جا کہ عشق کشتہ نازو ادائے تو — تو از برائے حسنی و حسن از برائے تو
آہوئے دل ہلاک خدنگ جفائے تو — فتراک دار بستہ بند قبائے تو
خون دلم کہ می چکد از چشم تر بگیر — تا تیز گردد آتش رنگ حنائے تو
پران چو برگ عرعر و لرزان چو شاخ بید — تو در ہوائے غیر و دلم در ہوائے تو

عشاق را بساغر و مینا و مے چہ کار — دلہائے ماشکستۂ سنگ جفائے تو
کارش بہ شکوہ سنجی حسنت چسان رسد — یک شیوہ داند آنکہ جفا و وفائے تو
حلقم برید قاتل و فرمود وقت نزع — کافی بود نظارہ من خونبہائے تو
از ماہ و مہر عاشق مہجور را چہ سود — روشن شب فراق شود از ضیائے تو

تو یا بہ چشم عاشق نالاں نمی سنے
پروین مگر دو چشم گزارد بپائے تو

سر بسر جلوہ یارم تنہ نا ہا یا ہو — آئینہ دار نگارم تنہ نا ہا یا ہو
بے خود و سینہ فگارم تنہ نا ہا یا ہو — جز خدا یارم ندارم تنہ نا ہا یا ہو
بس کہ گل کرد صفاتش بدل و جان خرید — سر بسر باغ و بہارم تنہ نا ہا یا ہو
من ندانم کہ خزان چیست بہارست کجا — بیخود از روئے نگارم تنہ نا ہا یا ہو
چاک چاک است دل غمزدہ و میگوید — شانہ گیسوئے یارم تنہ نا ہا یا ہو
شعلہ زد عشق تو و ہستی من پاک بسوخت — ہمہ تن برق و شرارم تنہ نا ہا یا ہو
دور از حد ملائک بسرا پردۂ ہو — نیست کس قرب و جوارم تنہ نا ہا یا ہو
جرم کردم چو از اندازۂ اعداد فزون — فارغ از روز شمارم تنہ نا ہا یا ہو
جلوۂ کرد رخش بر من و دین ماند نہ ہوش — ہمہ تن محو عذارم تنہ نا ہا یا ہو
او شب ہجر در آغوش خیالم افشرد — فارغ از بیم فشارم تنہ نا ہا یا ہو

در لحد اشک فشانست دو چشم پروین
اب از خاک برارم تنہ نا ہا یا ہو

ی

منم مستِ شراب عشق آرے | زدستم برنخیزد ہیچ کارے
بجانم آتشے در زد نگارے | تغافل مشربے غفلت شعارے
یم وعماں بنے در پیش چشمم | زسوز سینہ ام دوزخ شرارے
بلالہ برفگن آں سنبل تر | بلے باید بہ گنج حسن مارے
بتلخی در سپردہ جان شیریں | بلے فرہاد ہم کرد است کارے
من وجاں آفریں اے مایہ ناز | کہ جز یادت ندارم ہیچ کارے
جنوں صد مرحبا غیر توام نیست | انیسے مہربانے غمگسارے
متاع صبر و ہوشم کرد تاراج | نگارے نازنینے گلعذارے
زکف دل بردو از دل صبر وآرام | زتنِ جاں بردو از جانم قرارے
بدور نرگس مستانۂ تو | خراباتی شدہ ہر ہوشیارے
بدور فرقتش عمرے بسر شد | بامید وصالش روزگارے

زفریاد سحرگاہ تو پرویں
بہ طبعم در رسیدہ انتشارے

جام پرکن زراح ریحانی | رفت از حد بروں پریشانی
مہر با ایں فروغ وتابانی | پیش رویت کشد پشیمانی
بحر اشکم چو کرد طغیانی | کشتی چرخ گشت طوفانی
صدمہ جانگزائے فرقت را | در گرفتم بہ بیسامانی

لولوے آسماں برقص آید
برسر انغمہائے جاں افزا

گر سرائی بدیں خوش الحانی
بادہ پیما بخندہ پیشانی

رونق ماہ آسماں بشکست
دربر آید چو آں پری پیکر

مہر حسنت چو کرد تابانی
در گدائی کنم سلیمانی

یافتم از سرشک و لخت جگر
از غبار درت بچشم سزد

در غلطان و لعل پیکانی
گر کشم سرمہ صفاہانی

فکر درماندگاں بکن پروین
تا تو در کار خود نہ درمانی

مسدس بر شعر مشہور در منقبت محبوب سبحانی حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

مور راہ توام اے فخر سلیماں مددے
خستہ درد توام صاحب درماں مددے

کشتہ ہجر توام عیسیٰ دوراں مددے
تشنہ شوق توام چشمہ حیواں مددے

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

قطب عالم مددے سید و سلطاں مددے
شیخ عرفاں مددے سرور جیلاں مددے

فخر عالم مددے عاشق سبحاں مددے
نور یزداں مددے شافع عصیاں مددے

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

من بجوشش طلبت گرد جہاں گردیدم
گو بگو در کشش عشق نہاں گردیدم

بلبل آسا بہ چمن نالہ کناں گردیدم ۔ ہمچو خوں گشتم و اندر رگ جاں گردیدم

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

خستہ درد و غمم بر من مسکیں بنگر ۔ چشم بکشا و بفرما بمن خستہ نظر
سر گرانم زغم و ہست دل خستہ بہ بر ۔ کن علاج دل مجروح گذشتیم ز سر

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

چمنستان وفا سینۂ ریشم گرداں ۔ محنت عشق و بلا لذت عیشم گرداں
عشق مردانِ خدا ملت و کیشم گرداں ۔ برہان از دو جہاں بندۂ خویشم گرداں

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

المدد لخت دل بادشہ بدر و حنین ۔ المدد اے پسر بنت نبی الحرمین
المدد اے خلف سبط رسول الثقلین ۔ المدد نور نظر راحت روح حسنین

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

کشتۂ حسرت و حرمان و مصیبت پرویں ۔ آمدہ بر در پاک تو بجانِ غمگیں
او نگوید کہ چناں کن بحق او کہ چنیں ۔ آنچہ بہتر بودش خود تو باندیش و ببیں

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

قطعات تاریخ

قطعہ تاریخ عطا فرمودہ اخی مکرم برادر اعظم حضرت مولانا حکیم حاجی مولوی سید نظیر حسن خاں صاحب سخا مدرس عربی و فارسی مہاراجہ کالجیٹ اسکول ریاست جے پور

کس درجہ خوشنما ہے کس درجہ پرفضا ہے
کس درجہ دلکشا ہے گلزار علم پرویں

کیا ہی زبان شیریں کیا ہے بیان شیریں
یا رشک جان شیریں اثمار علم پرویں

نکتوں کے برگ و بر ہیں مضمونوں کے ثمر ہیں
طوبیٰ سے تازہ تر ہیں اشجار علم پرویں

نکلے گہر عدن سے گلہائے تر چمن سے
افشا ہوئے سخن سے اسرار علم پرویں

یہ ہی سخن کی برکت واللہ ورنہ حضرت
ہوتا نہ تا قیامت اظہار علم پرویں

کس پایہ کی زبان ہے کس پایہ کا بیان ہے
انکار آسماں ہے انکار علم پرویں

اللہ رے دقایق اللہ رے حقایق
ہے دیکھنے کے لایق انبار علم پرویں

یہاں عقدہ ثریا وہاں مہر و ماہ و ہالہ
ہے آسماں سے بالا پرکار علم پرویں

خاور اگر ادھر ہے تو باختر ادھر ہے
کتنا وسیع تر ہے مضمار علم پرویں

بلبل کا چہچہا ہے قمری کا قہقہہ ہے
کس درجہ خوشنما ہے فرمار علم پرویں

پانی گہر سخن سے نادم شکر سخن سے
اظہار ہر سخن سے مقدار علم پرویں

تاریخ طبع و تدوین لکھو سخا نو آئیں برہانِ علم پرویں انوارِ علم پرویں ۳۲ ۱۴ ھ

قطعہ تاریخ و تقریظ برخوردار سعادت آثار راحت جان اقبال نشان حاجی مولوی سید انوار الرحمن متخلص بسمل نایب ناظم زید عمرہٗ ابن عزیز از جاں گرامی قدر والا شان مولوی میاں سید عبدالرحمن ابن مولوی میر قربان علی صاحب مرحوم سابق ممبر کونسل

اس زمانہ میں تعلیم نسواں پر بے توجہی ایشیائی قدیم رنگ کے خاتمہ اور قحط النسا پر افسوس کرتے وقت مجھے یہ فخر و ناز کرنے کا موقعہ ضرور ملتا ہے کہ کم از کم ہمارے اس گھر میں تو ایک مثال ایسی ہے جو یادگار سلف و فخر خلف کہلائے جانے کی مستحق ہے میں اور میرے اکثر افراد خانہ اس خیال میں متفق ہیں کہ پرانی روشنی کی خوبیوں کا (جو اس زمانہ میں عیوب کہلاتے ہیں) ایک بیش بہا خزانہ ہماری قوم کے ہاتھوں سے ضائع ہو گیا! ایشیائی لٹریچر کا شوق طبیعتوں سے اُٹھا لیا گیا دورِ جدید کے مذاق کی حلاوت ابنائے زمانہ کے کام و دہاں کے لئے لذت بخش ہو رہی ہے نہ اس زمانہ میں خاندانِ رسالت اور دورِ صحابہ کی معزز و محترم بیویاں حضرت خدیجہ فاطمہ عائیشہ اور اسماء رضی اللہ عنہن ہیں جن کا اُنکی سادگی اور علم فضائل نفس ایثار سخاوت عفت عصمت جرأت ہمت جفاکشی اور محنت میں نظیر پیدا

کرنا پیر چرخ کو دشوار ہے اور نہ اب جرعہ کشاں جام توحید و معرفت میں کوئی رابعہ بصری کی مثال نظر آتی ہے یہ ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے اسلامی دور کی خواتین نور جہاں اور زیب النسا کا علمی اور لٹریری رنگ بھی اپنی یاد دلوں میں چھوڑ کر فنا ہوگیا اس زمانہ میں اول تو تعلیم نہیں اور اگر ہے تو اس طرح کی جسکو ہم جیسے چند مردہ خیالات کے لوگ شرفا کے لئے موجب رسوائی اور ذلت سمجھتے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ پرانی روشنی کے کنول فانوس مردنگ جھاڑ اور ہانڈیاں سب شکستہ ہوگئیں اور بزم عالم میں نئی روشنی کے پٹرول لمپ کا رباڈلمپ اور الیکٹرک لمپوں نے انکی جگہ لی ہی ہمارے گھر میں جہاں پرانی روشنی کے ختم ہونے اور نئی روشنی کی چاردیواری کے اندر نہ پہونچنے سے بالکل تاریکی ہوتی خداوند عالم نے ذات گرامی حضرت مخدومہ جدہ محترمہ دامت ظلہا کو ایک شمع پر نور بنا رکھا ہے جسکی صاف ٹھنڈی اور منور روشنی میں گھر کی بہو بیٹیاں چل پھر رہی ہیں اللہ اس روشنی کو تادیر قایم رکھے۔ حضرت مخدومہ کے حالات نسبی اور ذاتی منجھلے بھائی سید مشتاق حسین صاحب نے اپنے دیباچہ میں مجملاً ذکر کئے ہیں اس لئے اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اس ذکر میں صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ باعتبار اپنے میکہ کے ممدوحہ ایک ایسے خاندان کی رکن ہیں جو علاوہ شرافت و سیادت ذاتی کے ایشیائی علوم کا سرچشمہ رہا ہی آپ حضرت قلزم العلوم تاج العلما مولانا نجف علی خاں صاحب خاں بہادر مرحوم قاضی قصبہ جھجر کی پوتی اور اس وقت تک اللہ کے فضل سے اس

خاندان کے ارکان علوم وفنون کی جان ہیں جناب مخدومہ باعتبار قابلیت علمی ایسا ہی مذاق کو لئے ہوئے صف نسواں میں بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید عدیم النظیر کہی جا سکتی ہیں کچھ شاعری آپ کے لئے مائہ ناز نہیں ہے بلکہ ادب کے ساتھ حکمت طب نجوم و رمل میں بھی آپ کو کافی دستگاہ حاصل ہے اوایل سے طبع موزوں اور ذہن رسا کے مجبور کرنے سے شاعری کی طرف توجہ رہی لیکن کلام حجلہ گو شہائے محرم میں پردہ نشین رہا اب جناب موصوفہ کا سن شریف اس حد کو پہونچا کہ اس خزانہ کو پوشیدہ رکھنا غیر ضروری ہی نہ سمجھا گیا بلکہ اخفا میں خوف تلف نظر آیا تو بھائی سید مشتاق حسین صاحب کا اور میرا خیال اسکو طبع کرا دینے کا ہوا گھر کے اور افراد اور بزرگوں کو اس خیال سے متفق کرنے میں دشواریاں تھیں مگر مخدومی جناب مولوی سید نظیر حسن صاحب قبلہ المتخلص بہ سخا برادر بزرگ جناب ممدوحہ کی مساعی جمیلہ نے اُن دشواریوں کو مٹا دیا جناب ممدوح بخلاف دیگر اراکین خاندان پرانے رنگ کی قابلیت کے ساتھ نئی روشنی والوں کی نظر میں بھی ایک روشن خیال بزرگ ہیں آپ اپنے خیالات میں ہمارے گھر میں منفرد ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی کی کوششوں نے اس ارادہ میں ہم لوگوں کو کامیاب کیا یہ مجموعہ چھپوایا گیا تو اس اہتمام سے کہ طبع خاص کام کرنے والے خاص اور مصحح خاص کی نگرانی سے اختتام کو پہونچا جلنے نسخے چھپے سب حاصل کر لئے گئے مطبع میں غیر ضروری ایک

کاپی بھی نہیں چھوڑی گئی اور اب یہ اُنھی ہاتھوں اور اُنھی آنکھوں تک پہونچیگا جو اسکے ہاتھ میں لینے اور دیکھنے کے اہل ہیں خداوندا تو ہماری پردہ پوشی فرما اور موجودہ آزادی اور اُس کے بُرے نتایج سے محفوظ رکھ اور ہماری مخدومہ محترمہ کو اس گھر کی نوعمر لڑکیوں کے سر پر سلامت رکھ اور اُنکو ممدوحہ کے خوان تربیت کا زلہ ربا بنائے رکھ آمین۔

قطعۂ تاریخ

جناب جدہ مخدوم پروین
که مستغنی کلامش از ثنا گشت

سخن چوں بوئے غنچہ داشت مخفی
چو گل بہ شگفت و ساری رہوا گشت

مشام اہل عالم شد معطر
بہ ہر جا ایں نسیم جانفزا گشت

رسیدایں مژدہ از ہاتف کہ بسمل
بگو۔ دیوان پروین برملا گشت

۱۳۳۲ھ

تقریظ دلپذیر برخورداری والدہ منشی محمد انور نبیرہ قبلہ دوجہاں کعبہ ایماں حضرت عبدالصمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اترولوی

آج میرا قلم زمانہ اور اُسکی نیرنگیوں کی تصویر کھینچنے پر تلا ہے۔ بار بار یہ جی چاہتا ہے کہ جتنی بڑی ضخامت اس دیوان کی ہے۔ کم از کم اتنی ہی بڑی ایک ضخامت اس کی تعریف میں لکھوں۔ مگر نہ تو الفاظ پاتی ہوں اور نہ وقت۔

رنگا رنگ کے مضمون کلام کی باریکیاں۔ ردیف۔ اور قافیوں کا سخت سخت مقامات میں گذر۔ روزمرہ کا خیال۔ محاوروں کا جابجا

کھپایا جانا ۔ ایک خوبی ہو تو کہوں ۔ دریا کو کیونکر کوزہ میں بھروں ۔ حمد و ثنا کا جام وحدت میں سرشار ہو جانا ولولہ انگیز ترقصیدے مرصع غزلیں ۔ کیا نہیں ہیں اللہ کے فضل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان نہیں ہے بلکہ تعلیم نسواں کے زرگر نے ایک بیش بہا جڑاؤ زیور طیار کیا ہے ۔ کہ جسکے دیکھنے سے دل خوش ہی نہیں ہوتا ۔ بلکہ روحانی غذا بھی حاصل کرتا ہے ۔ ایک بار ہاتھ میں لیکر پھر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا ۔

اگرچہ عرب میں ایسی بے انتہا مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ہماری بہنیں فن شاعری میں کمال پیدا کرتی ہیں ۔ اور قدر و منزلت میں صدر مقام حاصل کرتی ہیں ۔ مگر ایشیا میں اور خاصکر ہندوستان میں ایسی مثالیں بہت کم ہیں ۔ ہزاروں گھر تو ابھی تک تعلیم نسواں کے بالکل خلاف ہیں چہ جائے کہ شاعری اور پھر اُس میں کمال ۔ میں اپنے اس چھوٹے سے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتی ہوں کہ اے ارض و سما کے مالک ہم پر رحم کر اور اس اندھیر گھور سے ہمکو نکال ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم علم سے روشنی حاصل کریں اور اُس روشنی میں محض دنیا ہی کو نہیں بلکہ تجھکو با آسانی پالیں ۔ اے اللہ یہ دیوان بجلی کا لیمپ بنے اور اس کی روشنی میں علم کی خوبیاں ہم پر نمودار ہوں ۔ اور ہمکو اپنا گرویدہ بنالیں ۔ آمین بلکہ ثم آمین ۔

والدہ سید محمد انور محمودی طالب علم درجہ انٹرنس مہاراجہ کالج راج سوائی جیپور مورخہ ۲۳ ر دسمبر ۱۹۱۳ء

تقریظ و تاریخ رقم زدہ برخورداری نورچشمی ام محمود دختر کلاں حضرت اخی مکرم حضرت مولانا سخا مدظلہ

بولتی ہوں اور بے مائگی زباں روکتی ہے زباں کھولتی ہوں اور کم لیاقتی ٹوکتی ہے مخدومہ مکرمہ جناب پھوپی اماں مدظلہا کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہمارے افتخار کا باعث ہوتے ہیں نہ ہم سے کم سوادوں کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات جناب موصوف کے لئے عزت تقریظ وہ لکھے جو اُس کلام کو جانچ سکے ہم اُس کے پورا سمجھنے سے بھی قاصر ہیں تاریخ وہ لکھے جو اس فن کا مشاق ہو ہم اس میں بھی عاجز ہیں بہرحال جس طرح تقریبات میں ہم سب آپ کے ساتھ جاتے ہیں کلام میں بھی ہم آوازی سے محروم رہنا نہیں چاہتے آپ کا کلام آپ کی قابلیت اہل علم مردوں کے نزدیک مسلم ہے معظمہ تاج العلما کی پیاری پوتی عالم کامل کی رشید بیٹی دو عالموں کی سعید بہن آپ کی تعریف کے ثبوت میں یہ کلیات دلیل قاطع ہے اور بس اللہ تعالیٰ قدر دانوں کے دل میں جگہ اور سخن سنجوں کے آنکھوں میں درجہ اعلیٰ دے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

قطعہ تاریخ

یہی کافی ہے اک تعریف اسکی	کہ جیسا نخل ویسے ہی ثمر ہیں
سن ہجری میں اب چھپنے کی تاریخ	لکھو۔ اشعار پروین پر گہر ہیں

۱۳۴۴

تقریظ و تاریخ رقمزدہ عزیز از جان عفت نشان برخورداری اہلیہ نور چشم سید مشتاق حسین زاد اللہ عمرہا

اللہ اللہ میں اور مخدومہ پھوپی صاحبہ کے کلام کے بارہ میں منہ کھولنا کوہ بلند کو ترازوے میں تولنا ہے آپ کا کلام آپ کی لیاقت علمی سے زیادہ مشہور اور آپ کا شہرہ علمیت مسلم نزدیک و دور ہے آپ کا علمی مذاق ہمیشہ علمی امداد میں صدہا روپے خرچ کراتا اور قومی درد ہزارہا اٹھواتا رہتا ہے آپ کے علمی چشمہ کا یہ کلیات ایک قطرہ اور آپ کے شاعرانہ مذاق کا یہ مجموعہ ایک شمہ ہی ہم سے کم استطاعت لڑکیوں کو اس پر کچھ لکھنا اپنے لئے سند افتخار حاصل کرنا ہے اللہ تعالے اس کلام کو مقبول عام و مفید تام کرے - آمین

قطعہ تاریخ

بلند اور روشن ہے کتنا کلام
صفا خیز ہے نور آگیں ہے یہ

مرے دل نے ہجری میں یوں سال طبع
کہا جلوہ نظم پروین ہے یہ
۱۳ ھ ۳۲

تقریظ از جانب عزیزہ وسعیدہ نادرجہاں طاہرہ بیگم دامت عصمتہا بنت تحصیلدار صاحب

ایں نظم دلکش ریختہ کلک جواہر سلک حضرت بڑی بیگم صاحبہ المتخلص

بہ پروین است کہ رنگ صحبت حضرت قبلہ دو جہاں حضرت میر قربان علی صاحب علیہ الرحمۃ از ہر مصرعہ او ہویدا است کلام شاعرانہ بارنگ صوفیانہ نقش کردہ اند اگر مذاق شاعرانہ نمک ایں کلام است چاشنی تصوف کام ودہاں لطیف وشیریں می سازد۔ الحق کہ پروین رتبہ خود را ازیں کلام خویش بر افلاک رسانیدہ است مگر دریں عالم ہر مصرعہ سوادے در چشم بینندگاں و مذاق در قلب طالباں و لطفے در دل شاعراں پیدا می کند۔ اگر جائے ہر مصرعہ درسویدائے قلب سازم بجا است و اگر حرفش را سرمہ چشم خویش کنم روا است ؎

	ایں کلامیست کہ بیند اگرش دیدۂ حق سرمۂ چشم کند ورد دل وجاں سازد	

ہر کرا مطالعہ اش خوش نہ سازد دیدہ بے نور دارد و ہر کہ ازیں کلام لطف نگیرد مذاقے ورُوے سخن ندارد۔ منکہ از خوشہ چیناں حضرت پروین ام نسبت تلمذ خویش اگر بایشاں سازم کلاہ گوشہ تفاخر بر آسماں نہادن است۔ ایں نسبت ہم خالی از گستاخی و دور از بے ادبی نمی باشد۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک مگر ایں تحریر را ذریعہ نجات و مایہ سعادت برائے خود می شمارم و ایں کلمہ چندرا درحیات ابدی حضرت پروین مثل دعا می افزایم۔

تقریظ دلپذیر برخوردار عزیزہ ہمشیرہ دختر پھوپا قاضی برکت علی صاحب مرحوم وکیل سررشتہ سابق

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد
برنگ ارباب صورت را ببوار باب معنی را

میرے اللہ میاں ہمشیرہ صاحبہ مخدومہ نے دیوان لکھا ہے یا شاعری میں نیا عنوان قائم کیا ہے پرانے راستہ پر جہانتک چلی ہیں وہ تو بجا لیکن نئے رنگ میں عروس شاعری کے لباس کو رنگا ہے یہ کیسا تماشہ کہیں قدیم سخنوری کا انداز ہے تو صفحہ کا صفحہ شاہد طناز ہے کہیں نئی دنیا کا پرداز ہے تو دیسی سارنگی میں ہارمونیم کی آواز ہے قومی رنگ ہے تو نیچرل شعرگوئی کا اعلا پایہ ہے ناول کہوں تو مشہور نہیں ڈراما کہوں تو سوال وجواب میں محصور نہیں نصیحت نامہ کہوں تو عاشقانہ شاعری روکے۔ رنگیں بیانی سمجھوں تو مصلحانہ حصہ ٹوکے ہر قسم کی شاعری کا مجموعہ اور ہر رنگ کے پھولوں کا گلدستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اہل سخن کا دماغ ہمیشہ اس سے معطر اور اہلِ مذاق کا دامن دائما اس سے منور رکھے آمین

تقریظ ریختۂ قلم جواہر رقم فرزندی اعزی ارشدی چشم و چراغ خانوادہ طریقت جرعہ چش بادہ معرفت۔ گرامی منش سعادت واقبال نشان رونق و زینت دودماں میاں مولوی سید عبدالرحمٰن اوصلہ اللہ الیٰ منتہی مدارج الارتقا والعرفاں صدر منتظم محکمہ سائرات راج سوائی جیپور

نقادان لالی بلاغت وجوہریان یواقیت فصاحت۔ نامداران خطہ سخن۔ وشہسواران عرصہ ذکا وفطن۔ سالکان مسالک نظم و نثر ومالکان ممالک شعر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ گوہر سخن قیمتی اور باصفا ہے اور کلام منظوم عظیم اور گراں بہا۔ کارخانہ امکاں میں کوئی متاع اس سے گراں مایہ تر نہیں خریدی جاسکتی۔ اور بازار عالم میں کوئی شے اس سے بلند تر نہیں دیکھی جاسکتی۔ احاطۂ عقل میں کوئی شے اس سے زیادہ باوقعت نہیں آتی اور خزانۂ خیال میں کوئی صورت اس سے زیادہ خوشنما نہیں معلوم ہوتی۔ وزن ومقدار اس درشا ہوار کو سوائے خردمند کامل کے نہیں جان سکتا۔ اور قدر و قیمت اس لعل بے بہا کی سوائے دانشور عیار کے اور کوئی نہیں معلوم کرسکتا نظم ونثر کی مختلف اور بے شمار قسمیں ہیں۔ سخنوروں کے حالات

لہ ۵ مارچ ۱۹۳۲ء شب چارشنبہ عزیز ازجان مولوی سید عبدالرحمٰن مرحوم مغفور کا انتقال ہوگیا۔

کا تفاوت اور ہندوستان کے درجات کا اختلاف جو کہ اُن کے طبائع رسوم واوضاع کی تقبیح وتحسین تحریر وتقریر نفریں وآفرین دیگر مقتضیات کی وجہ سے ہے۔ نظم کے قسم در قسم ہونے کا باعث ہوا ہے اس لئے ہر شاعر کا کلام دیکھنے سے قبل اُس شاعر کے مذاق اور اُس کے اہلِ وطن کے خیالات کا اندازہ بھی رکھنا ضروری ہے اس سے شاعر کے اصلی مطلب تک رسائی ہوتی ہے۔ اُسی شاعر کا کلام پسندیدہ ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کے مذاق کا خیال بھی رکھتا ہے اور اُسی شخص کا کلام عرصہ دراز تک باقی رہتا ہے جو فطری جذبات کو جن میں راستی اور صداقت کے سوا کچھ نہو بہت با اثر اور سادہ الفاظ میں ظاہر کرلے اور جس سے خاص وعام اپنی لیاقت کے اور علم کے مطابق نتیجہ اخذ کریں ورنہ ہر قافیہ پیما کا نام شاعران باکمال کی فہرست میں نہیں داخل کیا جاسکتا شاعر کا اولیں فرض ہے کہ انسان کی فطرت کو غور سے دیکھے اور اپنی شاعری کی بنیاد اُس عہد پر رکھے جو اُس نے روز ازل میں اپنے رب سے کیا تھا یہی پاکیزہ شاعری ہے اور بیشک سوائے کاملین کے کوئی شخص اس شاعری کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا جس ذات قدسیہ کی خاطر میں یہ چند سطریں لکھتا ہوں وہ میری مخدومہ مکرمہ والدہ ماجدہ ہیں جنہوں نے حال میں ایک دیوان طبع کرایا ہے۔ میری کیا لیاقت ہے کہ آپ کے اور آپ کے کلام کے

بارہ میں کچھ بیان کروں خود ماہران سخن کلام کی قدر کو جان سکتے ہیں
یہ دیوان پروین جس کو تمغہ عرش بریں کہنا چاہیے مضامین
تصوف سے مالا مال ہے ہر مصرع اُس کا سرو گلستان خوبی اور ہر
بیت اُس کی شمشاد بوستانِ محبوبی اُس کلام کی تعریف میں زبان
فصاحت لال ہے اور اُس کی توصیفِ قوتِ ناطقہ سے محال ہے
اُس کے محاورات اور اُسکی چست بندشیں قابل تعریف و توصیف
ہیں ہر لفظ اُس کا گوہر شاہوار ہے اور ہر حرف اُس کا جوہر آبدار
مذاق تصوف جو اس دیوان کی جان ہے عجیب تسکین دہ اہل ایمان
ہے کہیں دردکشان بادہ محبت کو ملازمت پیر مغاں کی ہدایت
ہے اور کہیں سرشاران بادۂ الست سے اُن کی لغزشہا کی
شکایت یہ دیوان بیشتر عشق و محبت حقیقی کے جذبات اور پاکیزہ
خیالات اور دلدادگان طریقت کے واردات سے مملو ہے اور
یہ سب فیضان ذات قدسی صفات معدن لطائف روحانیہ مخزن
معارف قرآنیہ حضرت والدی سیدی جناب حاجی میر
قربان علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نقشبندی مجددی کا ہے اُنہیں
کے فیضان صحبت سے یہ سب آتش بیانی ہے والدہ مخدومہ کو امراض
گوناگوں سے کب اتنی فرصت ہے کہ ترتیب دیوان کی مہلت ملتی
اور شعر و شاعری کی طرف توجہ ہوتی لیکن وہ جذبات اور ولولہ
عشق الٰہی وقتاً فوقتاً مجبور کرتا رہا اور اُن کو اپنے خیالات و جذبات

کا اظہار کرنا پڑا یہ مجموعہ کلام امید ہے کہ بادہ نوشان الست کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگا اور سخنوران کامل بھی فرقۂ اناث کی طرف سے اسکو ایک ترقی قوم کی علامت تصور کریں گے دیگر مضامین بھی کہیں کہیں ہیں تاکہ دیوان دنیاوی دلچسپی سے خالی نہ رہے اور اُس سے ایک لطف بھی پیدا ہوگیا ہے خدا سخن چین حاسد دل سے بچائے اور مقبول عام فرمائے۔ آمین

تقریظ صبیہ رضیہ بنت بنت الراقمہ صالحہ العابدہ العالمہ بانوئے خانہ قرۃ العین عزیز از جاں برخوردار نور چشم سعادت توامان حاجی سید انوار الرحمٰن سلمہ المنان المتخلص بسمل نائب ناظم ریاست جے پور

خدا کا شکر ہے کہ میری مخدومہ مکرمہ جناب نانی صاحبہ محترمہ دامت ظلہا کا دیوان چھپ کر تیار ہوا میری لیاقت اتنی نہیں ہے کہ میں اُس پر کوئی نقادانہ رائے دے سکوں اور اگر تعریف کروں تو اُس کے لئے بھی قابلیت اور سخن فہمی درکار ہے ورنہ تحسین ناشناس سے بے قدری شعر ہوتی ہے علاوہ بریں چونکہ مجھے مخدومہ موصوف سے علاوہ نسبت خوردی کے نسبت تلمذ بھی ہے ایسی صورت میں مجھے آپ کا ہر کلام دلکش و دلفریب اور

بہتر نظر آتا ہے لیکن جو کچھ میرے دل میں اُس کی منزلت ہے وہ اگر ظاہر کروں تو شاید عوام یہ سمجھیں کہ شاگرد کی رائے اُستاد کے حق میں نواسی کی رائے نانی کے حق میں۔ اچھی ہونے سے واقعہ نفس الامر پر کوئی روشنی نہیں پڑ سکتی اس لئے میں اپنے اصلی خیالات کے اظہار سے احتراز کرتی ہوں حاسد کینہ پیشہ نگاہوں کی بابت

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

کہدینا کافی ہے۔ منصف اہل نظر سخن فہم قدر شناس حضرات اس دیوان کو دیکھکر بغیر کسی بیجا طرفداری کے یہ کہہ اُٹھیں گے ابتدا سے زبان اُردو کی بنا قلعہ معلیٰ کی بیگمات کی سادہ بول چال پر رکھی گئی ہے۔ اُنہیں کی زبان مستند ہے۔ پھر شہزادوں کی پھر اور دلی والوں کی علےٰ تفاوت المراتب۔ اب ایک ایسا زمانہ آگیا ہے کہ وہ مقام جو زبان کا سرچشمہ اور منبع تھا تباہ و ویران ہو چکا اور جو بچے کھچے نفوس ایسے رہ گئے تھے جن کی زبان سے استناد ہو سکتا تھا وہ یا تو ختم ہو گئے یا ختم ہونے والے ہیں اور اب زبان یتیم اور لاوارث ہو چکی اب ہر شخص اُس پر اپنا حق اور دعوے کر رہا ہے نہایت افسوس کا موقع ہے کہ جن کی باتوں پر بنائے زبان اردو رکھی گئی اُن کے کلام کا کوئی محفوظ خزانہ اس وقت قوم کے ہاتھ میں نہیں ہے اور نہ اس پر کسی زمانہ میں توجہ کی گئی مستورات کے جو چند

دواوین موجود ہیں اُن میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کی زبان مستند ہوسکے گزشتہ زمانہ میں تو ایسا موقع تھا کہ جب کسی محاورہ کی بابت تنقید کی ضرورت ہوئی اہل زبان حضرات سے تصحیح کرائی جاسکی اب وہ دورہ ختم ہوچکا اب ایسا وقت ہے کہ ہر شخص کو ادعائے زباندانی ہے اور اہل کمال کا تمسک اہل علم کی زبان سے ہے بہر نہج وہ سابقہ روش کی اسناد باقی نہیں ہے اور عنقریب زبان ایک دوسرا رنگ اختیار کرنے والی ہے اور وہ رنگ خواہ اچھا ہو یا برا مگر یہ ضرور ہے کہ رنگ قدیم سے مختلف ہوگا ایسے پُر آشوب زمانہ میں بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی قدیم زبان کا کوئی ایسا محفوظ خزانہ چھوڑ جائیں جو قدیم رنگ کے متبعین کے لئے سند اور جدید دور والوں کے لئے بھی قدیم رنگ کا نمونہ ہوسکے اس مقصد کو اس دیوان نے کامل طور پر پورا کردیا ہے کیونکہ حضرت مخدومہ کی ذات ایسی ہے جنکو ایسی آغوش میں تربیت نصیب ہوئی ہے کہ آپ پر اہل زبان کا لفظ پورا پورا اطلاق کرتا ہے کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ سادات عظام وزرائے شاہانِ تیموریہ کی یادگار رہیں اور اُنکی تربیت خاص قلعہ میں ہوئی اور شبانہ روز شاہزادیوں میں نشست برخاست رہی یہانتک کہ اُن کی آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے اُس گلشن بے خار میں خزاں آئی جس کا اثر خاص اُنکی ذات پر بھی وہی پڑا جو اور قلعہ والوں پر ہوا تھا۔

اس بیان سے یہ غرض ہے کہ مخدومہ کی زبان کس درجہ قابل استناد واستشہاد ہو سکتی ہے اور بوجہ شرافت وسیادت ذاتی اور رسم ورواج خاندانی انکی زبان پر عامیانہ ہونے کا بھی گمان نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ اور اکثر دواوین پر یقین کے ساتھ کہا جا رہا ہے جو اس وقت تک عورتوں کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔

یہ چند الفاظ جنکو میں سمجھتی ہوں کہ میں نے بغیر کسی طرفداری کے لکھا ہے میری طرف سے بطور بر تقریظ کے حضرت مخدومہ کے دیوان میں اس دعا کے ساتھ داخل کرتی ہوں کہ خداوند عالم اپنے فضل سے اس کلام اور اسکے متکلم کو چشم بد سے محفوظ رکھے اور دیر تک ہم ذلہ خواران فصاحت کو اسکے مزے لینے نصیب ہوں۔ آمین

تقریظ منجانب لئیق وشفیق عزیزہ محبہ مشفقہ زلیخا بیگم والدہ نور الحسن ساکن امروہہ حال مقیم ریاست جے پور

حمد اُس خدائے عزوجل کو کہ جسکے ہیبت اور دبدبہ کے سبب قلم شگافتہ سر ہے اور کاغذ کو سیاہی کے قبول کرنے میں عذر ہے پھر کس طرح حمد لکھنے کی ہمت کی جاوے اور نعت حضور سرورِ عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا وصاف خود خدائے پاک ہو کلام خدا اور زبان محمدؐ کا مصداق ہو کیونکر ہو سکتی ہے اور اُس خدائے پاک و برتر کی عطیات کا اگر لاکھ بار انسان زندگی پا کر تمام دنیا کے درختوں کے قلم اور تمام زمین ہستی کے صفحہ کا کاغذ

بنا کر لکھنا چاہیے تب بھی اُسکے شکریہ کا عشر عشیر لکھ نہیں سکتا ایک ادنیٰ اُسکا ہم پر یہ کتنا بڑا احسان و کرم ہے کہ منجملہ دیگر مخلوقات ہمکو شرف انسانی بخشکر ہم میں سے کسی کو نور باطن سے معمور فرمایا اور کسی کو حسن ظاہری سے مخمور کیا کسیکو علم و ہنر کا حصہ دیا کسیکو مال و زر سے بھر دیا غرض کچھ عجیب اُسکی نیرنگیاں اور ہمارے حال پر کیا کیا مہربانیاں ہیں چنانچہ میری مخدومہ مکرمہ جنابہ عظمیٰ بڑی بیگم صاحبہ پروین سلمہ اللہ تعالےٰ اہلیہ عالیجناب اکمل الزماں افضل الدوراں مولوی میر قربان علی صاحب مرحوم مغفور سابق ممبر کونسل ریاست راج سوائی جیپور نے جو یہ دیوان تصنیف فرمایا ہے اسکی خوبی اسکے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے عجیب جدت طبع و مضمون آفرینی فرمائی ہے سبحان اللہ بندش چست نشست درست قافیہ دل پسند ردیف خوش پیوند اگر کہیں لطف زبان ہے تو کہیں مضمون نادر بے پایاں ہے کہیں نعت حبیب خدا محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہیں منقبت حضرت علی شیر خدا ہے اور کہیں مدح صحابہؓ کبار ہے کہیں تضمین و ترجیعات گہربار ہے کہیں رنگ مجازی کھلا ہوا ہے کہیں کلام تصوف سے بھرا ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان با کمال نازک خیال ہمشیال بی بی نے کیا کیا انوکھے اور عجیب و غریب مضامین پیدا کئے ہیں واقعی اُنکی قابلیت قابل داد اور لیاقت لایق آفریں ہے میں اس مضمون کو اس شعر پر ختم کرتی ہوں ۔ شعر

	نوح سے عمر فزوں ہووے تمہاری پروین اور نازل ہو سدا رحمت باری پروین	

تاریخ انتقال پر ملال لاڈلی بیگم ہمشیرزادی مصنف دیوان ہذا از تصنیف
برخوردار سعید و رشید مولوی سید انوار الرحمن سلمہ بسمل نائب فوجدار سابق

کونسا غم ہے کہ جسکی شرح ہو سکتی نہیں — کونسے صدمہ کی ہے تاریخ میں نوحہ گری
بار الام فراق ماہ پرور[1] طاہرہ — اٹھ نہیں سکتا ہے دے اللہ ہمت صبر کی
آہ اس غم سے کلیجہ پھٹ گیا دل جل گیا — خرمن ہوش و ہواس و صبر پر بجلی گری
ایک دن بھی پھولنا پھلنا نہ دیکھا باغ کا — ایک کلی پیدا ہوئی تھی بن کھلی مرجھا گئی
کس نے کی تھی آرزو اولاد کی تجھ سے فلک — غم رسیدوں سے یہ آخر کس لئے تھی دل لگی
ہم نہ تھے انسان کیا ہم میں نہ تھی تاب و تواں — کس لئے سونپی امانت کس لئے پھر چھین لی
پھول بھی ہیں گلشن جنت میں اور کلیاں بھی ہیں — یہ اگر رہتے یہاں وہاں ہو نہ جاتی کچھ کمی
وہ تو مثل بوئے گل سیار باغ خلد ہے — اسکو کیا گر دوزخ ہجراں میں جان اپنی جلی
جسم میں ہے جان لیکن جان جان باقی نہیں — جی رہے ہیں موت سے بدتر ہے لیکن زندگی
ہو گیا گھر میں اندھیرا روشنی کی کیا امید — کلبہ احزاں میں جو اک شمع تھی وہ بجھ گئی
یوں تو ہر دم اسکی شکل آنکھوں میں پھرتی ہے مگر — یاد کوئی بات کیا آئی کہ اک برچھی لگی
عمر میں تھی ہفت سالہ عقل میں تھی نوجواں — سن میں بچی تھی مگر فہم و فراست میں بڑی
بات میں شیریں زباں اور کام میں تھی ہوشیار — تھی اطاعت میں فرشتہ اور صورت میں پری
اسکو بچپن میں کیا تھا حج نصیب اللہ نے — اور شرافت اسکی ظاہر ہے کہ تھی آل نبی
پانچواں جب سال تھا ضد کرکے روزہ رکھ لیا — روضۂ اتار پر جا کر مراقب بھی ہوئی

[1] نام طاہرہ بیگم۔ لقب ماہ پرور عرف لاڈلی بیگم تھا۔

گو دماغ و دل نہیں قابو میں لے بسمل مگر
کام لے اب ضبط سے اور فکر کر تاریخ کی

پندرہ مارچ کی تھی اُنیس سو بارہ تھا سن
تھا ربیع الاول اور چھبیسویں تاریخ تھی

درمیاں عصر و مغرب وقت اور جمعہ کا دن
تھا کہ وہ گلزار خوبی یاں سے رحلت کر گئی

دیکھکر وہ روح پرانوار رضوان خلد میں
بول اُٹھا۔ اللہ اللہ ادخلی فی جنتی
۱۳ ھ ۲۹

تقریظ و تاریخ از عزیزم مرزا امیر الملک مرزا بلاقی صاحب شہزادہ گورگانی رحمتہ اللہ علیہ

مخدومہ حضرت پروین زوجہ جناب میر قربان علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ممبر کونسل جے پور رئیس آگرہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ رحمتہ اللہ علیہ کا کا دیوان اور مجھ جیسے ہیچمداں کی تقریظ و تاریخ کہ جس کو نہ کوئی تقریر کی لیاقت نہ تحریر کی قابلیت تام احقر جو حقیر سے بھی کمتر۔ اوقات وہ کہ جسمیں نہ دین کی بھلائی نہ دُنیا کے کام آئے ذات مغل چغتائی کہ جنہوں نے تن پروری میں عمر گنوائی ایسے کی تعریف جس کو سب احقر کہیں اور حقیر تر سمجھیں کیا کسی بڑا اور بہتر کی خاطر میں آئے اور وہ کہے تو کیا اور لکھے تو کیونکر جسکا عدم وجود برابر۔ اور کہے بھی تو اسکا یہ اثر کہ۔ صائبؔ دو چیز می شکند قدر شعر را تحسین بیوقوف سکوتے قدر شناس ٭ اور تعمیل حکم بھی ضرور آخر مجبور ہمت کی تو بھی نہیں بن آیا اور ایک قول اپنا یاد آیا۔ کہ

ایک ناز اُٹھانیکی بھی ہم میں نہیں طاقت
ہم کچھ بھی نہیں نکلے لاحول ولا قوت

ہاں حضرت پروین سلمہا کی تعریف اپنے علم و دانست کی اور اپنی سمجھ اور فہمید کی حد تک اگر پوری سمجھی جاوے تو ادھوری عقل کی نشانی ہی اور نہ کہے تو منہ

چھپانے کی صورت دکھائی ہے۔

یہ مخدومہ ذات میں شریف تر یعنی سید نجیب الطرفین صفات نیک میں جیّد اور سعید دارین لیاقت میں عالمہ پارسائی میں کاملہ اعمال میں صالحہ سبھی ہیں ناموس عصمت میں غایت سے برتر ان اوصاف میں خود اپنی مثال اور ان اوصاف کا انکی تعریف میں منہ لال ہی لیاقت میں اگر نور جہاں وقت یا زیب النساء زماں لکھوں تو ضرور لازم آوے کہ

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ　　　شنیدہ کے بود مانند دیدہ

علم فارسی و عربی وغیرہ انکی گھر کی کھیتی اور وراثت والد مرحوم فاضل اجل بھائی صاحب مولوی نظیر حسین صاحب و مولوی امیر حسن صاحب سلمہما اپنی اپنی نظیر خود ہی موجود ہیں جو کسی کی تعریف کے محتاج نہیں۔ مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ہر ایک علم و ہنر اور اشعار انکی انکی لیاقت و قابلیت کے دعوے دار ہیں آفتاب و ماہتاب کی تعریف کرنی اندھیر کیوں نہ ہو کہ جن کی روشنی کی ہر ایک چیز شاہد ہے۔ اسی آب و تاب کے ساتھ ان صاحبہ کی لیاقت جسکا بیان مری سمجھ سے دور ہے نیز علم تصوف تو ضرور ہے کہ ایک شیخ وقت کی صحبت کا ظہور ہے باینہمہ عصمت وہ کہ کوئی تو بتاوے کہ سوائے مخصوص اشخاص کے کہ جو باجازت جناب میر صاحب رحمت اللہ علیہ کی کبھی کسی نے تحریر بھی دیکھی ہو تقریر تو کیا اس عالی لیاقت اور بادۂ کبرا کا ظرف خدا تعالیٰ نے انہی بی بی صاحبہ کا حصہ بنایا ہے اس دیوان کا شائع ہونا جو بعض انکے عزیزوں کے اصرار سے ہوا اسے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ

عیاں کردی بطرز دلبری این راز پنہاں را　　　کہ صدہا ناز و انداز دا در خود نہاں داری

احقر اگر کچھ بھی لیاقت رکھتا تو کچھ تھوڑی تعریف کر سکتا تھا مگر جو کام کوئی نہ کر سکے تو کیا کرے اس واسطے اس تقریر بے تاثیر کو ختم کر کے ڈرتے ڈرتے ایک تاریخ پیش کرتا ہے تاکہ ایسی تصنیف کہ جو اپنے آپ تعریف کرنے کے قابل ہو یہ احقر بھی اسکی ساتھ لگا رہے اب مصنفہ صاحبہ مکرمہ اور ناظرین سخن بیں کی خدمت میں گزارش ہے کہ

بھلے ہو کر ہمیں کیوں آپ برا کہتے ہیں   سات اچھوں کے برے بھی تو لگے رہتے ہیں

تاریخ سال

۱۳ ف ۲

چہا کردہ پروین بدانی خود	بمردانہ جودت بطبع رواں
چہ تعریف احقر بگوید بگو	باین عقل خود ناقص و نیم جاں
بہر حال از بیکسی غم مخور	بہ گو بہر تاریخ دیوان آں
سخن ساز پروین شیریں سخن	دگر گفت ۔ گفتار شیریں زباں
۱۳ ۶ ۱۹	۳۱ ۵ ۱۳